کلمہ تشکر

(تذکرہ حضرت سیدنا محدث دکن علیہ الرحمہ پانچویں ایڈیشن کی اشاعت بموقع پانچویں عرس شریف پر)

از: ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی

مناجات بہ بارگاہ ربّ ذوالجلال

از: سرحلقۂ علمائے ربانیین، مقتدائے عارفین، مروج طریقہ نقشبندیہ مجددیہ شیخ المشائخ

حضرت العلامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی ازہری قدس سرہٗ

الٰہی کہاں مشت خاک ذلیل — کہاں بارگاہ رفیع و جلیل
تیری رحمتوں نے اٹھایا اُسے — الیہ الوسیلہ سنایا اُسے
وسیلہ نے پھر اس کو پرواز دی — کرے عرض تجھ سے وہ آواز دی
وسیلہ نے پہنچایا اس کو وہاں — مَلک کی رسائی نہیں ہے جہاں
تیرے در پہ آیا وہ عبد ذلول — توسل سے اپنے تو کرلے قبول
توسل بہ نور مقدس صفات — جناب محمد علیہ الصلات
توسل بہ سالار کل اولیاء — ابوبکر صدیق رمز وفا

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

نعت شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

نَبِیُّنَا الْآمِرُ النَّاهِیْ فَلَا أَحَدٌ

أَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحَمِ

كَمْ أَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ

وَأَطْلَقَتْ أَرِبًا مِنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

یَارَبِّ بِالْمُصْطَفٰی بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا

وَاغْفِرْ لَنَا مَا مَضٰی یَا وَاسِعَ الْكَرَمِ

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو

شاءللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما

آفریں بردست و بر بازوئے تو

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

مناجات ببارگاہ رب العزت ونعت حبیب کبریا نور مجسم رسول مکرم و محتشم نبیٔ رحمت حضور رحمۃ للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے بعد عاجز راقم الحروف بارگاہ الٰہی میں شکر گذار ہے کہ اس کی توفیق سے ''تذکرہ حضرت محدث دکن'' کا پانچواں ایڈیشن سالکین راہ طریقت کے ہاتھوں میں ہے جس کو رہبر شریعت پیر طریقت صاحب العلم والفضل والمعرفہ سیدی ومولائی مربی بے بدل' شفیق اور کریم استاذ محترم سیدی و مولائی حضرت العلامہ پروفیسر ڈاکٹر ابوالفداء محمد عبدالستار خان نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ عارف باللہ سیدنا محدث دکن حضرت العلامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری قدس اللہ سرہٗ (و) صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد انڈیا نے ترتیب دیا تھا۔تذکرہ حضرت محدث دکنؒ کے پانچویں ایڈیشن کی اشاعت اس کتاب مبارک کی مقبولیت کوظاہر کرتی ہے۔ والحمدللہ علی ذلك

حضرت ابوالفداءرحمۃ اللہ علیہ کی یہ مبارک کتاب تذکرہ محدث دکن عالم اسلام میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔اس تصنیف نے حضرت ابوالفداءؒ کو زندہ جاوید بنادیا ہے۔شریعت، طریقت ،معرفت اور حقیقت کے گہرے سمندر کی تہہ سے آبدار موتیوں کو حضرت نے اس بیش بہا تذکرہ میں جمع کردیا ہے۔طالبان معرفت کے ظاہری وباطنی ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کردیا ہے۔قدس اللہ سرہ

۲۲ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

۲۳ نومبر ۱۹۹۷ء

مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ ازھریؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ''اولیاء کرام کے تذکروں کی شان ہی نرالی ہے۔ان کا مطالعہ شیخ کامل کی صحبت کا نعم البدل ثابت ہوتا ہے۔محبت الٰہی کے خشک سوتے از ہر نو ابلنے لگتے ہیں۔غافل دلوں میں یاد الٰہی کی شمع روشن ہوجاتی

ہے۔ان بندگان خدا کے حالات کے مطالعہ کی برکت سے نفس امارہ کی سرکشی پر قابو پانے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔عبادت واطاعت کی منزل کا سست گام مسافر، برق رفتار بن جاتا ہے۔ ان مسیحا نفس حضرات کی تاباں سیرت کے مطالعہ سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے''۔

ہمارے اکابر کو ان پاک نہاد حضرات کے تذکار کی ان برکات کا پوری طرح احساس تھا، اسی لیے انہوں نے تصوف کے مختلف طریقوں کے ہزار مشائخ کے حالات، کمالات خصوصاً ان کی تعلیمات کو بڑی جانفشانی سے جمع کیا۔ پوری علمی دیانت کے ساتھ بڑے دل آویز پیرایہ میں ان کو صفحۂ قرطاس پر ثبت کر دیا تاکہ ان کے حیات بخش فیضان سے ملت کے افکار ونظریات بیرونی زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں اور گلشن اسلام سدا بہار رہے۔ کچھ عرصہ سے ملت کا یہ علمی شعبہ زوال وانحطاط کا شکار ہو گیا کہ ان میں چند مستثنیات کے علاوہ کمالات اور کرامات پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ کرامات بے سند رویات اور غیر معتبر کرامات کی دھن میں فلک کے معرفت کے تابندہ ستارے چھپ گئے۔ان سے رشد وہدایت کا مقصد فوت ہو گیا۔ اولیاء اللہ کے عقیدت مند ان کے کمالات سے تو آگاہ ہوئے لیکن ان کی روح آفریں اور ایمان پرور تعلیمات کے فیض سے محروم رہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں تذکرہ نگاری کا جذبہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوا۔ اللہ کے ارشاد مبارک **ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** کے مصداق اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو ساری انسانیت کے لیے نمونہ بنایا۔ آقائے دوجہاں نبی رحمت نور مجسم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حیات طیبہ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتی ہے بلکہ روز قیامت تک ہر انسان کے لیے

باعث رحمت ہے۔ حضور نبی محتشم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو آپ کے جاں نثار خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اقوال مبارکہ، احوال مبارکہ کو سینے سے لگایا اور آپ کے جلوت وخلوت کے ایک ایک ہیرے اور موتی کو ساری دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ پھر تابعین کرام، محدثین کرام اور فقہائے عظام نے صحابہ کرام کے مبارک تذکروں اور کارناموں کو سند واعتبار کے ساتھ جمع کیا۔

پھر قرون اولیٰ کے محدثین اور فقہاء کے حالات پر مشتمل تذکرے لکھے جانے لگے۔ دنیا نے دیکھا کہ عارفین کاملین کے احوال، کارنامے، عبادات، معمولات، ملفوظات، شرح و بسط کے ساتھ اُن کے خلفاء ووابستگان نے جمع کر کے طالبانِ شریعت وطریقت کے لیے ایک خزانہ مہیا کر دیا۔ اولیائے کاملین کی زندگی زہد وورع اور ترک دنیا واختیار عقبیٰ نظر آتی ہے۔ قد افلح من تزکی پر ان کاملین کا پورا پورا عمل تھا۔ احسان کے اصولوں پر قائم تھے اور اپنے وابستگان کو بھی شریعت وطریقت پر عمل پیرا رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ اولیاء کے نزدیک ترک دنیا سے مراد رہبانیت ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اصولوں میں ''دست بکار دل بہ یار'' پر سختی سے عمل کرایا جاتا ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ۔ ہمیشہ مدنظر رکھا جاتا ہے۔ حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں بیک وقت ادا کئے جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام کے جانشین خلفاء ونائبین نے اپنے شیوخ وپیران کاملین کی مبارک زندگی کو جمع کیا جس سے سینکڑوں کتب خانے، خانقاہیں بھرے پڑے ہیں۔ دنیا کی ہر زبان میں تصوف کا سرمایہ موجود ہے ان کے مخطوطات بھی انقلاب زمانہ کے باوجود آج بھی موجود ہیں۔ چاروں سلاسل طریقت قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے اہل اللہ نے اپنے سلسلہ

کی تعلیمات اور علم تصوف کے اصول مدون کر کے ساری دنیا میں پہونچا دیا۔

صالحین کی صحبت کا فائدہ قیامت میں بھی ملے گا

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سورۃ الشعراء کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ اللہ کے اس ارشاد کا کیا مطلب، **فمالنا من شافعین۔ ولا صدیق حمیم۔** (الشعراء آیت 100،101)

(تو آج) ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے اور نہ کوئی غم خوار دوست۔

تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرمانے لگے کہ اہل جہنم چیخ اٹھیں گے۔

علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں کسی کی سفارش کرنا چاہے تو جنت میں ایک نیک آدمی کے دل میں خیال ڈالیں گے کہ اس کا فلاں دوست کہاں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ تمہارا فلاں دوست دوزخ میں ہے تو وہ نیک وصالح آدمی کہے گا کہ فلاں دوست نہ ہو تو جنت کا مزہ کیسے۔ تو نیک اور صالح (نبی، فرشتے اور نیک مسلمان) اپنے دوست کو اللہ سے سفارش کر کے دوزخ سے آزاد کرا لے گا۔ تو اہل دوزخ پریشان ہو کر چیخ اٹھیں گے۔ **فمالنا من شافعین ولا صدیق حمیم۔** اور اہل دوزخ کہیں گے کس نے اس کی سفارش کی ہے۔ کس نے اس کو دوزخ سے نکال لے گیا تو ان سے کہا جائے گا اس کے دوست نے اس کی سفارش کی ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کو اور اہل ایمان کو کثرت سے دوست بناؤ کیونکہ قیامت کے دن انہیں شفاعت کرنے کا اذن دیا جائے گا۔ (ضیاء القرآن، ص 402)

زیر نظر کتاب تذکرہ محدث دکن بھی ایک عظیم، علمی، روحانی شخصیت کا تذکرہ ہے۔ جو چودھویں صدی ہجری کے مجدد، صاحب دعوت وعزیمت، زبدۃ العارفین فخر العلماء والمحدثین

عارف باللہ حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اس کتاب کے مولف حضرت ابوالفدا ء سیدی و مولائی حضرت ابوالفدا ء پروفیسر ڈاکٹر شاہ محمد عبدالستار خاں نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے اپنے شیخ کامل کی خدمت مبارک میں پوری زندگی گذار دی اور شریعت و طریقت کا جام اپنے پیر و مرشد سے پی کر ہزاروں کو مستفید فرمایا۔ سفر ہو کہ حضر، خلوت ہو کہ جلوت حضرت کے دامن سے وابستہ رہے۔ اپنے شیخ طریقت کی شبانہ روز خدمت اور ذکر و اشغال اور مراقبات اور مجاہدات پر مواظبت نے آپ کو بہت ہی کم عرصہ میں سلوک و طریقت کے منازل طے کرادیئے۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں صبح و شام حاضر باش رہا کرتے تھے اور اپنے پیر و مرشد کا حد درجہ احترام فرماتے تھے اور ہمیشہ فرماتے رہتے تھے کہ ''یہ میرے پیر کا صدقہ ہے''۔

حضرت ابوالفدا ء علیہ الرحمہ اولیاء کرام کے عاشق تھے۔ اور اولیاء کی صحبت سے جب بھی موقع ملتا فیض حاصل کرتے۔ ان اولیاء کی فہرست طویل ہے لیکن اپنے پیر و مرشد کی یاد میں تذکرہ محدث دکن لکھ کر سالکین راہ طریقت کو ایک درس عظیم دیا کہ پیر و مرشد سے محبت کیسے کی جاتی ہے۔ ادب و احترام کس کو کہتے ہیں۔ شیخ کامل کی صحبت کے کیا ثمرات، فیوضات و برکات ہوتے ہیں۔ صحبت حقیقی، صحبت ذکری اور صحبت جبی کی لذتیں کیا ہوتی ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ جامعہ عثمانیہ کی شعبہ عربی کی نمایاں خدمت کے بعد سارا وقت صرف پیر و مرشد کی صحبت و خدمت میں گذارتے۔ لیکن آج کاملین کی صحبت کی کمی ہے۔ اولیاء اللہ سے دوری ہوتی جارہی ہے۔ حضرت ابوالفدا ءؒ کا تعلق بالاولیاء کا مبارک عمل سالکین راہ طریقت کے لیے ایک عظیم الشان مشعل راہ ہے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ اس تذکرہ حضرت محدث دکنؒ کے پانچویں ایڈیشن کی اشاعت پر عاجز فقیر حقیر سراپا تقصیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لاکھوں نہیں کروڑوں بار شکر ادا کرتا ہے کہ اس کے فضل وکرم نے اپنے ایک کامل ولی' حضرت سیدنا محدث دکنؒ کے تذکرہ بابرکت کے شائع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ والحمدللہ علی ذلک۔

آپ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی عبادت اور دین کی خدمت اور مخلوق خدا کی ہدایت میں گذرا۔ آپ نے لاکھوں بندگان خدا کو علوم شریعت وطریقت سے مالا مال کیا۔ اور یہ مبارک کتاب چودھویں صدی ہجری کے اولیاء اور علماء کا مستند بابرکت تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز ناکارہ کی اس کوشش کو اپنے فضل وکرم سے اور اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے قبول فرمائے اور ہمارے پیران کبار ہم سے راضی رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

پہلا ایڈیشن

ماہ محرم 1419ھ م 1998ء

تذکرہ حضرت محدث دکن کی طباعت واشاعت اولاً (646) صفحات پر مشتمل، لاہور پاکستان سے ہوئی۔ پہلی کتاب کی رسم اجراء صدر جلسہ حضرت شیخ معصوم نقشبندیؒ کے دست مبارک سے امریکہ میں بموقع میلاد النبی انٹرنیشنل کانفرنس میں عمل میں آئی۔ جس مبارک محفل میں حضرت مولانا سید شاہ جعفر محی الدین قادری نظامی وازہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ یوسف ہاشمی الرفاعی (کویت)، حضرت سید شاہ تراب الحق قادری (پاکستانی)، حضرت قاضی بیابانی صاحب، حضرت نظامی صاحب، ڈاکٹر حسن الدین ہاشمی صاحب، کنوینر

جلسہ ڈاکٹر احمد مرزا صاحب وغیرہ موجود تھے۔مصنف کتاب حضرت ابوالفداءرحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم تعارفی خطاب بھی زینت محفل رہا تھا۔

دوسرا ایڈیشن

18رشعبان المعظم 1419ھ

تذکرہ محدث دکنؒ کے دوسرے ایڈیشن کی رسم اجراء بتاریخ 18رشعبان المعظم 1419ھ دسمبر 1998ء بمقام نقشبندی چمن مصری گنج، حیدرآباد بدست نبیرہ و جانشین محدث دکن حضرت ابوالخیرات سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ عمل میں آئی۔مصنف کتاب حضرت ابوالفداء پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے تعارفی خطاب میں حضرت سیدنا محدث دکنؒ کے علمی اور روحانی کارناموں اور فیضان کا تذکرہ فرمایا۔ اس مبارک محفل میں بے شمار علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی ان میں قابل ذکر حضرت سید ثناء اللہ نقشبندی صاحبزادہ حضرت ابوالبرکاتؒ، حضرت مولانا حافظ ابوبکر ہاشمیؒ، حضرت مولانا حافظ مفتی ابراہیم خلیل ہاشمیؒ، حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد عظیم الدین صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالغفار خاں (برادر حضرت ابوالفداءؒ)، حضرت مولانا تسکین شاہ ثانی نقشبندیؒ، مولانا بہاءالدین فاروق انجینئر، مولانا حافظ سید محبوب حسینؒ، مولانا مفتی سید صادق محی الدین، مولانا ڈاکٹر پروفیسر سید جہانگیر، حضرت مولانا حافظ احمد محی الدین قادری، مولانا محمد محسن پاشاہ قادری، ڈاکٹر محمد احمد مرحوم، محمد ظہیر الدین نقشبندی، مولوی سید مظفر شاہ نقشبندی، ڈاکٹر محمد مصطفی شریف، حضرت مولانا حافظ و قاری مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی، حافظ و قاری محمد فضل اللہ خاں نقشبندی و دیگر بے شمار علماء

ومشائخ موجود تھے۔ راقم الحروف ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نے نظامت کے فرائض انجام دیئے اور خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

تیسرا ایڈیشن:

تذکرہ محدث دکن کے تیسرے ایڈیشن کی رسم اجراء جامعہ عثمانیہ آرٹس کالج میں وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی کے ہاتھوں ربیع الاول 1430ھ م مارچ 2009ء میں انجام پائی جن میں پرنسپل جامعہ عثمانیہ کے علاوہ شعبہ عربی، اردو اور فارسی کے پروفیسرس، اساتذہ و طلباء اور علماء و مشائخین کی کثیر تعداد موجود تھی۔

چوتھا ایڈیشن

حضرت ابوالفداءؒ کے حکم پر عاجز راقم الحروف نے ''میرے شفیق اساتذہ کرام'' کے عنوان سے تذکرہ محدث دکن کے آخری حصہ کی طباعت کروائی تھی اور حضرت علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں اجرائی کا پروگرام بنالیا تھا لیکن حضرت کے امریکہ میں پردہ فرمانے کی وجہ یہ کتاب حضرت علیہ الرحمہ کے فاتحہ سیوم 9/ ذوالحجہ 1433ھ م 28 اکتوبر 2012ء بروز اتوار کے موقع پر مفتی اعظم حضرت العلامہ مفتی محمد عظیم الدین' صدر مفتی جامعہ نظامیہ کے دست مبارک سے رسم اجراء انجام پائی۔ فاتحہ سیوم میں علماء کرام، مشائخ عظام، صاحبزادگان حضرت ابوالفداءؒ، مریدین، معتقدین کی کثیر تعداد موجود تھی۔ جن میں قابل ذکر مولانا ڈاکٹر محمد عبدالغفار خان (برادر حضرت ابوالفداءؒ)، حضرت مولانا محمد حامد حسین حسان فاروقی، ڈاکٹر محمد مصطفی شریف، مولانا بہاء الدین فاروق، مولانا محی الدین انور، پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالرحیم (مدینہ منورہ) اور حافظ وقاری سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس (جدہ) و

دیگر بے شمار علماء و مشائخ، مسجد تکیہ ظہور شاہ، سید علی چبوترہ میں موجود تھے۔ عاجز راقم الحروف نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

پانچواں ایڈیشن:

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ برادران طریقت کی خدمت میں پانچواں ایڈیشن پیش ہے۔ عاجز اللہ کی بارگاہ میں شکر گذار ہے کہ اس نے توفیق مرحمت فرمائی کہ تذکرہ محدث دکن کے اس ایڈیشن کی اشاعت حضرت ابوالفداءؒ کے پانچویں عرس مبارک ذوالحجہ 8 1438ھ اگست 2017 کے موقع پر عمل میں آرہی ہے۔

اولاً و مستھلاً عاجز مفتی اعظم استاذ الاساتذہ حضرت العلامہ مفتی محمد عظیم الدین صاحب نقشبندی مجددی قادری قبلہ دامت برکاتہم، صدر مفتی جامعہ نظامیہ کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ حضرت ہمیشہ کی طرح اپنے دعائیہ کلمات مبارکہ سے سرفراز فرمایا اور ہماری ہر لحاظ سے سرپرستی فرماتے رہتے ہیں۔ **امد اللہ حیاتہ للاسلام والمسلمین آمین بجاہ سید المرسلین**

اور عاجز برادران طریقت حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفی شریف صاحب، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ و حضرت مولانا حافظ و قاری سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ کا بھی مشکور ہے کہ باوجود بے پناہ مصروفیتوں کے اپنے تقاریظ سے کتاب کی زینت میں اضافہ کیا۔ سعادت اطوار ابوذکاء سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری نقشبندی، کیمبرج یونیورسٹی ریجنل کالج قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اصل کتاب کی تلخیص کرکے قارئین کی سہولت کا سامان فراہم کیا۔

برادر طریقت مولانا محمد منظور احمد صاحب نقشبندی قادری، کامل الحدیث جامعہ نظامیہ کا شکریہ ادا کرنے میں مسرت محسوس کررہا ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت سے اپنی علمی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے تصحیح کتابت و اضافت اول تا آخر بحسن خوبی انجام دیا۔

جناب سید عبدالمغنی ارشد صاحب نے کمپیوٹر کتاب سے اور جناب فہیم صاحب نے سرورق تحریر فرما کر کتاب کی زینت کو دوبالا کردیا۔ مخدوم زادہ سعداللہ خاں سلمہ، جناب غلام مبشر علی سلمہ، محمد اظہر خاں سلمہ، قاری سید شاہ سعداللہ بشیر انس سلمہ، کو دارین میں عافیت سے رکھے اور دین و دنیا، آخرت کی ہر قسم کی بھلائی عطا فرمائے اور ان اولیاء اکرام کا فیض ان سب پر جاری و ساری فرمائے۔ ۔فجزاھم اللہ خیر الجزاء (آمین بجاہ سید المرسلین)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی قادری عفی عنہ

عرض

از: حافظ وقاری مولانا ڈاکٹر محمد غوث ندوی،
بانی وصدر دارالعلوم الاسلامیہ بامریکا (کیلفیورنیا)

آشفتگانِ شوق کی منزل ہے یہ مقام
سرچشمۂ حجاز کا جاری ہے فیضِ عام

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

امابعد!

اس بندۂ عاجز پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی زندگی میں جن مقبول بندوں کو پایا، دیکھا اور استفادہ کیا اور بغیر استحقاق کے ان کی عنایت اور دل میں ان کی محبت جاگزیں ہوئی ان میں حضرت محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہ کی ذات بابرکات ہے جن کا تذکرہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ تذکرہ نہ صرف حیدرآباد، ہندوستان بلکہ عالم اسلامی کے ایک نامور عالم، فقیہ، محدث اور شیخِ طریقت کا تذکرہ ہے۔ آپ کی دینی خدمات کا ہر ایک معترف ہے۔ سارے اہلِ وطن کے دلوں میں آپ کا ایک خاص مقام ہے۔ امت مسلمہ آپ کی قومی اور دینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی یہ تذکرہ تاریخی بھی ہے اور موجودہ زمانہ کے لئے سبق بھی۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس تذکرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ معاصرین میں عالمِ عرب اور پاکستان کے نامور علماء اور مؤلفِ تذکرہ کے اساتذہ کے بھی حالات موجود ہیں اس طرح یہ تذکرہ چودھویں صدی ہجری کی علمی اور دینی تاریخ ہے تذکرہ کے مؤلف (اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عافیت سے رکھے) پروفیسر محمد عبدالستار خان نقشبندی وقادری، صاحب تذکرہ کے خلیفہ ہیں جنھوں نے حضرت محدث دکن قدس سرہ کی نامور عربی تصنیف زجاجۃ المصابیح کی طباعت میں حضرت کے ساتھ کام کیا ہے۔

مؤلف نے اس تالیف سے ایک ارادتمند کی حیثیت سے اپنا ایک فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کی ثقافتی تاریخ میں ایک فصلِ تازہ کا بھی اضافہ کیا ہے جو مؤلف کی ایک مستقل علمی یادگار رہے اور اس شعر کے مصداق ہے ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن

تا بماند نامِ نیکت برقرار

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت محدث دکن قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت مجھے سب سے پہلے ۴۷ سال قبل ۱۹۵۱ء میں ہوئی جبکہ میں جامعہ نظامیہ کے شعبۂ حفظ میں زیر تعلیم تھا اور دس سال کی عمر تھی۔ اور اسی وقت سے حضرت کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ جامعہ نظامیہ میں قیام کے دوران اکثر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتا۔ اپنی تعلیم کے سلسلہ میں مدراس، لکھنو میں تقریبا آٹھ سال گذارے اور جب ۱۹۶۳ء میں حیدرآباد واپس ہوا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر استفادہ کرتا رہا۔ وہ دن مجھے خوب یاد ہیں جب کہ حضرت تین مختلف موقعوں پر میرے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں تھیں۔ ایک حفظ کلام اللہ کی تکمیل جو

میرے والد ماجد علیہ الرحمہ کی درخواست پر فرمائی جو حضرت کے مرید بھی تھے۔ دوسری دعاء عالمِ دین بننے کی اور تیسری دعاء شادی کے سلسلہ میں نیک رشتہ کی الحمد للہ یہ سب دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں۔

میں آخر میں مؤلف تذکرہ فضیلۃ الاستاذ پروفیسر مولانا عبدالستار خان مدظلہ کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ موصوف نے صاحبِ دعوت وعزیمت حضرت محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات اور سیرت پیش کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ تذکرہ اپنے جلو میں بلند و بالا بصیرتوں اور حکمتوں کا سامان لئے ہوئے ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب قدر و عظمت کے ہاتھوں سے لی جائے گی اور عقیدت و محبت کی آنکھوں سے پڑھی جائے گی۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسر او

راقم

محمد غوث ندوی

دارالعلوم الاسلامیہ

بامریکا۔کیلیفورنیا۔

بروز یکشنبہ

۲۲ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ۔

۲۳ نومبر ۱۹۹۷ء

☆☆☆

وله الحمد

انتساب

اپنے والد مرحوم الحاج محمد اسماعیل خان داودزی

اور

والدۂ مرحومہ رقیہ بیگم نور اللہ مرقدہما

کے نام

اگرچہ میری والدۂ محترمہ نے میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے وفات پائی،
مگر مجھ میں اپنی والدۂ مرحومہ کے ذوق علمی کی باتیں سن کر حصول علم کا شعور بیدار رہوا۔
اور والد ماجد کی تربیت اور صحیح رہبری نے مجھے علم کی لگن سے نوازا

تربیت سے تیری، میں انجم کا ہم قسمت ہوا گھر میرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا
آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(ابوالفدا محمد عبدالستار خان داودزئی)

قطعۂ تاریخ تذکرۂ محدث دکن

از: ڈاکٹر خواجہ یعقوب عمر نور اللہ مرقدہ پروفیسر شعبۂ فارسی جامعۂ عثمانیہ

چلتا نہیں علم میں غرور نسبی　　ہر فتح وظفر، ہوئی نہ ہوگی کسبی
یہ ذکر ہے ذکر حضرت عبداللہ شاہ　　مشہور جہاں ہے جنکی عالی نسبی
تالیف ہے جن کی وہ ہیں عبدالستار　　مرشد کے لکھے جنہوں نے حالات سبھی
تاریخ جو پوچھی میں نے، ہاتف نے کہا
جا تذکرۂ محدث دکن ہے وہی
۱۹۹۳ء

قطعۂ تاریخ (فارسی)

در فنِ حدیث با کمال ویکتا　　اہلِ دل واہلِ حال واہلِ عقبیٰ
بود اسم گرامی حضرت عبداللہ شاہ　　درویش وز نقشبندیاں وابستہ
در ذات وصفات دی چگویم اے دل　　گفتند کہ بود بی مثال وہمتا
استادِ عربیّ مبین عبدالستار　　دانشور وعالم وحکیم ودانا
بر مرشدِ باکمال کردہ تحریر　　مبسوط کتاب خاص برجستہ
واللہ چہ کتاب کہ بعالم مثلش　　ہرگز نشود بہ جستجو ھم پیدا
این ’’تذکرۂ محدث دکن‘‘ ای ھمدم　　لاریب صحیفۂ بزرگ واعلیٰ
آمد ز دلم صدا بگو تاریخش
’’تالیفِ زرنگ وبے مثال وزیبا‘‘
۱۴۱۳ھ

قطعہ تاریخ برائے اشاعت

بموقع تیسرا ایڈیشن

تصنیف منیف حضرت الاستاذ ڈاکٹر محمد عبدالستار خان صاحب قبلہ

پروفیسر وصدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مقیم شکاگو امریکہ

محبوب تذکرۂ محدث دکن

۲۰۰۹ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

عمل کا ضابطہ مبسوط ہے سخن کی بیاض
مہکتا پھولتا شاداب علم دیں کا ریاض
عقیلؔ لکھو یہ تاریخ تابناک نفیس
عطا ہوئی ہے شمعِ نَوٗ طرفِ مَبدَاء فیّاض

۲۰۰۹ عیسوی

از کمال سعی ڈاکٹر عقیل ہاشمی
۱۴۳۰ ھجری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرف آغاز

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ذرے ذرے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
میرے معبود تیری پردہ نشینی ہے عجیب
دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب

چشمِ اعمی میں خورشید دیجور ہے
دیدۂ صاحب دید میں نور ہے
آنکھ والوں سے اے بے بصر پوچھ لے
میرا سرکار نُورٌ عَلٰی نُورٌ ہے

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

بندۂ عاجز ابوالفدا ءمحمد عبدالستار خان حنفی نقشبندی قادری عرض کرتا ہے کہ ایک عرصہ سے عاجز کی خواہش تھی کہ اپنے معلم روحانی، مہر طریقت، ماہ شریعت حضرت محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید شاہ عبداللہ شاہ نقشبندی وقادری کے مبارک احوال کو کتابی شکل میں جمع کروں۔ یہ عاجز اپنے فرزندِ دلبند محمد امان اللہ خان امجد سلمہ کے اصرار پر امریکہ پہونچا اور یہاں کافی فارغ اوقات ملے اور مواد بھی خوب ہی میسر ہوا تو الحمد للہ یہ کام شروع ہوا اور ثم الحمد للہ تکمیل کو پہونچا۔

اس مبارک تذکرہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس عاجز نے معاصرین میں عالمِ عرب اور پاکستان کے نامور علماء کے مبارک احوال بھی جمع کردیئے حیدرآباد کے معاصرین میں صرف اپنے اساتذہ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔

یہ عاجز شریعت اور طریقت کے غلاموں میں ایک ادنیٰ غلام ہے جس کی حیثیت اس تذکرہ میں اردودان طبقہ کے لئے ایک ذریعہ ابلاغ کے سوا کچھ نہیں۔

زبان میری ہے بات ان کی　　　ان ہی کی باتیں سنارہا ہوں

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس عاجز کے خون میں اپنے آباء واجداد کی نیکیوں کا پرتو ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس عاجز کے خاندان کے ایک بھائی نے ام المؤمنین بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا جو حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے سلسلۂ عالیہ کی دخترِ نیک اختر تھیں، ام المؤمنین نے فرمایا، ''بیٹا'' اور وہ بھائی صاحب ''اماں'' کہہ کر ام المؤمنین سے لپٹ گئے۔ ''واللہ اعلم بالصواب'' اس نسبت سے اکابر کے تذکرے اور بزرگوں کے حالات سے اس عاجز کی روح خود میں بالیدگی محسوس کرتی ہے۔

حیدرآباد کی مردم خیز سرزمین نے تمام شعبۂ حیات میں بڑے بڑے نابغۂ روزگار پیدا کئے ہیں۔ حضرت محدث دکن قدس سرہ ایسے صاحب کمال تھے جو اپنے عہد کی پہچان اور روحِ عصر کے ترجمان تھے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں:

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح، سب سے جدا، سب کا رفیق
مثلِ خورشیدِ سحر، فکر کی تابانی میں

بات میں سادہ وآزاد معانی میں دقیق

اس کے احوال سے محروم نہیں پیرانِ طریق

یہ عاجز اور وہ سارے احباب جن کا تعلق سرزمین حیدرآباد سے ہے، ہم سب کو جو کچھ ملا یہیں سے ملا۔ تو ہمارے حضرت کے تذکرہ کے ضمن میں شہر اور شہر والوں کا بھی ضرور تذکرہ آرہا ہے جس سے وطن کی بھی ایک خدمت مقصود ہے۔

فطرت نے سکھائی تھی ہم کو

افتاد یہاں، پرواز یہاں

گائے تھے وفا کے گیت یہاں

چھیڑا تھا جنوں کا ساز یہاں

یہ صفحات اس ناکارہ کے قلم سے لکھوادیئے گئے اور یہ بات دکھلا دی گئی کہ:

ان المقادیر اذا ساعدت

الحقت العاجز بالقادر

(یعنی جب تقدیر الٰہی مددگار ہوتی ہے تو بندۂ عاجز اور قاصر کو رب قادر اور قدیر سے وابستہ کردیتی ہے)

اس عاجز کا علم وعمل تو برائے نام تھا ہی اور ضعف وپیری نے رہا سہا بھی رخصت کردیا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کامل، جلیل القدر محدّث عالم ربانی، فقیہ زمانہ، مربی دوراں کی سوانح کا لکھنا ایک بڑی جسارت تھی، البتہ اطمینان اس بات پر تھا کہ اپنی کوئی چیز نہیں، واقعات اور حالات کو بیان کردینا ساری محنت کا حاصل تھا۔ اور اس امید پر کہ

ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کے وابستگان اور اہلِ ذوق حضرات کو نفع پہونچے اور اس احقر کے لئے زادِ آخرت بن جائے۔ مؤرخین با کمال، سوانح نگار اور محققین علماء اپنی علمی تحقیقات کے کمالات دکھاتے ہیں اور اس عاجز، قاصر، ناکارہ نے اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائگی کو اس پردہ میں چھپایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر سے اپنی کرم گستری اور ستاری سے اپنا شایان شان معاملہ فرمائیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اور اس ناکارہ کی اس خدمت کو قبول فرماویں جس میں علمی با کمال کا تو کوئی شائبہ نہیں البتہ اپنے کو تھکانا ضرور ہے۔ اور یہ بھی ربّ العزت کی توفیق رفیق سے میسر ہوا۔ ورنہ ایک قدم چلنے کی بھی کیا مجال تھی اللہ تعالیٰ اس عاجز کے تھکنے پر نظر فرمائیں، اور اس عاجز کی کوتاہیوں کو جو اس مبارک تذکرہ کے حقوق ادا کرنے میں ہوئی ہیں معاف فرما کر شرف قبولیت عطا فرمائیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

نہ بحرف ساختہ سرخوشم بہ نہ نقشِ بستہ مشوّشم
نفسے بیادتو می زنم چہ عبارت وچہ معانیم
الٰہی تابہ ابد آستان یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

ابوالفداء محمد عبدالستار خان نقشبندی قادری
پروفیسر وسابق صدر شعبہ عربی، جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد
(انڈیا)

پنجشنبہ
۲۹ / جمادی الاخری ۱۴۱۶ھ
۲۳ / نومبر ۱۹۹۵ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

(از: حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی علیہ الرحمۃ)

تذکرۂ حضرت محدث دکن (قدس سرہ)

تالیف مولانا عبدالستار خان

ابوالفداء مولانا محمد عبدالستار خان فرزند جناب محمد اسماعیل خان، ساکن شکر گنج، حیدرآباد صدر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی نے یہ مبارک کتاب اپنے پیرومرشد مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ فرزند حضرت مولانا حافظ سید مظفر حسین کے مبارک احوال میں لکھی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نے تقریباً دس کتابیں اردو میں لکھی ہیں اور ایک کتاب عربی میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کا نام زجاجۃ المصابیح ہے۔ یہ کتاب آپ نے مشکاۃ المصابیح کے طرز پر حنفی مذہب کے استدلال کے واسطے لکھی ہے۔ اس میں قطعاً اختلاف نہیں ہے کہ ایسی کتاب ایک ہزار سال سے علماء احناف نہیں لکھ سکے ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے کہ ایک ہزار برس سے حنفیوں کے کندھوں پر جو قرض تھا، اس کو اس

ف: واضح باد کہ یہ ابتدائیہ حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز کی آخری ملاقات جو ۱۰ مئی سے ۱۳ مئی ۱۹۹۳ کے قیامِ خانقاہ شریف حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی قدس سرہ میں ہوئی ارقام فرمایا۔ حضرت مولانا زید علیہ الرحمہ نے پنجشنبہ صبح ساڑھے نو بجے ۱۶ جمادی الآخر ۱۴۱۴ھ م ۲ دسمبر ۱۹۹۳ خانقاہ شریف میں داعی اجل کو لبیک فرمایا اور بعد نماز مغرب اندرون خانقاہ شریف تدفین عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حیدرآبادی فاضل نے اتارا ہے۔ اس کتاب کے درس کو مولانا ابوالوفاء قندہاری نے جاری فرمایا ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں میں چھپی ہے اور مقبول خلائق ہوئی ہے۔

حضرت کی حیات میں اس مبارک کتاب کا اردو میں ترجمہ شروع ہوا۔ اور آپ نے چار مستند اہل علم کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کریں ان چار افراد کے نام یہ ہیں:

۱} مولانا محمد منیر الدین صاحب، شیخ الادب جامعہ نظامیہ

۲} مولانا محمد عبدالستار خان صاحب، استاذ عربی جامعہ عثمانیہ

۳} جناب سید غلام جیلانی صاحب، سرشتہ دار عدالت عالیہ، حیدرآباد

۴} صاحبزادہ میر لطف علی خان صاحب

ان چار حضرات کی کوششوں سے حضرت مؤلف کی حیات اور سرپرستی میں چار جلدیں ترجمہ کی شائع ہوئی ہیں جو کہ بنام نور المصابیح چھپی ہیں، اور حضرت مؤلف کے بعد مزید پانچ حصوں کا ترجمہ ہوا ہے بظاہر آٹھ حصے ترجمہ کے چھپ چکے ہیں اور نویں حصے کا مسودہ تیار ہے، بظاہر ان نو حصوں سے عربی کی آدھی کتاب کا ترجمہ ہوا ہے، اور ترجمہ کرنے والوں میں سے تین افراد رحلت فرما چکے ہیں اور اب مولانا عبدالستار خان صاحب کی مدد

مولانا نے دلی میں تحصیل علوم کے بعد جامع ازہر مصر میں داخل ہو کر فراغت حاصل فرمائی۔ آپ ایک پہلو دار شخصیت کے حامل تھے۔ شریعت اور طریقت کے سرتاج، دین اور مذہب کے ماہر، محدث، فقیہ، سخن شناس اور عظیم سخنور تھے، آپ کی چھوٹی اور بڑی تالیفات کی جملہ تعداد (۲۴) ہے، آپ کا کتب خانہ مطبوعات کے علاوہ نایاب مخطوطات کا نادر خزینہ ہے اور تحقیقی کام کرنے والے اساتذہ اور طلبہ آپ کے ان نوادر سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس عاجز کے پیرو مرشد کی وفات کے بعد، حضرت کی اس عاجز پر سرپرستی بڑی برکات کا باعث رہی ہے۔

ابوالفداء غفرلہ ۱۲۔

دو افراد کررہے ہیں:

۱} مولوی سید احمد علی، فاضل جامعۂ عثمانیہ

۲} پروفیسر غلام محمد نور اللہ مرقدہ، صدر شعبۂ عربی جامعۂ عثمانیہ(۱)

اس کتاب کے متعلق جو واقعہ عاجز سے ظاہر ہوا ہے اس کو بیان کیا جاتا ہے:

تقریباً دو یا تین سال ہوتے ہیں کہ عاجز نے افغانستان کی علماء اعلام کو اس کتاب سے آگاہ کیا اور ان سے کہا کہ اس زجاجۃ المصابیح نے علماء حنفیہ کو مشکاۃ المصابیح سے بے نیاز کردیا ہے، اگر تم اس کتاب کو چھپوالو اور یہ کتاب علماء کرام کے مطالعہ میں آجائے تو بہت بہتر ہوگا۔ عاجز یہ بات کہہ کر دہلی آگیا اور دوسرے سال جب کوئٹہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ علماء کرام نے یہ کتاب چھپوالی ہے اور افغانستان میں وہ مقبول خلائق ہوئی ہے۔

عاجز کی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے اور علمائے احناف اپنے مسلک پر قائم رہیں۔ **وفقنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ لرضائہ والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔**

شنبہ ۱۸/ذی القعدۃ الحرام ۱۴۱۳ھ۔ ۱۱ مئی ۱۹۹۳۔

زید ابوالحسن فاروقی

---

(۱) ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے بعد فراغت حج اور زیارت ۲۲/جون ۱۹۹۳ء کو حیدرآباد میں انتقال فرمایا اور نقشبندی چمن واقع مصری گنج احاطہ حضرت محدث دکن قدس سرہ میں دفن ہوئے۔ احیاء المعارف النعمانیہ (حیدرآباد) جس کو حضرۃ الاستاذ فقیہ عصر مولانا ابوالوفا افغانی قدس سرہ نے قائم فرمایا تھا کے رکن رکین تھے۔ رحمہ اللہ۔

وغفرلہ ۱۲ ابوالفداء غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُقَدِّمَہ

از: مولانا عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور پاکستان

نحمدہ و نصلی و نُسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کائنات کا تمام نظام مشیت ایزدی کے تابع ہے جو شخص بھی کوئی اچھا کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی اس کے شامل حال ہوتی ہے، اس نے کسی کو حدیث کی خدمت کے لئے پیدا کیا، کسی کو تفسیر کی خدمت کی توفیق بخشی، کسی کو فقہ کی تدوین واشاعت کا اعزاز بخشا، ہمارے ائمہ احناف کی توجہ زیادہ تر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے مسائل فقہ کے استنباط اور استخراج کی طرف رہی اور یہ بدیہی بات ہے کہ قرآن وحدیث کے علم کے بغیر دینی مسائل کا استنباط نہیں ہوسکتا، علم فقہ ادلۂ اربعہ (کتاب، سنت، اجماع اور قیاس) سے حاصل کئے جانے والے مسائل کے مرتب مجموعے کا ہی نام ہے۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہ (۱۵۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ احادیث کا مجموعہ جامع المسانید کے نام سے دستیاب ہے، امام محمد بن حسن شیبانی (۱۸۹ھ) کی تصانیف مؤطا امام محمد اور کتاب ال آثار معروف ومشہور ہیں، امام طحاوی کی شرح معانی ال آثار بڑی اہمیت کی حامل ہے، امام علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ بدرالدین عینی نے

بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری اور دیگر تصانیف میں، حضرت ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں، امام احمد رضا بریلوی نے فتاویٰ رضویہ کتاب وسنت کی روشنی میں فقہ حنفی کی بھرپور تائید وتوثیق کی ہے، علامہ زبیدی نے عقود الجواہر المنیفہ میں حدیث کی مشہور کتابوں سے احناف کے دلائل جمع کردئے ہیں، ماضی قریب میں امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ اور شاگرد ملک العلماء مولانا علامہ محمد ظفر الدین بہاری نے چھ جلدوں میں صحیح البہاری کے نام سے عظیم الشان کتاب لکھی جس میں تقریباً پچاس ہزار احادیث جمع کردی گئی ہیں۔ مسلک اہل سنت وجماعت اور مذہب حنفی کے دلائل کا شاندار مجموعہ ہے، لیکن افسوس کہ اس کی صرف ایک جلد چھپ سکی ہے جو کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوۃ پر مشتمل ہے۔

دینی مدارس میں عرصہ دراز سے مشکوۃ المصابیح پڑھائی جارہی ہے جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے بڑی اہم کتاب ہے، چونکہ مشکوٰۃ اور مصابیح کے مصنف شافعی ہیں، اس لئے اختلافی مقامات پر وہی احادیث لائے ہیں جن سے حضرات شافعیہ استدلال کرتے ہیں، یہ ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ طلباء کو پڑھانے کے لئے مشکوۃ شریف کے انداز پر ایک کتاب لکھی جائے جس میں وہ احادیث جمع کردی جائیں جن سے فقہائے احناف استدلال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت محدث دکن، حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری رحمہ اللہ کو عطا فرمائی، انہوں نے زجاجۃ المصابیح کے نام سے تقریباً اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل پانچ جلدوں میں کتاب تصنیف فرمائی جسے حنفی مشکوۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کتاب کو دینی مدارس کے نصاب

میں شامل کیا جائے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے خوشی کی بات یہ ہے کہ فرید بک اسٹال لاہور کی طرف سے یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی جارہی ہے، اس کتاب کی اشاعت سے اہلِ علم قارئین کو پتہ چلے گا کہ فقہ حنفی کس قدر مضبوط دلائل کی بنیاد پر استوار ہے۔

علامہ عبدالفتاح ابوغدہ، ملک شام کے شہر حلب کے رہنے والے اور علامہ زاہد الکوثری کے شاگرد ہیں، انہوں نے حج کے موقع پر زجاجہ کی پہلی جلد دیکھی تو حضرت مصنف کو مکتوب ارسال کیا، جس میں انہوں نے لکھا:

''مجھے یہاں حضرت والا کی تصنیف منیف زجاجۃ المصابیح کی جلد اول دستیاب ہوئی، جس کی وجہ سے میری بصر اور بصیرت دونوں روشن ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیش بہا نعمت سے جو نوازا ہے اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر پر اسلام اور حضرات احناف کی طرف سے جزاءِ خیر عطا فرمائے''۔

۱۴ رمحرم الحرام ۱۳۷۷ھ۔ الفقیر الی اللہ۔عبدالفتاح ابوغدہ

ISLAMIC RESEARCH CENTRE

فقیہ ہرات مولانا ابونصر محمد اعظم برنابادی، زجاجہ کی دو جلدوں کا مطالعہ کر چکے تھے تیسری جلد کے وصول ہونے پر انہوں نے اظہار مسرت کرتے ہوئے لکھا:

''زجاجہ کی دو جلدوں کی تدریس نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور اب تیسری جلد کی وصولی میرے دل کی کشادگی اور شرح صدر کا سبب بن رہی ہے، یہ کتاب درحقیقت صحیح ترین احادیث کا ذخیرہ ہے، مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ مجھے ایسا بحرِ ذخّار حاصل ہو گیا ہے جو میرے لئے بالکل کافی ہے، احناف کے لئے واضح حجت ہے، جہالت اور تنقید کی بیماریوں کے لئے قانون ہے اور مذہب حنفی کی توثیق میں جواب قاطع ہے۔ اللہ مؤلف اور اس کتاب

کی طباعت اور اشاعت میں مدد کرنے والوں کو جزاء خیر مرحمت فرمائے‘‘۔(آمین)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی (دہلوی) نے اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا:

’’مصابیح ہو یا مشکاۃ ان کے مؤلف شافعی ہیں اور جن کتابوں سے مصابیح اور مشکاۃ کی تالیف ہوئی ہے وہ شوافع ہیں لہذا ان میں حضرت امام عالی مقام امام ابوحنیفہ کی ایک روایت کا بھی ذکر نہیں۔ ہمارے علماءِ احناف نے ان کتابوں کی شرح یا حاشیہ لکھ کر حنفی مذہب کے استدلالات لکھے ہیں۔ ۷۳۷ھ سے ۱۳۶۸ھ تک احناف کسمپرسی کی حالت میں رہے، مرقات، لمعات اور اشعۃ اللمعات کو ہر شخص خرید نہیں سکتا۔ وہابیت اور غیر مقلدی کے اسباب پوری طرح اثر انداز ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے محدث دکن کو توفیق دی کہ وہ حنفی مذہب کے استدلالات احادیث شریفہ کی مستند کتابوں سے جمع کریں۔ تقریباً بیس سال سے یہ کتاب عاجز کے پاس ہے اور جب بھی اس کتاب کو دیکھتا ہے محدث دکن کے لئے دعائے خیر کرتا ہے قدس اللہ سرہ نور ضریحہ‘‘۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

سات سو سال سے جس شیء کی تمنا احناف کو تھی اللہ کے لطف و کرم سے اب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ حضرت محدث دکن نے وہ کام کیا جو سات سو سال سے کوئی حنفی نہیں کر سکا۔ اس کتاب کی اشاعت سے غیر مقلدی اور وہابیت کے اثرات پھیلنے سے انشاء اللہ بند ہو جائیں گے۔ عاجز نے مختصر طور پر چند سطریں لکھ دی ہیں۔ علماء کرام اس کتاب کو دیکھیں اور مدارسِ عربیہ میں اس کو داخل نصاب کریں۔ وفقنی اللہ وایاھم لما یحبہ و یرضاہ۔

چہار شنبہ صفر ۱۱ ۱۴ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۹۰ء۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری کی ولادت باسعادت دس ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۶ء بروز جمعہ حیدرآباد دکن میں ہوئی، اسی سال حیدرآباد کے مشہور جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔آپ کا سلسلۂ نسب چوالیس واسطوں سے امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔آپ کے جداعلیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر حجاز سے مقدس بیجاپور، ہندوستان تشریف لائے، عادل شاہی دور میں شاہی فرمان کے مطابق تعلقہ نلدرگ، ضلع عثمان آباد مہاراشٹرا میں قیام پذیر رہے، آپ کے والد ماجد مولانا حافظ سید مظفر حسین نقشبندی (۱) حیدرآباد دکن میں منتقل ہوگئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔

یوں تو اس وقت حیدرآباد دکن اسلامی علوم و معارف کا مرکز تھا، ہر شہر اور گاؤں میں اولیاء کرام، علماء فقہاء اور شعراء موجود تھے۔حضرت علامہ کا خانوادہ بھی علمی، دینی اور روحانی اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔آپ کے والد ماجد نہ صرف عالم وفاضل تھے بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مسکین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۴ھ) کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت شہزادہ قادری المعروف ہونٹ کٹے شاہ کی صاحبزادی اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔

---

(۱) مولانا حافظ سید مظفر حسین نقشبندی (۱۳۵۳ھ) عالم، محدث، فقیہ صوفی، تحصیل علوم کے بعد دفتر معتمدی حکومت آصفیہ میں ملازمت اختیار فرمائی۔حیدرآباد کی ایک مجذوبہ کے تصرف سے منصب بھی جاری ہوئی جو ہمارے حضرت محدث دکن پر بھی جاری رہی۔آپ طریقت میں حیدرآباد کے معروف شیخ حضرت مسکین شاہ قدس اللہ سرہ کے مجاز تھے۔شاہ راجو قتال حسینی نبیرہ حضرت خواجہ بندۂ نواز قدس سرہ کے احاطہ واقع بیرون فتح دروازہ جانب شمال اپنے چند اقرباء کے ساتھ آرام فرما ہیں۔نور اللہ مضاجعہم۔ابوالفداء غفرلہ ۱۲

حضرت علامہ سید عبداللہ شاہ کی تعلیم وتربیت کا آغاز بڑے اہتمام سے ہوا، عالم ربانی محب رسول مقبول حضرت عاقبت شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ شریف پڑھائی حیدرآباد کے مشہور فضلاء سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، آپ کے چند اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔شیخ الاسلام،فضیلت جنگ مولانا انواراللہ خاں فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ،حیدآباد دکن

۲۔مولانا منصور علی خاں

۳۔مولانا حبیب الرحمن بیدل سہارنپوری

۴۔مولانا محمد یٰسین

۵۔مولانا حکیم عبدالرحمن سہارنپوری

آخرالذکر بزرگ کے واسطے سے آپ کی سند حدیث شاہ محمد اسحاق دہلوی تک پہنچتی ہے۔حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر سید محمد بادشاہ بخاری کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور شرف خلافت سے مشرف ہوئے۔آپ کے مرشد گرامی حضرت شاہ سعداللہ کے مرید اور خلیفہ تھے،حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا سعداللہ تم دکن جاؤ،شاہ سعداللہ،حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی کے مرید اور شاہ ابوسعید مجددی کے خلیفہ تھے۔رحمہم اللہ تعالی۔شریعت وطریقت کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نے تمام زندگی مسجد علی آقا حسینی علم،حیدرآباد میں مخلوقِ خدا کی رہنمائی اور علوم دینیہ کی خدمت میں گزاردی۔

حضرت علامہ سید عبداللہ شاہ،صحیح معنوں میں یادگار اسلاف تھے،اتباع سنت میں راسخ قدم تھے،پانچوں وقت نماز کی خود امامت فرماتے،نماز فجر کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ حلقۂ ذکر

قائم کرتے ،اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتے ،حزب اعظم کی دعاؤں کا ورد کرتے ، نماز اشراق ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے ، ناشتہ کے بعد ظہر تک خواتین کو تلقین کرتے ،بعض خواتین حلقہ ارادت میں داخل ہوتیں ،نماز ظہر کے لئے مسجد میں آتے تو رات بارہ بجے کے بعد واپس گھر تشریف لے جاتے ، اس دوران عقیدت مند حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے۔ رمضان المبارک میں خاص اہتمام فرماتے ، پیرانہ سالی کے باوجود باقاعدہ روزہ رکھتے ،تراویح ادا کرتے ،نماز تہجد میں ختم قرآن پاک کا اہتمام کرتے اور آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت وریاضت کے ذوق کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی بہترین ملکہ عطا فرمایا تھا۔عربی ، فارسی اور اردو پر یکساں قدرت رکھتے تھے،تحریر اتنی سلیس اور شگفتہ تھی کہ معمولی پڑھا ہوا آدمی بھی ان کے بیان کردہ مطالب کو سمجھ لیتا ہے، ان کی تصانیف درج ذیل ہیں:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۱} زجاجۃ المصابیح (عربی) پانچ جلدوں میں ہندوستان اور پاکستان سے چھپ چکی ہے۔اس کا مختصر تعارف اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے،اس کے اردو ترجمہ کی آٹھ جلدیں چھپ چکی ہیں، ابھی نصف کتاب کا ترجمہ ہونے والا ہے۔(الحمدللہ اب زجاجۃ المصابیح کی پانچ جلدوں کا مکمل اردو ترجمہ بنام نورالمصابیح چھپ چکا ہے اور دستیاب ہے)

۲} سلوک مجددیہ۔سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک پر اہم کتاب

۳} یوسف نامہ (گلدستہ طریقت) تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام

۴} گلزار اولیاء۔تذکرۂ اولیاء نقشبندیہ

۵} فضائل نماز

٦} علاج السالکین

۷} کتاب المحبۃ

۸} میلادنامہ

۹} معراج نامہ

۱۰} شہادت نامہ

۱۱} مواعظ حسنہ۔ دوجلدیں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں، بڑے صاحبزادے مولانا ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت کے جانشین تھے ۱۹۹۲ء کے آخر میں وصال فرماگئے، ان کے جنازہ میں تقریباً دولاکھ افراد نے شرکت کی، دوسرے صاحبزادے میاں سید احمد صاحب مہاراشٹرا (انڈیا) میں مقیم ہیں، تیسرے صاحبزادے میاں سید حبیب اللہ قادری رحمہ اللہ تھے، چوتھے صاحبزادے میاں سید شاہ رحمت اللہ قادری ایم۔اے عثمانیہ، حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں۔

شیخ طریقت محدث دکن نے درج ذیل حضرات کوخلافت واجازت سے سرفراز فرمایا:

۱۔ مولانا ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (فرزند اکبر)

۲۔ مولانا سید رحمت اللہ شاہ (فرزند اصغر)

۳۔ مولانا سید عبدالرؤف رحمہ اللہ (خواہرزادہ اور داماد)

۴۔ حضرت سید غلام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(مدفون اورنگ آباد، احاطہ حضرت شاہ سراج رحمۃ اللہ علیہ)

۵۔حضرت حافظ صدیق حسین رحمہ اللہ تعالیٰ

۶۔جناب صاحبزادہ میر لطف علی خان رحمہ اللہ تعالیٰ

۷۔جناب عبدالرزاق امام وخطیب مسجد شہامت جنگ،موسیٰ باؤلی حیدرآباد

۸۔پروفیسر (ڈاکٹر) محمد عبدالستار خان،
سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

محدث دکن حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ ۲۷/اگسٹ ۱۹۶۴ء بروز جمعرات بوقت اشراق ہوا، آخری آرامگاہ مصری گنج، حیدرآباد دکن نقشبندی چمن میں ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالستار خان نقشبندی قادری:

درج ذیل سطور میں ڈاکٹر صاحب کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے، اس کی دو وجہیں ہیں:

ا}......محدث دکن کی قابل قدر تصنیف زجاجۃ المصابیح کی طباعت واشاعت میں ان کا بڑا حصہ ہے، عربی ایڈیشن کی طباعت کے وقت انہوں نے دو مرتبہ پوری کتاب اپنے مرشد گرامی کو سنائی، تیسری بار اپنے استاذ محترم مولانا ابوالوفاء افغانی کو سنائی۔ پانچویں جلد کے باب مناقب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچے تھے کہ علامہ افغانی علیل ہوگئے اور ۱۳ رجب ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں ان کا وصال ہوگیا، ڈاکٹر صاحب نے حیدرآباد شہر کی ایک مسجد میں ہر اتوار کو اس کتاب کا درس دینا شروع کیا اور اس طرح تیسرا دور بھی مکمل ہوگیا۔

پھر مولانا منیر الدین شیخ الادب جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن نے ترجمہ کی پہلی دو جلدیں نور المصابیح کے نام سے تکمیل کیں تو اس پر نظر ثانی کا کام بھی ڈاکٹر صاحب اور چند دیگر

حضرات نے انجام دیا۔ اب تک اردو ترجمہ کی آٹھ جلدیں چھپ چکی ہیں ان میں بھی ڈاکٹر صاحب کا حصہ ہے، جناب سید خلیل اللہ صاحب مقیم شکاگو نور المصابیح کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں کی تحریک پر ہی فرید بک اسٹال لاہور کی طرف سے زجاجۃ المصابیح اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی جارہی ہے، ہمارے فاضل دوست مولانا حافظ سید اقبال عربی اور اس کے سامنے اردو ترجمہ کی ترتیب اور بعض مقامات پر ضروری حواشی کا کام انجام دے رہے ہیں، اس سلسلے میں جناب سید جنید ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں، امید واثق ہے کہ ارباب علم، جناب سید اعجاز احمد، مالک فرید بک اسٹال، لاہور کے اس کارنامے کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اس مختصر تفصیل سے قارئین کرام کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے مرشد گرامی اور ان کی تصنیف زجاجہ کے ساتھ کس قدر والہانہ لگاؤ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرید صادق کو اپنے مرشد کامل متبع شریعت کے ساتھ ایسی ہی عقیدت ہونی چاہئے کہ وہ فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچ جائے۔ تب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار کے دروازے کھلتے ہیں۔

۲}......ڈاکٹر محمد عبدالستار خان کی اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت اور محبت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مرشد کا تفصیلی تذکرہ مرتب کیا ہے، جو واقعی انہیں ہی لکھنا چاہئے تھا، اس تذکرہ میں انہوں نے محدث دکن حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاندانی پس منظر، سوانح حیات، تحصیل علم، بیعت وسلوک، اجازت وخلافت، شب وروز کے معمولات، سوز وگداز، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واطاعت، مسلک اہل سنت اور فقہ حنفی کی خدمات جلیلہ، تبلیغ دین اور رشد وہدایت، اولاد امجاد اور خلفاء

ومریدین کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور اس طرح بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے شیخ طریقت، محدث دکن کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کا ذریعہ فراہم کر دیا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا مختصر تذکرہ بھی ہدیہ قارئین کر دیا جائے۔

ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں ۱۲۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء (۱۳۴۳ھ) کو حیدر آباد دکن سے اٹھارہ میل دور ایک گاؤں میسرم میں پیدا ہوئے، ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں ابن محمد اسماعیل خان ابن محمد بسم اللہ خان ابن ابراہیم خان ابن بڑے خان۔

ان کے جدّ اعلی بڑے خان، قندھار، افغانستان سے سلطنت آصفیہ کے قیام کے کچھ عرصہ بعد حیدر آباد دکن آکر میسرم گاؤں میں قیام پذیر ہوئے۔ یہیں ڈاکٹر صاحب کی ولادت ہوئی، بچپن میں گھریلو ماحول اسلامی آداب اور مشرقی تہذیب وتربیت کے رنگ میں رنگا ہوا ملا، اسکول سے لیکر یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد جامعہ عثمانیہ کے استاذ مقرر ہوئے یہاں تک کہ شعبۂ عربی کے صدر رہے۔ لیکن دیکھنے سے وہ کسی طرح کالج یا یونیورسٹی کے پروفیسر دکھائی نہیں دیتے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق داڑھی، سر پر عمامہ، پابند صوم وصلوٰۃ، بزرگان دین کے ساتھ عقیدت، مزاج میں سادگی اور دھیما پن، حسنِ اخلاق سے آراستہ، تبلیغِ دین کے جذبے سے سرشار، مرشدِ گرامی کے انتہائی عقیدت مند، حنفیت کے دلدادہ، زجاجۃ المصابیح کی اشاعت اور اس کے اردو اور انگریزی ترجمہ کے لئے دن رات فکر مند، گزشتہ سال (۱۹۹۱ء) حج وزیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد لاہور تشریف لائے تو خاص طور پر داتا گنج بخش اور حضرت میاں میر قدس سرہ کے

مزارات پر اہتمام سے حاضری دی۔

ان کی شخصیت کی تعمیر میں پہلے تو گھر کے دینی ماحول کا دخل ہے پھر انہیں ایسے اساتذہ اور مشائخ ملے جن کی تعلیم وتربیت کا ان پر گہرا اثر ہے، حکومتی تعلیم کے دور میں ہی حضرت قاری حافظ مولانا عبدالرحمن حمومی شیخ القرآءت والتجوید جامعہ نظامیہ اور حافظ قاری ولی اللہ شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ سے قراءتِ عشرہ کی تعلیم حاصل کی، ابھی میٹرک تک تعلیم مکمل نہیں کی تھی کہ ۱۹۴۰ء میں محدث دکن مولانا سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے اور ان سے ذکر الٰہی کی دولت حاصل کی، ان کے علاوہ علامہ ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۹۷۵ء) سے علمی استفادہ کیا۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ مولانا جمیل الدین احمد کی خدمت میں بھی حاضری دیتے رہے اور حضرت سید قدرت اللہ شاہ قادری سے بھی روحانی استفادہ کرتے رہے۔

ڈاکٹر صاحب کے چند معروف اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا حافظ سید مقصود علی خیرآبادی (شاگرد علامہ عبدالحق خیرآبادی)

۲۔ پروفیسر سید مناظر احسن گیلانی

۳۔ مولانا محمد عبدالباری ندوی

۴۔ مولانا سید ابراہیم ادیب حیدرآبادی

۵۔ پروفیسر محمد عبدالحق صدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ

۶۔ مولانا سید نبی، مؤلف منہاج العربیہ

۷۔ مولانا سید عثمان جعفری الہ آبادی

۸۔ پروفیسر محمد عبدالمعید خاں صدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ

۹۔ مولانا سید فرید پاشاہ قادری

۱۰۔ جناب مولوی سعادت اللہ خان مندوزی

۱۱۔ جناب عبدالستار سبحانی پرنسپل فوقانیہ، دارالعلوم حیدرآباد

۱۲۔ مولانا محمد حسام الدین فاضل

۱۳۔ مولوی غوث الدین وغیرہم

ڈاکٹر صاحب کی اہل اللہ سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ جہاں سے انہیں روحانی فیض ملا حاصل کیا۔ مرشد گرامی کے وصال کے بعد دہلی کے مجددی سلسلہ کے بزرگ مولانا ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۳ء) سے وابستہ رہے اور اکتساب فیض کیا۔ آج کل ڈاکٹر صاحب اپنے صاحبزادے امان اللہ خاں امجد کے پاس شکاگو، امریکہ میں مقیم ہیں اور شکاگو میں دینی سرگرمیاں جاری رکھی ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور دینِ متین کی بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۶؍شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ

۲۹؍جنوری ۱۹۹۳ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ نظامیہ رضویہ،

لاہور (پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیــش گفتــار

از: پروفیسر نثار احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی دہلی

قدیم داستان کا ہیرو حاتم طائی جن سات سوالوں کا جواب لینے کے لئے ہفت خواں طے کرتا ہے ان میں سے ایک رمزیہ تھا کہ ''ایک بار دیکھا ہے دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے''۔ میرے لئے اس پہیلی کا جواب حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی محدث دکن قدس اللہ سرہٗ العزیز کی مقدس اور بابرکت شخصیت ہے۔ میں نے حضرت کو غالباً جون ۱۹۵۹ء میں پہلی اور آخری بار دیکھا تھا۔ محترم پروفیسر عبدالستار خان مدظلہ العالی حضرت کو لے کر آئے تھے۔ میرے ماموں زبدۃ الحکماء حکیم شبیہ احمد چشتی صابری ہادوی رحمۃ اللہ علیہ (مددگار ناظم محکمہ طبابت یونانی) مرض الموت میں مبتلا تھے۔ انھیں بھی حضرت محدث دکن سے دلی محبت اور عقیدت تھی انہوں نے حضرت کی خدمت میں درخواست بھیجی تھی کہ تشریف لائیں اور دعا فرمائیں۔ حضرت محدث دکن کوٹلہ عالیجاہ، کوچہ شادی لال میں تشریف لائے تھے۔ مولانا عبدالستار خان صاحب شروانی میں ملبوس، کندھے پر رومال پڑا ہوا، نہایت مستعدی کے ساتھ حضرت کی خدمت فرما رہے تھے۔ اس کو آج ۳۷ سال ہوگئے ہیں مگر حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ کا فرشتوں جیسا نورانی چہرہ آج بھی نگاہوں کے سامنے ہے۔ انھیں دیکھ کر واقعی اللہ یاد آتا تھا، اور بے ساختہ ان کی قدمبوسی کو دل چاہتا تھا۔ حضرت کچھ دیر تک میرے ماموں صاحب مرحوم کے پاس رہے، دعائیں پڑھیں، نصیحت کی، فاتحہ خوانی کی اور تشریف لے گئے۔

اس دن کے بعد سے برابر یہ تمنا رہی کہ حضرت کی قدم بوسی کا شرف دوبارہ حاصل ہومگر یہ سعادت پھر نصیب نہ ہوسکی تا آنکہ ۱۹۶۴ء میں حضرت کا وصال ہوگیا۔

حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ کی مبارک ذات حیدرآباد کے لئے ہی نہیں تمام ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے لئے آیہ رحمت تھی۔انہوں نے اپنی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ خلق خدا کی ہدایت وارشاد میں اپنے رب کی عبادت اور ذکر وفکر میں اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اوراحادیث نبوی کی خدمت واشاعت میں صرف کیا۔ایسے نفوس قدسیہ کس علاقے اور کس زمانے میں اللہ کی خاص عنایت اور بندوں پراس کی رحمت کا مظہر ہوا کرتے ہیں۔حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ علیہ الرحمہ فقیہ صوفی تھے اور حضرت خواجہ گیسودراز علیہ الرحمہ نے جوامع الکلم میں فرمایا ہے کہ ’’فقیہ صوفی‘‘ کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے یعنی بہت کمیاب ہوتا ہے وہ اپنے عہد کے ممتاز محدث بھی تھے انہوں نے زجاجۃ المصابیح جیسی اہم کتاب پانچ جلدوں میں مرتب فرما کر علم حدیث نبوی کے ذخیرے میں نہایت قابل قدر اضافہ کیا ہے خصوصاً مسلک حنفی کے ماننے والوں کے لئے یہ کتاب دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ نقشبندی سلسلے کے نہایت ممتاز بزرگ بھی تھے انہوں نے ہزاروں بندگانِ خدا کی روحانی تربیت کی اوران کے نفوس کا تزکیہ وتجلیہ فرمایا۔سلوک وتصوف کے اہم موضوعات پرانہوں نے نہایت قابل قدر کتابیں بھی لکھیں جوایک صوفی باصفا کے مطالعہ اور مشاہدے پر مبنی ہیں اور جن کی روشنی میں سلوک نقشبندیہ کے اسرار ورموز تک ہماری رہنمائی ہوسکتی ہے۔

مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالستار خان صاحب زید مجدہ ومتع اللہ المسلمین بطول حیاتہ بڑے خوش قسمت ہیں کہ انہیں اساتذہ بھی نہایت جلیل القدر ملے اور انہوں نے حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندی قدس سرہ جیسا مرشد کامل بھی پایا اور ان کے فیوض باطنی سے بہرہ ور ہوئے، انہیں یہ سعادت بھی ملی کہ حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ کا تذکرہ مرتب فرمائیں ان کے سوا یہ کام ایسے سلیقے اور ذوق وشوق سے دوسرا کوئی نہیں کرسکتا تھا۔شاید اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی خدمت کے لئے امریکہ بھیجا تھا کہ یہاں دین کی تعلیم دیں، نقشبندی سلسلے کی اشاعت کریں اور اپنے پیرومرشد علیہ الرحمہ کا تذکرہ لکھیں۔الحمدللہ کہ یہ سب کام بہ حسن وخوبی ہوئے اور ہورہے ہیں۔جب مولانا عبدالستار خان صاحب مدظلہ امریکہ آرہے تھے تو دہلی میں راقم الحروف سے ملے تھے، میں نے اسی وقت یہ عرض کیا تھا کہ آپ امریکہ جاکر خانقاہ قائم کریں اور اپنے سلسلے کی اشاعت کریں کیونکہ نہایت مکار اور بدکار لوگوں نے روحانیت کے نام پر وہاں شیطانیت پھیلا رکھی ہے اور اسے فروغ اسی لئے ہورہا ہے کہ صحیح راستہ دکھانے والے میدان میں نہیں آتے۔اللہ نے ایسی صورت پیدا کردی ہے کہ یہاں نقشبندیہ فاؤنڈیشن قائم ہوگئی، اس کی جانب سے کئی شہروں میں خانقاہیں بن گئیں جہاں حلقہ ذکر وفکر ہورہا ہے اور روحانی پیاس بجھانے کا سروسامان اللہ نے پیدا کردیا ہے پھر حضرت مولانا ناظم عادل الحقانی نقشبندی اور حضرت مولانا محمد ہشام الکبانی نقشبندی مدظلہما جیسے بزرگوں سے ان کا رابطہ قائم ہوا ہے جنہوں نے تعلیمات اسلامی کو عام کرنے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، دوسری اقوام اور ملتوں کے لوگ جوق درجوق اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں اور یہ تحریک اپنا عالمی کردار بناچکی ہے۔

مولانا عبدالستار خان مدظلہ سے میں نے یہ بھی عرض کیا ہے کہ ہندوستان میں نقشبندی اور چشتی بزرگوں کے ملفوظات پر مشتمل بہت سی نہایت ہی قابل قدر کتابیں ہیں اسی طرح تصوف کے علمی مسائل اور قواعد پر مشتمل کتابیں بھی مستند اور باعمل بزرگوں کی لکھی ہوئی ہیں، ان میں سے کچھ منتخب کتابوں کا انگریزی ترجمہ حواشی اور تصریحات کے ساتھ پیش کیا جائے تو اس سے بہت نفع ہوگا اور یہ کتابیں بھی اس طرح محفوظ ہوجائیں گی۔ حضرت مولانا عبدالستار خان صاحب مدظلہ اس خصوص میں بھی پوری کوشش کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیابی عطافرمائے۔

اس تذکرے کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں حضرت محدث دکن کے معاصر علماء کا حال بھی قلمبند کردیا گیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک مخصوص دور میں اللہ کے نیک بندے اور علماء کہاں کہاں کیسی خدمت دین کررہے تھے۔

یقین ہے کہ حضرت محدث دکن کے عقیدت مندوں میں ہی نہیں بلکہ عام طور پر اس صدی میں علوم دین اور سلوک واحسان کے مطالعہ سے دلچسپی رکھنے والے اس کتاب سے رہنمائی حاصل کریں گے اور اسے قدردانی کے ہاتھوں لے لیں گے، مصنف کے لئے دعائے خیرفرمائیں گے۔ والسلام

سان فرانسسکو (امریکہ)　　　　نثار احمد فاروقی

۱۴/۱ اگسٹ ۱۹۹۶ء

عرض مؤلف

تیسرے ایڈیشن کے موقع پر

الحمدلله رب العالمين والصلوۃ والسلام علی رسوله سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان وکرم ہے کہ عاجز کے پیرومرشد عارف باللہ معلم روحانی، مہر طریقت، ماہ شریعت، حضرت محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادری قدس سرہٗ کے مکمل حالات زندگی بعنوان ''تذکرہ حضرت محدث دکن'' پہلی بار ماہ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ جس کو اس عاجز نے قیام امریکہ میں لکھا اور وہیں طباعت کا انتظام ہوا۔ یہ میرے پیرومرشد کی کرامت ہے کہ اُس نئی دنیا یعنی امریکہ میں اس تذکرہ کا مواد مہیا ہوا جس کا حیدرآباد اور ہندوستان میں میسّر ہونا بظاہر ممکن نہ تھا۔

پہلی اشاعت میں اس مبارک کتاب کی کمپیوٹر جناب محمد عبدالغنی بن محمد عبدالرحمن بصراوی مرحوم نے کروائی اور عزیزم جناب حافظ وقاری مولانا ڈاکٹر غوث ندوی صاحب بانی و صدر دارالعلوم الاسلامیہ امریکہ کیلیفورنیا نے طباعت واشاعت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں صاحبان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ کتاب امریکہ کی کئی ریاستوں اور پاکستان میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور سالکین راہ سلوک واحسان نے خوب استفادہ کیا۔

والحمدلله علی ذلك۔

پھر جب یہ عاجز اپنے وطن کو ۱۹۹۹ء میں واپس ہو رہا تھا تو اس کتاب کی کمپیوٹر کاپی بھی ساتھ لا یا تھا۔ چونکہ میرے پیر و مرشد نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی ہے اور جو عقیدت خواص و عام کو حضرت محدث دکن سے ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ طالبان راہ سلوک اس ''تذکرہ محدث دکن'' کے لئے بے چین تھے اور امریکہ سے کتاب کا منگوانا آسان نہیں تھا تو عاجز نے ہندوستان بالخصوص حیدرآباد کے برادران طریقت کے لئے ''تذکرہ محدث دکن'' من وعن اپنے خرچ پر چھپوائی کا انتظام کیا اور اللہ کے فضل سے اسکی بھی خوب پذیرائی ہوئی۔ وللہ المنۃ والاحسان۔ دوسرے ایڈیشن کا کام اسپیڈ پرنٹنگ پریس سعید آباد میں عمل میں آیا۔

برادر طریقت ڈاکٹر محمد احمد مرحوم سابق صدر شعبہ جغرافیہ جامعہ عثمانیہ (اللہ ان کی مغفرت فرمائے)، عزیزم ڈاکٹر محمد مصطفی شریف سلمہ، اور عزیزم سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر نے بڑی دلچسپی، محبت اور عقیدت سے تمام مراحل کو عمدگی کے ساتھ انجام دیا۔ فجز اہم اللہ خیر الجزاء۔ اس مبارک کتاب کی رسم اجرائی بدست نبیرۂ محدث دکن حضرت مولانا سید انوار اللہ شاہ صاحب نقشبندی قادری رحمہ اللہ نے بتاریخ ۱۸ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ م ۸ر ڈسمبر ۱۹۹۸ء بروز شنبہ بعد مغرب نقشبندی چمن عمل میں آئی۔ اس تقریب میں نبیرۂ محدث دکن محترم جناب سید ثناء اللہ شاہ نقشبندی قادری (فرزند حضرت ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی قادری قدس اللہ سرہٗ) کے علاوہ علماء کرام، صوفیاء کرام و مشائخ عظام کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔ الحمدللہ یہ دوسرا ایڈیشن پورے ہندوستان، پاکستان، افغانستان عرب ممالک اور مغربی ممالک کو پہنچ چکا اور بے شمار کتب خانوں میں یہ کتاب جمع کروائی گئی تاکہ قارئین استفادہ کرسکیں۔

یہ مرے پیر کا صدقہ ہے کہ دوسرے ایڈیشن کو بھی قبول عام عطا ہوا اور تھوڑی سی مدت میں سارے نسخے قارئین کرام تک پہنچ گئے۔ پھر بے شمار محبین ومتوسلین تذکرہ محدث دکن کتاب طلب کرنے لگے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اب اس تیسرے ایڈیشن کو میرے عزیز شاگرد سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر سلمہ نے طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایہء تکمیل کو پہونچایا اللہ تعالی ان کو اور معاونین کو دارین میں عافیت سے رکھے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین اور اب یہ تذکرہ طالبین راہ سلوک کے ہاتھوں میں ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ ایک نہیں کئی بار اس کا مطالعہ کریں کہ اولیاء کے تذکرے کردار بناتے ہیں، باادب بناتے ہیں، مجھے امید ہے کہ پیر ومرشد کے تذکرے میں برکت ہے، آپ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی عبادت میں گذرا اور خلق خدا کی ہدایت وارشاد میں گذرا، میرے پیر ومرشد اللہ کی رحمت کے مظہر تھے۔ آپ نے لاکھوں بندگان کو علوم شریعت وطریقت سے مالا مال کیا، اور بے شمار نفوس کا تزکیہ کیا۔ قدس اللہ سرہ۔

زیر نظر تیسرے ایڈیشن میں تذکرۂ محدث دکن کے جلد اول ہی کو زیور طبع سے آراستہ کیا گیا ہے۔ جلد دوم جس میں حضرت محدث دکن کے ہمعصر اولیاءِ نقشبند کے مبارک احوال مذکور تھے شامل نہیں کیا گیا۔ ان شاء اللہ تعالی آئندہ شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس عاجز کا ارادہ ہے اللہ تعالی اس کو اپنے محض فضل وکرم سے عملی صورت سے اجاگر فرمائے کہ ارمغان حضرت محدث دکن کے نام سے ہمارے حضرت کے علمی کارناموں کے بیان کے ساتھ اسلامی علوم کا ایک جائزہ بھی لیا جائے۔

ABUL ADA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

خدا کرے یہ تذکرہ متاع فقر وسلوک اور صراط مستقیم کے طالبان کے لئے مشعل راہ ثابت ہو اور واقعات میں رشد و ہدایت کے جو بے شمار نمونے اور جذب و شوق الٰہی کے جوان گنت عملی مثالیں موجود ہیں، ان نقوش تاباں پر چل کر رہروانِ بادیہ طریقت منزل مقصود تک پہونچ جائیں۔

عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کریں
شکوہ سنجر وفقر جنید وبسطامی

راقم مؤلف

یکشنبہ
3 ربیع المنور 1430ھ
م یکم/ مارچ 2009ء

ابوالفداء محمد عبدالستار خان غفرلہ
نقشبندی وقادری

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح۔عقائد۔اعمال

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

رہبر شریعت رہنمائے طریقت عارف باللہ تعالی

محدث دکن حضرت العلامہ

مولانا ابو الحسنات **سید عبد اللہ شاہ** نقشبندی قاری مجددی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه افضل صلواتك وعدد معلوماتك وبارك وسلم۔ اللهم انى آمنت بانك موجود، وحبيبك سيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم محمود۔ ومن اتبعه مسعود۔ وآمنت بانك مشهود۔ ودونك مفقود۔ ومن خالف نبيك فهو مردود۔ ياسبوح ياقدوس يابدوح ياودود صل وسلم على احمد محمود وافضل مولود سيدنا ومولانا محمد ظل الوجود وعلى آله الاطهار واصحابه الاخيار المنفذين الحقوق والحدود۔

ترجمہ: الٰہی! میرا ایمان اور یقین ہے کہ آپ موجود ہیں اور آپ کے حبیب ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمود ہیں اور جس نے آپ کی پیروی کی وہ مبارک ہے اور مجھے اس بات پر بھی یقین ہے کہ آپ حاضر ہیں اور آپ کے سوا سب معدوم ہیں اور جو آپ کے نبی کی مخالفت کرے وہ مردود ہے۔ اے سبوح! اے قدوس! اے بدوح! اے ودود! صلاۃ وسلام اور برکت نازل فرمائے احمد محمود اور افضل مولود ہمارے سردار ، ہمارے آقا محمد پر جو ظل وجود (ذات واجب الوجود) کے سایہ ہیں اور آپ کی آلِ اطہار پر اور اصحاب اخیار پر جنہوں نے حقوق اور حدود کو نافذ اور جاری فرمایا۔

حمد

ذرہ ذرہ سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
میرے معبود تیری پردہ نشینی ہے عجیب

دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب

☆☆☆

نعت

شہنشاہِ ارض وسما بلغ العلی بکمالہ
وصفِ رخ او والضحی کشف الدجی بجمالہ

قرآن باخلاقش گواہ حسنت جمیع خصالہ
صدقا یقینا راسخا، صلوا علیہ وآلہ

☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حمد باری تعالیٰ

(از کتاب سبع سنابل تالیف شیخ عبدالواحد بلگرامی)

تمام تعریف اس اللہ رب العزت کے لئے ہے جس نے دلوں کی زمین کو فضل وکرم کی بارش سے زندہ فرمایا اور اس سے رشد وہدایت کا غلہ پیدا فرمایا، اس کو گلستانِ معرفت اور بوستان محبت سے آراستہ فرمایا، اس میں حکمت کے چشمے بہائے اور مشاہداتِ وحدت کے پھلوں سے بہرہ ور کیا۔ چنانچہ ارشاد ربی ہے: ”وآیة لھم الارض المیتة احیینٰھا واخرجنا منھا حبا فمنھا یاکلون وجلعنا فیھا جنت من نخیل واعناب وفجرنا فیھا من العیون لیاکلوا من ثمرہ وما عملته ایدیھم افلا یشکرون۔ (سورہ یسین)

(ترجمہ) اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو یہ اسی میں سے کھاتے ہیں، اور ہم نے اس میں باغ بنائے کھجور اور انگور کے اور ہم نے اس میں چند چشمے بہائے کہ اس کے میووں میں سے کھائیں، اور یہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکر نہیں کرتے:

باغہا ومیوہ ہا اندر دلست عکس لطف آں بریں آب وگل است

(بہت سارے باغ اور میوے دل کے اندر ہیں اور اس کے لطف کا عکس اس پانی اور مٹی پر ہے)

۞۞۞

درودو سلام بحضور خواجہ انام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اور نامی درود اور گرامی سلام اس رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جو گلزار عنایت ربانی کی بہار اور عالی مرتبہ باغیچہ ہدایت ہیں، اور ایسے برکت والے عربی درخت ہیں کہ نہ پورب ہی کے ہیں نہ پچھّم ہی کے (بلکہ ان کی ہدایت ہر سو ہے) اللہ تعالیٰ ان پر درود وسلامتی نازل فرمائے اور ان کے تمام اصحاب ابرار اور اہل بیت اطہار اور جملہ امت مرحومہ پر کہ یہ سب انہی کی رسالت کے صاف، شفاف اور شیریں پانی کے پروردہ ہیں اور اسی دریائے ہدایت سے سیراب ہیں۔)(سورۂ رعد آیہ ۴) **یسقی بماء واحد ونفضل بعضھا علی بعض فی الاکل**"۔

(سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں) رضوان اللہ علیہم ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رضائیں اور خوشنودیاں ہیں۔

اس کے بعد حضرت میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۷ھ) نے اولیاء کرام کی سوانح کے مطالعہ کی ترغیب بڑے دلکش انداز سے دی ہے جو فارسی ابیات میں ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

سوانح اولیاء کرام کے مطالعہ کی ترغیب

اے دل زا خلاقِ مرداں بہرہ مندار نیستی | بارے اخلاقِ بزرگان را، زجاں تکرار کن
عند ذکر الصالحین، زحق نزول رحمت است | ہر زماں ذکر جوانمردانِ دیں، بسیار کن
گاہ از خوبی احوالِ شاں، مشتاق باش | گہ زچشم، از پاکی اخلاق آں اشک ایثار کن

ترجمہ:

ا۔ اے دل! تو اگر مردانِ خدا کے اخلاق سے حصہ پانے والا نہیں تو (یاد رکھ) بزرگوں کی عادتوں کا دل لگا کر بار بار مطالعہ کر۔

۲۔ چوں کہ اولیاء اللہ کے مبارک ذکر کے وقت رحمت خداوندی کا اترنا ثابت ہے، اس لئے تو ہر وقت دین کے جوانمردوں کا ذکر کثرت سے کیا کر۔

۳۔ کبھی تو ان کے مبارک احوال کا مشتاق بن، اور کبھی ان کی پاکیزہ سیرت اور کردار پر اپنی آنکھوں سے آنسو نچھاور کر۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس کے بعد اولیاء اللہ کا واسطہ دے کر مناجات فرما رہے ہیں اور اپنی مغفرت کا سامان کر رہے ہیں:

یا خدا در معصیت دارم، باہل اللہ صفا | آں صفا را چارہ، عفو من بدکار کنی
در کتاب آید کہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون | بندۂ مملوک، آزاد از عذابِ نار کن
اے خدا ایں از منِ نا اہل تلبیس است اگر | ہم تو بر مستہزئ موسی پیمبر، کار کن

۴۔ خداوندا! میں گنہ گار ہوتے ہوئے، اللہ والوں سے محبت رکھتا ہوں، تو اس محبت کو مجھ بدکار کی بخشش کا سہارا بنا دے (آمین یارب العالمین)

۵۔ تیری کتاب میں وارد ہے کہ ان مبارک ہستیوں کو نہ تو (دنیا میں) کسی کا ڈر ہے اور نہ (آخرت میں) یہ غم کھاویں گے (بہر حال) اس غلام کو عذاب دوزخ سے آزاد فرما۔

٦۔ مجھ نااہل کا لباس اگر از راہ فریب ہے تو تو اس سے وہی معاملہ فرما جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والے کیساتھ کیا ہے (یعنی چوں کہ وہ تیرے محبوب کی ہیئت میں ہونے سے بخش دیئے گئے، مجھے بھی ویسا ہی بخش دے) سبع سنابل کی عبارتیں یہاں ختم ہوئیں۔ (والحمدللہ علی ذلک)

☆☆☆☆☆

قرآن میں انبیاء کرام کے واقعات

سورۂ مریم پ١٦ آیت ۵١ تا ۵٣ میں ارشاد رب العزت ہے "واذکر فی الکتاب موسی انہ کان مخلصا و کان رسولا نبیا" (اور کتاب میں حضرت موسیٰ کو یاد کرو، بیشک وہ منتخب تھے اور رسول نبی تھے)۔

و نادینہ من جانب الطور الایمن، و قربنہ نجیا (اور ہم نے کوہ طور (جو مصر اور مدین کے درمیان ایک پہاڑ ہے) اس کی داہنی جانب سے ندا فرمائی اور اپنا راز ان کو بتانے کیلئے ان کو قریب کیا) و وھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا (اور ہم نے ان کے لئے اپنی مہربانی سے ان کے بھائی حضرت ہارون کو بھی نبی بنایا)۔

اسی سورۂ مریم میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے ذکر کے بعد حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا مبارک ذکر اس طرح ہے:

واذكر فى الكتب اسمعيل انه كان صادقا الوعد وكان رسولا نبيا ○ وكان يامر اهله بالصلوة والزكوٰة وكان عند ربه مرضيا (اور کتاب میں حضرت اسمعیل کو بھی یاد کرو۔ بے شک وہ (بات کے پکے اور) وعدہ کے سچے اور رسول نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے رب کو بڑے پسند تھے) اس کے بعد حضرت ادریس علیہ الصلوۃ والسلام کا مبارک ذکر اس طرح ہے:

"واذكر فى الكتاب ادريس انه كان صديقا نبيا ورفعنه مكانا عليا (اور کتاب میں حضرت ادریس کو بھی یاد کرو، بے شک وہ بڑے سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مکان پر اٹھالیا یعنی دنیا میں مراتب عالیہ دیئے اور پھر ان کو آسمان پر اٹھالیا) چنانچہ اس وقت وہ جنت میں ہیں۔

ان انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے مبارک ذکر کے بعد رب العزت کا ارشاد ہے یہ وہ (تقدس ماب) ہستیاں ہیں جن کے اوپر اللہ تعالیٰ نے احسانات فرمائے ہیں۔

☆☆☆☆☆

تذکیر بایام اللہ قرآن پاک کے علوم پنجگانہ میں شامل ہے

واضح باد کہ پچھلی قوموں کے واقعات اور قصص قرآن پاک کے اہم موضوعات میں ہیں اس لئے کہ ان میں ہمارے لئے بڑی عبرتیں، حکمتیں اور اسباق ہیں۔ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کا قصہ تو مسلسل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو احسن القصص فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم اور ماضی کے تجربات میں انسان کی آئندہ زندگی کے لئے بڑے سبق ہوتے ہیں جن کی قدرتی تاثیر انسان کے دل اور دماغ پر عام تعلیمات سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے بلکہ دانشمند انسان اخبار اور واقعات کو سننے اور دیکھنے سے اپنے حال اور عمل کی اصلاح بہ آسانی کرسکتا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے قصہ سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر فضل فرماتا ہے تو دنیا کی ساری قوتیں مل کر بھی اس کو روک نہیں سکتیں، نہ بھائیوں کا حسد، نہ دشمنوں کی دشمنی، نہ زلیخا کے ناپاک ارادے اور نہ زندان کی کال کوٹھری، بہرحال فضل الٰہی حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کو ہر شر سے محفوظ رکھتا ہے اور یہ سبق ملتا ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اس کی عبادت سے غافل نہ ہو۔

☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اسلاف کے کردار میں ہماری ہدایت کا سامان ہے:

ہر قوم اپنی تاریخ رکھتی ہے لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ ہم مسلمانوں سے زیادہ مستند تاریخ کسی قوم کے پاس نہیں، پھر ہمیں اس لحاظ سے بھی تمام اقوام عالم میں امتیاز حاصل ہے کہ اسلام سیرت و کردار کا جو سانچہ اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے، تاریخ کے ہر دور میں اس سانچہ میں ڈھلی ہوئیں بے شمار شخصیتیں ایک سے ایک عظیم تر دکھائی دیتی ہیں، دوسرا کوئی دین اور قوم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، ان عظیم اور مقدس شخصیتوں نے اپنے اعلی کردار کے چراغ روشن کئے ہیں۔ یہ حضرات بلاشبہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی

مبارک زبان میں زمین کا نمک اور پہاڑی کے چراغ ہیں، جن سے نہ صرف ان کی ہم عصر دنیا رشد و ہدایت کا نور حاصل کرتی ہے بلکہ آج کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں بھی ہم ان کے بلند کردار کی شعاعوں سے اپنی زندگیاں منور کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی مردانِ حق کے بارے میں شاعر قرآن علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے:

خاکی ونوری نہاد، بندۂ مولی صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل — اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دلنواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو — رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل وپاکباز
اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب — عہد کہن کو دیا، اس نے پیام رحیل
ساقی اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق — بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل

سورۃ الحج پ ۱۷ آیت نمبر ۷۵ میں رب العزت کا ارشاد ہے۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ ورسلا من الناس

(اللہ تعالیٰ انتخاب فرماتے ہیں فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہونچانے والوں کو)

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ’’ساری مخلوق میں بہتر وہ لوگ ہیں جو پیغام پہنچانے والے ہوں‘‘ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ پیغام پہنچانے والے جن کو ہم داعی کہتے ہیں ان کی تقریر اور تحریر کا جوہر دل پذیری اور یقین افروزی ہوا کرتا ہے اور ان کے کارنامے وقتی اور عارضی نہیں ہوتے بلکہ ان میں ابدیت ہوتی ہے اور وہ زبان اور مکان کی قید سے بلند و بالا ہوتے ہیں۔

ABUL FIDA

اولیاء کرام کی حکایات خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے کئی اصحاب نے صالحین اور اولیاء کی حکایات کے بارے میں دریافت کیا ان کا بیان کرنا اور سننا کیسا ہے، حضرت نے جواب دیا اس کی مثال خدا کے لشکر کی سی ہے، جس سے مریدوں کی حالت درست ہوتی ہے، عارفوں کے اسرار زندہ رہتے ہیں، عاشقوں کے دلوں میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے، مشتاقوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں، دلیل پوچھنے پر فرمایا (سورہ ہود کی آیت ۱۲۰) پڑھ لو ”و کلا **نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک** (اور ہم آپ سے ان سب رسولوں کے احوال بیان کرتے ہیں، جن سے آپ کے دل کو تقویت پہنچائیں) اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے: نیکوں کا ذکر کیا کرو تم پر برکت نازل ہوگی اور نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اسی پس منظر میں یہ عاجز اپنے شیخ مکرم، پیر ومرشد، محدث دکن، عارف باللہ، **الجامع بین المنقول والمعقول** کی مبارک زندگی کے تذکرہ کو بیان کررہا ہے:

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ وہ جدھر گذرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”انفاس العارفین“ کے مقدمہ میں جو خود ان کے، والد اور عم اکبر یعنی تایا۔ شاہ عبدالرحیم اور شیخ ابوالرضا محمد اور ان کے مشائخ واجداد کرام کے سوانح حیات پر مشتمل ہے، لکھتے ہیں: اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ مشائخ کی حکایات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، اور مشائخ صوفیہ کے اقوال واحوال کہ وہ ان

کی کرامت اور استقامت پر مشتمل اور علوم ظاہر و باطن پر جامع ہے، مبتدی سالکین کو ترغیب دیتے اور شوق دلاتے ہیں اور منتہی سالکین کے لئے دستور اور میزان ہوتے ہیں، خاص طور سے اولاد و احفاد کو اپنے آباء و اجداد کے کارنامے سننے سے فائدہ پہونچنے کی توقع ہوتی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ کارنامے استعداد رکھنے والے میں غیرت پیدا کرتے ہیں اور یہ غیرت اس کو ایک مقام پر پہنچا دیتی ہے یا انھیں سن کر ایک منصف مزاج کو اپنی کوتاہی کا احساس ہوتا ہے اور اس سے ایک دانا کے سامنے درتوبہ کھل جاتا ہے:

خوش دلکش است قصۂ خوبانِ روزگار　　　تو یوسفی وقصۂ تو احسن القصص

☆☆☆☆☆

سبب تالیف تذکرہ پیرومرشد (قدس سرہ)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

پیرومرشد قدس سرہ کے اس عاجز پر جو احسانات ہیں ان کے بیان کا احاطہ امکان سے باہر ہے اور کسی حیثیت سے یہ بندہ کمترین اس کام کا اہل نہیں، کہاں نائب شفیع یوم النشور اور کہاں یہ بندہ سرتاپا خطا و قصور۔ اس نااہلی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کر کے جس نے یہ جذبہ اور تحریک اس عاجز کے دل میں پیدا کی قلم ہاتھ میں لیا ہے:

از سرِ شوق می کنم سخنے　　　ورنہ مدحش چہ حد ہم چو منے
ہیچو اوئے سزد معرف او　　　در جہاں لیک ہیچو اوئے کو
قرنہا دورِ آسماں گردد　　　تاچو او اخترے عیاں گردد
عمر ہا ابر مکرمت بارد　　　تا چو او گوہرے پدید آرد

ترجمہ: ۱۔ اپنے شوق اور محبت میں کچھ باتیں کرر ہا ہوں، ورنہ مجھ جیسا شخص آپ کی تعریف کیا کر سکتا ہے۔

۲۔ آپ کی تعریف کے لئے بھی آپ جیسا شخص ہی ہونا چاہئے۔لیکن دنیا میں اس جیسا ہے کون؟

۳۔ آسمان صدہا سال گردش کرے تو اس جیسا ستارہ عیاں ہو۔

۴۔ ابر کرم مدتہائے دراز تک عزت وشرف کا پانی برسائے تو اس جیسا موتی پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ بہ طفیل حضرت پیرومرشد اپنے فضل وکرم سے اس تذکرہ کو قبول فرمائے تو زہے سعادت!"**وما ذلک علی اللہ بعزیز**"

باز خوانم قصۂ پیر بو الحسنات خود تا در ودیوار را آرم بوجد

اس حقیر نے جو واقعات، اخبار اور احوال دیکھے اور سنے ان کو بیان کرے گا اور اس سلسلہ میں حضرت ممدوح کے کچھ ارشادات بھی مسلمانوں کے کانوں تک پہنچا دینے کا ایک ذریعہ ہاتھ آ گیا عجب نہیں کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے کسی سعادت مند کا کام بن جائے اس وجہ سے کہ حضرت ممدوح کے ارشادات میں تعلق مع اللہ اور نسبت ربانیہ اس طرح جلوہ گر ہے جیسے گلاب کی خوشبو اس کے پھول کی ہر ہر پتی میں:

درسخن پنہاں شدم، مانند بو در برگِ گل ہر کہ دارد آرزو ویم، درسخن بیند مرا

ترجمہ: میں اپنے کلام میں اسی طرح پوشیدہ ہوں جس طرح پھول کی خوشبو اس کی ہر پتی میں، جو شخص مجھے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ مجھے میرے کلام میں دیکھے۔

☆☆☆

نام ونسب:

نام مبارک آپ کا سید عبداللہ اور کنیت ابوالحسنات، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید مظفر حسین، نسب شریف آپ کا پینتالیس واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، آپ نجیب الطرفین سادات حسینی ہیں۔ آپ کی ولادت با سعادت یوم جمعہ دس ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ پانچ ساعت صبح شہر حیدرآباد میں ہوئی، آپ کی ولادت کا دن وہی مبارک دن ہے جس دن حجاج کرام عرفات میں حاضری دے کر، منیٰ میں قربانیاں ادا کر کے کعبۃ اللہ میں طواف میں مشغول رہتے ہیں یقیناً جو ذات عالی مرتبت عرفات کا پیغام صدق وصفا لے کر طلوع ہوگی وہ معرفت کا آفتاب اور ولایت کا مہتاب ہوگی۔

صبح طالع ہوئی خورشید ولایت چمکا ذرے ضوء ریز ہوئے، مہر حقیقت چمکا
شاد ہیں اہل جہاں، اخترِ قسمت چمکا خوش ہیں عشاق مہِ عشق ومحبت چمکا

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

یادگار منانا فطری بات ہے:

ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ حضرت پیر ومرشد قدس سرہ فرمایا کرتے کہ میں اس دن پیدا ہوا جس دن دکن کے عالم ربانی حضرت مولانا زماں خاں شہید شاہجہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی مسجد واقع شاہ علی بنڈہ میں شہید کیا گیا۔ حضرت ممدوح کی زبان درفشان سے یہ سن کر رب العزت کا یہ ارشاد یاد آجاتا ہے: (سورہ بقرہ آیت ۱۰۶) ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر

(جو موقوف کرتے ہیں ہم، کوئی نشانی یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر نشانی لاتے ہیں یا اس کے برابر، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں) چوں کہ علماء ربانیین اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک نشانی کو لیجاتے ہیں تو اس کی جگہ دوسری نشانی قائم فرما دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

یادگار منانے پر قرآن حکیم سے دلیل:

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ بزرگوں کی یاد ماننے کو اس دہریت اور مادیت کے دور میں قدامت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قوم نے اپنے محسنوں کو بھلا دیا تو آنے والی نسلوں نے اپنی قومیت ہی کو بھلا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یادگار منانا ایک فطری جذبہ ہے، اسلام جس کا دوسرا نام ہی دین فطرت ہے اس میں اس جذبہ کو اجاگر رکھنے کی تعلیم اپنے روحانی انداز میں بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے چنانچہ رب العزت کا ارشاد ہے (سورہ ابراہیم پ ۱۶ آیت نمبر ۵) **وذکرھم بایام اللّٰہ** (اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد دلاتے رہو) یوں تو سب دن اللہ تعالیٰ کے ہیں مگر ان سارے دنوں میں قدرت کا انتخاب یوم پیدائش، یوم وصال اور یوم حشر ہے۔ قرآن حکیم میں مقبولان درگاہ برحق کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے (سورہ مریم پ ۱۶ آیت نمبر ۱۵) **وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا** (ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن اور جب وہ میدان حشر میں اٹھائے جائیں گے) یہ ارشاد حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شان میں ہے اور اسی سورہ میں (آیت نمبر ۳۳) اللہ تعالیٰ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

کے ایک مقبول بندے سیدنا عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا واضح بیان مذکور ہے:

"والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے، میری پیدائش کے دن، اور میرے وصال کے دن اور جب میں میدان حشر میں اٹھایا جاؤں گا)

ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ خاصانِ خدا کے تین وقتوں کا تعین فرمایا گیا یوم میلاد، جیسا کہ ہم مسلمان میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں، دوسرے یومِ وصال جیسا کہ ہم مسلمان بزرگان دین کا عرس کرتے ہیں، اور تیسرا دن یوم حشر ہے جبکہ مقبولانِ بارگاہ الٰہی کے شفاعت فرمانے کا دن ہوگا۔ اس دن کی یادگار منانا ہمارے بس کی بات نہیں، اس دن باذن الٰہی وہ خود ہم پر کرم فرمائیں گے۔ یہ تجربہ ہے کہ جو لوگ یوم میلاد اور یوم وصال کی یادگار منانے پر غم و غصہ سے بھر جاتے ہیں وہ کھلم کھلا مسئلہ شفاعت کا انکار کرتے ہیں یا ایسا اقرار کرتے ہیں جو انکار سے بھی بدتر ہے، وہ انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے (سورۂ ممتحنہ پ ۲۸ آیت نمبر ۱۳) قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحب القبور (وہ آخرت سے اس طرح آس توڑ چکے ہیں جیسے کفار قبر والوں سے آس توڑ چکے ہیں)۔

☆☆☆☆☆

محدث دکن کا وطن آباء واجداد کرام:

وطن قدیم آپ کے آباء کرام کا بعد مکہ مکرمہ قصبۂ نلدرگ ضلع عثمان آباد (مہاراشٹرا، انڈیا) تھا آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ بامتثال امر نبوی سیاحت

فرماتے ہوئے عادل شاہی دور میں شہر بیجا پور تشریف لائے' علی عادل شاہی نے آپ کی سیادت، علم اور فضیلت کے پیش نظر شاہی جامع مسجد اندرون قلعہ نلدرگ کی تولیت اور امامت پیش کر کے فکر معاش سے بے نیاز رہنے کے لئے ایک وسیع اور زرخیز رقبہ اراضی بطور انعام نسلاً بعد نسل عطا فرمایا جس کو آپ نے دینی خدمات کے شوق میں قبول فرما کر مفروضہ فرائض کے علاوہ خلق اللہ کی رشد و ہدایت میں اپنی زندگی گزار دی۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ سید مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ عہد طفولیت میں بغرض حصول علم نلدرگ سے بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور علوم متداولہ کے علاوہ علوم دینیہ تفسیر' حدیث اور فقہ میں بھی مہارت حاصل فرمائی اور طریقت میں نقشبندی طریقہ میں حیدرآباد کے معروف صوفی اور ولی کامل حضرت مسکین شاہ نقشبندی قدس سرہ سے سلوک طئے فرما کر خلافت حاصل فرمائی۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

تسمیہ خوانی:

آپ اس عالم ہست و بود میں جس حیثیت سے جلوہ فرما ہوئے اس کے پیش نظر حقیقت تو یہ ہے کہ عالم الغیب نے آپ کا مبارک سینہ علوم و معارف کا گنجینہ بنا دیا اور ذہن و دماغ، قلب اور روح کو ایمان و یقین کے مقدس فکر و شعور اور پاکیزہ احساس و تخیل سے لبریز فرما دیا تھا، لیکن چوں کہ ہر انسان کا عالم اسباب سے بھی کسی نہ کسی نہج سے رابطہ استوار ہوتا ہے اس لئے بظاہر حضرت محدث دکن کو بھی عالم اسباب کی راہوں پر چلنا پڑا۔ آپ کی رسم تسمیہ خوانی

اس دور کے ایک صاحب دل ولایتی عالم عاشق سرور کونین حضرت سید عاقبت شاہ افغانی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے انجام پائی۔ حضرت عاقبت شاہ کے مرتبۂ بلند کا اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب آپ اپنی مبارک عمر کی آخری منزلوں میں تھے سردارِ دو جہاں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رؤیا میں جلوہ فرمایا اور ارشاد ہوا ''عاقبت شاہ تم مدینہ آ جاؤ'' بس اس ارشاد پر لبیک فرمایا اور مدینہ منورہ پہونچے اور وہیں جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔

☆☆☆

تحصیل علم:

مملکت آصفیہ کا وہ زمانہ جو حضرت محدث دکن کے تحصیل علم کا دور تھا حکومت آصفیہ کا خیر القرون تھا۔ ہر عالم دین اپنی جگہ ایک مدرسہ تھا اور ہر شیخ کامل اپنی جگہ ایک خانقاہ، دینی مدارس اور خانقاہیں علم ومعرفت، رموز وحکمت، احسان وسلوک کا سرچشمہ تھیں۔ ۱۷۲۴ء میں نظام الملک آصف جاہ اول نے شہر اورنگ آباد میں نوکھنڈے کی تاریخی عمارت میں صوبہ داری کی بجائے علاقہ دکن پر اپنی حکومت کا آزادنہ اعلان فرمایا تو یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے مسلمان ایک نہایت ہی نازک دور سے گذر رہے تھے۔ سلطنت مغلیہ کا آفتاب غروب ہوا چاہتا تھا۔ معاشرہ پر انحطاطی رنگ چھا رہا تھا۔ زندگی سکرِ دوام میں تبدیل ہو رہی تھی، ہر شخص ایک گونہ بے خودی کے عالم میں مست وخراب تھا۔ نظام الملک آصفجاہ اول مغلیہ سلطنت کے اہم وزیر تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ سلطنت مغلیہ کو بچانا اور سنبھالنا مشکل ہے تو کم از کم صوبہ دکن ہی کو سنبھال لو، اس علاقہ پر مسلم حکمرانی کا تسلط حقیقت میں

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

جنوبی ہند میں بڑی حد تک احیاءِ ملت اور اعلاءِ کلمۃ الحق کی کوشش تھیں چنانچہ آصفجاہ دور اسلامی ہند کی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کا دور:

حضرت نظام الدین چشتی اورنگ آبادی کی خدمت میں نظام الملک آصفجاہ اول کی حاضری۔

اس موقعہ پر ایک تاریخی روایت جس کی توثیق حضرۃ الاستاذ مولانا ابوالوفا علیہ الرحمہ نے بھی فرمائی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔نواب نظام الملک آصف جاہ اول نے جب یہ فیصلہ کرلیا کہ علاقۂ دکن کی صوبیداری پر اب ان کو آزادانہ خودمختاری اور اپنی بادشاہت کا اعلان کرنا ہے تو حضرت نظام الدین اورنگ آبادی خلیفۂ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی رحمۃ اللہ علیہما (دہلوی) (م ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنا ارادہ عرض کیا، صبح کا وقت تھا، حضرت نے اپنے خادم کو آواز دی اور فرمایا کہ بادشاہ حاضر ہے کچھ کھانے کو لاؤ تو خادم نے بہت ساری روٹیاں حاضر کیں، حضرت نظام الملک آصفجاہ اول نے سات روٹیاں کھائیں، حضرت نے فرمایا اور کھاؤ جواب دیا۔حضرت اس سے زیادہ نہیں کھا سکتا فرمایا تمہارے خاندان میں سات بادشاہ ہوں گے، تاریخ شاہد ہے کہ دوسو برس کی آصفی سلطنت نواب میر عثمان علی خان شاہ ہفتم پر اختتام کو پہونچی اور حکومت ہند نے ۱۹۴۸ء میں پولیس ایکشن کر کے مسلمانوں کی اس یادگار سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔(انا للہ و انا الیہ راجعون)۔

☆☆☆

سلطان اورنگ زیب کے دکن پر حملہ کا ایک پس منظر:

یہاں یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ ہمارے اسلاف شاہ وگدا، امیر وفقیر، حاکم ومحکوم کس طرح اولیاء کرام کی سر پرستی اوران کی خدمت میں حاضری کوضروری سمجھتے تھے۔ جنوبی ہند دکن میں بہمنی سلطنت کو جب زوال نے آدبوچا تو یہ عظیم سلطنت پانچ حصوں میں بٹ گئی جس میں ایک گولکنڈہ کی سلطنت تھی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس اس سلطنت کوختم کرنے تشریف فرما تھے۔اس عاجز نے اپنے استاد مولانا سید ابراہیم ادیب علیہ الرحمہ استاذ عربی جامعہ عثمانیہ سے یہ واقعہ سنا کہ اکنامادنا اس سلطنت کے آخری تاجدار سلطان ابوالحسن تانا شاہ کا وزیر تھااس کا مستقر قریہ مہیشورم (قدیم میسرم تھا) جوحیدرآباد شہر سے (۱۸) میل پر جانب جنوب واقع ہے، پہاڑی شریف حضرت بابا شرف الدین سہروردی خلیفۂ حضرت شہاب الدین سہروردی بغدادی علیہما الرحمۃ سے بارہ میل پر ہے۔اس قریہ میں ایک بزرگ جن کا نام نامی کمال شاہ ولی ہے تشریف فرما ہوئے اوراس وزیر کی باؤلی پر جس کا نام شیوگنگا ہے وضوفرمایا وزیر کواس کی اطلاع ہوئی کہ ایک مسلمان فقیر نے ان کی اس باؤلی کو ہاتھ پیرڈبوکر گندہ کر دیا ہے اس کی کیا سزادی جائے؟ اس نے حکم دیا کہ اس فقیر کی ایک چھنگلی کاٹ دی جائے اس حکم کی تعمیل ہوئی۔حضرت اپنی اس انگلی کو لے کر اپنے پیر حضرت شاہ جھاڑ ومستان رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار شاہ علی بنڈہ اسری دواخانہ کے قریب ہے) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت نے فرمایا تم اپنی آنکھیں بند کرو، میں تمہیں ایک دھکا دوں گا اور تم دلی میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے پاس پہنچ جاؤ گے جن کی سواری برآمد ہورہی ہے،

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

بس یہ اپنی انگلی لیکر سلطان کی خدمت میں پہونچے اور کہا کہ دکن کا یہ حال ہے ابوالحسن تاناشاہ کے وزیر کی باؤلی میں وضو کرنے کی مجھے یہ سزا ملی ہے۔بس سلطان اورنگ زیب نے دکن کا رخ کیا اور جو واقعات ہوئے تاریخ کے اوراق میں سب محفوظ ہیں۔

اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے یہ عاجز اولیاء کرام کے تصرفات کے چند واقعات ہندوستان کی تاریخ سے سنانا چاہتا ہے تاکہ اس مادیت کے دور میں قارئین کرام روحانیت سے لگاؤ پیدا کریں اور بزرگان دین سے اپنے رشتہ کو مضبوط کریں۔علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب للکارا ہے:

اسی روز وشب میں الجھ کر نہ رہ جا　　کہ تیرے زمین ومکان اور بھی ہیں

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت سلیم چشتی کی دعاؤں کے طفیل بابر نے رانا سانگا کو شکست دی

پانی پت کے تاریخی میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر بابر ہندوستان کی قسمت کا مالک ہو چکا ہے۔ابھی اس نے پوری طرح سکون کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ ہندوستان کی کئی دوسری طاقتیں بابر کے خلاف متحد ہوگئیں۔ان میں ہندو مسلمان کی کوئی قید نہ تھی۔اس متحدہ محاذ نے میواڑ کے سورج بنسی راجا رانا سانگا کو اپنا سپہ سالار اعظم مان لیا۔سیکری (آگرہ سے چند میل دور) کے جنوب میں پانچ میل دور خانوا (کنواہہ) نامی گاؤں کے میدان میں رانا سانگا دولاکھ فوج کے ساتھ خیمہ زن ہوگیا۔بابر بھی اپنی بیس ہزار فوج لے کر نکلا اور سیکری میں خیمہ زن ہوگیا۔یہیں کی ایک مسجد میں بابر نے شراب نوشی سے توبہ کی اور جام وسبو،

ساغر و مینا توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیئے۔ اس کے ساتھی ہمت ہار رہے تھے اور ان کو اپنی کامیابی پر یقین نہیں تھا۔ یہ معرکہ معرکۂ بابر و رانا سانگا نہیں تھا بلکہ معرکۂ کفر و اسلام تھا۔ کیونکہ رانا سانگا نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو شمالی ہند اور بعد میں پورے ہندوستان سے مسلمانوں کو نکال باہر کرے گا۔

غضب کا رن پڑا اور شام ہوتے ہوتے زخمی رانا سانگا نے راہ فرار اختیار کی حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں بابر کے حق میں تھیں اور کم نفری کے باوجود بابر نے اپنی بے پناہ شجاعت، عسکری فراست اور حضرت سلیم چشتی کی دعاؤں کے طفیل رانا سانگا کو عبرتناک شکست دی۔

پہلے یہ جگہ سیکری تھی بابر نے فتح مندی کے بعد اس کا نام شکری رکھ دیا۔ اور شکری سے خانوا تک شہیدوں کی ایک بستی قائم ہوگئی جو گنج شہیداں کہلاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ہاتھوں تاتاریوں کے ظلم واستبداد کا خاتمہ:

ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں نے عالم اسلامی کو زیر و زبر کیا۔ شہروں کے شہر تباہ و برباد کر دیئے، قتل وخون سے ندیاں بہادیں، استاذ محترم حضرت مولانا ابوالوفاء علیہ الرحمہ جو علوم اسلامیہ کے علامہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم تاریخ دان بھی تھے فرمایا کرتے تھے کہ اس دور کے اولیاء اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ملتان پہونچائے تو وہاں اس کا خاتمہ ہوگا۔ تاتاریوں کی اس ہزیمت کا ماجرا بھی سن لیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ اپنے پیرو مرشد خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ سے ملاقات کے لئے اجمیر شریف کے ارادہ سے نکلے ہیں راستہ میں ملتان واقع تھا یہاں حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ سے ملاقات فرمائی، دونوں مل کر بیحد خوش ہوئے۔

آپ کو ملتان میں قیام فرما ہوئے چند ہی دن گذرے تھے کہ تاتاریوں نے ملتان کا محاصرہ کرلیا پورا شہر خوف وہراس میں مبتلا ہوگیا، حاکم شہر بیحد خوف زدہ تھا، فوج محدود اور کسی طرف سے کمک ملنے کی امید نہ تھی، مقابلہ کی ہمت نہ پاکر شہر کے حاکم نے تلوار اپنے گلے میں لٹکائی اور مجرموں کی طرح حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ وہیں حضرت بختیار کا کی بھی تشریف فرما تھے، حاکم شہر کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں حضرت خواجہ بہاؤالدین سے عرض کیا: حضرت! وحشی تاتاریوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا ہے، سخت اندیشہ ہے کہ وہ فاتحانہ شہر میں داخل ہوجائیں گے اور شہریوں کی دولت اور ناموس پر وحشیانہ ہاتھ صاف کرنے لگیں گے خدا کے لئے کچھ کیجئے! حضرت بہاؤالدین نے معزز مہمان کو معنی خیز نظروں سے دیکھا، گویا اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ کی موجودگی میں ہم کیا اقدام کریں۔

حضرت خواجہ قطب الدین نے حاکم شہر سے دریافت کیا وہ تاتاری کہاں ہیں؟ وہاں ہمیں لے چلو! حاکم شہر نے آپ کو قلعہ کی صدر پھاٹک کی برجی میں لے جا کر کھڑا کردیا، آپ نے دیکھا حد نظر تک سیاہ، نیلے اور سرخ خیموں کا ایک جنگل سا پھیلا ہوا تھا، اور خیموں کے سامنے میدان میں بڑے بڑے بالوں اور چوڑے اور ابھرے ہوئے جبڑوں اور

کھلی رنگت کے مسلح اور خوں خوار تاتاری دمدموں اور منجیقوں کے آس پاس چل پھر رہے تھے، حضرت قطب الدین نے برجی میں متعین ایک سپاہی کے ترکش میں سے ایک تیر نکال لیا اور حاکم شہر کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''اسے چلے میں رکھ کر پوری قوت سے دشمنوں کی طرف چھوڑ دو'' حاکم شہر نے گلے کی تلوار اتار کر ایک طرف رکھ دی اور سپاہی سے کمان لے کر چلے پر تیر چڑھایا اور پوری قوت سے کھینچ کر چھوڑ دیا، تیر ہوا میں لہراتا ہوا ایک منجیق پر پہاڑی چٹان کی طرح جا گرا، منجیق چکنا چور ہوگئی، اس کے آس پاس موجود وحشی خوف زدہ ہوکر ادھر ادھر دبک گئے یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی کہ یہ کیا ہوا؟ ابھی یہ معمہ حل نہ ہوا تھا کہ مغرب سے گرد وہوا کا طوفان اٹھا اس نے تاتاریوں کو محاصرے میں لے لیا، دمدمے اڑ گئے، منجیقیں کہاں سے کہاں پہونچیں، خیمے ہوا میں غباروں کی طرح اڑنے لگے، تاتاری بے قابو ہوکر ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے، یہ طوفان ابھی کم نہ ہوا تھا کہ موسلا دھار بارش لے آلیا اور تاریکی میں یہ فرعونی لشکر ڈوب گیا۔ اس طرح ظلم کی راجدھانی کا خاتمہ ایک اللہ کے ولی کے ہاتھوں ملتان کی سرزمین پر ہوا۔

عنایت را کہن دامانِ درویش   ز سدّ صد سکندر قوتش بیش

(اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے لئے اللہ والے کا پرانا دامن یعنی اس کی سرپرستی سکندر ذوالقرنین کی سو دیواروں سے بڑھ کر طاقت رکھتی ہے)

(ملاحظہ ہو سیر الاولیاء از امیر خورد کرمانی قدس سرہ ص ۱۳۵)

☆☆☆☆☆

امام نصیر الدین شہید اور چتوڑ کے قلعہ کی فتح:

اولیاء اللہ بعد وفات بھی تصرف فرماتے ہیں جس طرح نبی کی نبوت بعد وفات ختم نہیں ہوتی اسی طرح ولی کی ولایت بعد وفات بھی باقی رہتی ہے۔ ذیل کا یہ واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف انفاس العارفین سے ماخوذ ہے:

''یہ فقیر (شاہ ولی اللہ) بیان کرتا ہے کہ شیخ عبد الغنی جلال الدین اکبر مغل شہنشاہ کے دور کے ایک بڑے عالم اور صاحب تقوی بزرگ تھے۔ اکبر بادشاہ بھی آپ کی تعظیم کیا کرتا تھا۔لیکن جب بادشاہ نے بے دینی اور گمراہی اختیار کر لی تو تعلق ختم ہو گیا ایک مدت کے بعد بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی۔ لگاتار فوجیں بھیجی جاتی تھیں اور فتح حاصل نہیں ہوتی تھی۔ اسی زمانہ میں ایک رات کو امام ناصر الدین شہید بن محمد باقر کے مزار (درگاہ) میں بعض اعتکاف کرنے والوں نے بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک سردار اور اس کی جماعت آلات جنگ کے ساتھ آئی ہے اور ان کے پاس ایک مشعل تھی وہ مزار کے قبہ میں داخل ہو گئے۔ کسی (معتکف) نے خیال کیا کہ مسافر ہیں جو زیارت کی غرض سے آئے ہیں۔ وہ آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ وہ رئیس (جماعت) قبر میں داخل ہو گیا۔

کسی نے اس سے سوال کیا کہ یہ رئیس کون ہے اور یہ جماعت کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت امام ناصر الدین ہیں، شہیدوں کی جماعت کے ساتھ ہیں۔ اس نے پھر سوال کیا کہ کہاں گئے تھے اور کیا کیا؟ اس نے کہا چتوڑ کو فتح کرنے کے لئے گئے تھے اور اس کو اسی وقت اس برج کی طرف سے فتح کر لیا۔ شیخ عبد الغنی کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں

نے فتح کی بشارت اور صورت واقعہ اسی طرح بادشاہ (اکبر) سے عرض کردی۔ کچھ دنوں بعد چتوڑ کی فتح بے کم وکاست اسی طریقے سے عمل میں آئی"۔

اس موضوع پر ایک اور تاریخی روایت سنا کر یہ عاجز حضرت پیرومرشد قدس سرہ کی سوانح حیات کے سلسلہ کو جاری رکھے گا۔

☆☆☆☆☆

حضرات یوسفین شریفین رحمۃ اللہ علیہما قلعہ گولکنڈہ کی فتح کا سبب ہیں:

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ قلعہ گولکنڈہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں، فتح کی کوئی صورت نہیں ایک رات عالمگیری فوج کے کیمپ کو بادوباراں کے طوفان نے آلیا۔ خیمے اکھڑ گئے پورا کیمپ خوف وہراس کا شکار ہو چکا ہے۔ بادشاہ بنفس نفیس معائنہ کے لئے نکلے، کیا دیکھتے ہیں کہ صرف ایک خیمہ ہے جس میں حضرات یوسفین شریفین تلاوت میں مشغول ہیں، محفوظ ہے، عالمگیر وہیں رک گئے اور اجازت لے کر خیمہ میں داخل ہوئے، عرض کیا آپ جیسے حضرات یہاں موجود ہوں اور فتح کی کوئی صورت نہ نکلے! آپ حضرات کچھ کریں۔ حضرت نے فرمایا ایک ٹھیکری لاؤ، حاضر کی گئی، اس پر آپ نے کچھ لکھا اور فرمایا فوراً اس کو اسی وقت لے جاؤ اور قلعہ کے دروازہ کے پاس موچی کے بھیس میں ٹاٹ کے ایک چھوٹے سے خیمہ کے اندر ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کو پہونچادو۔ حکم کی تعمیل ہوئی، ان حضرت نے پھر کچھ لکھا، اس کو ان حضرت کے پاس لایا گیا اور جواب الجواب کو پھر ان حضرت

کے پاس پہونچایا گیا۔انہوں نے اس کو دیکھ کر اپنا خیمہ برخاست کیا اور چلتے بنے اور اسی دن قلعہ گولکنڈہ فتح ہوا۔

اورلیاء کرام علیہم الرحمۃ کے تصرفات کے چند واقعات کو بیان کرنے کے بعد یہاں یہ عاجز آصفی دور سے پہلے قطب شاہی دور میں مدارس کی بہتات کی بجائے شیعی حکومت نے تعلیم کی طرف جو سرد مہری برتی تھی اس کو اپنے بے مثال پیشوا حضرت محدث دکن کے الفاظ میں بیان کرنا مناسب سمجھتا ہے۔فرمایا کہ قطب شاہی دور نے مسلمانوں کو علم الیستادگی اور خود حضرت قبلہ کے الفاظ میں ''دولہ علی''میں لگائے رکھا تھا۔

☆☆☆☆☆

آصفی حکومت کی علمی سرپرستی کا ایک جائزہ:

سلطنت آصفیہ جب وجود میں آئی تو حکومت نے مدارس قائم کئے علماء، ادباء، شعراء کی سرپرستی کی،قدیم دارالعلوم جس کی ترقی یافتہ شکل عثمانیہ یونیورسٹی ہوئی، جامعہ نظامیہ اور مدرسہ محبوبیہ واقع شاہ علی بنڈہ حیدرآباد جیسی عظیم درسگاہیں تھیں جہاں سینکڑوں تشنگان علم اقطاعِ عالم سے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے آتے تھے۔جامعہ نظامیہ جس سے ایک دارالاقامہ بھی ملحق ہے بخارا، سری لنکا، یمن اور ملیشیا کے طلباء بھی یہاں موجود رہے ہیں۔پھر ۱۹۱۸ء میں جامعہ عثمانیہ کے دوش بدوش دارالترجمہ کا قیام عمل میں آیا تو ہندوستان میں پہلی مرتبہ ہندوستانی زبان اردو کو یونیورسٹی تدریس کا ذریعۂ تعلیم قرار دے کر کامیاب تجربہ کیا گیا اور سارے قدیم اور جدید علوم وفنون اردو زبان میں پڑھائے جانے لگے جو درحقیقت دور عثمانی کا ایک محیر العقول علمی کارنامہ ہے،اور آج ہندوستان کو آزادی حاصل کئے ہوئے انچاس سال

ہو چکے لیکن کسی ہندوستانی زبان کو ایسی معراج نصیب نہیں ہوئی کہ وہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعۂ تدریس بن سکے۔

آصفی دور کے بادشاہوں، امراء اور وزراء کی علمی سرپرستی کی بدولت ممالک محروسہ، ہر شہر بلکہ اضلاع و تعلقہ جات حتی کہ بعض دیہات بھی علماء اور اہل اللہ کی فرودگاہیں اور مسکن بن چکے تھے۔ مشرقی تہذیب اور تمدن نے آداب اور اخلاق کے سانچوں میں راعی اور رعایا، حاکم اور محکوم، اکابر اور اصاغر سب کو ڈھال لیا تھا اور پوری ریاست امن وامان سکون اور اطمینان کا گہوارہ بن چکی تھی۔

اگر میں تفصیلات میں جاؤں تو مقصود سے بہت دور جا پڑوں گا صرف ایک عالم ربانی کا واقعہ جس کو میں نے اپنے استاذ او رمربی حضرت فقیہ العصر مولانا سید ابوالوفاء افغانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے بیان کر کے حضرت محدث دکن کے مبارک تذکرہ کو جاری رکھوں گا:

بعد از وفات تربت ما برزمیں مجوئے ۔ درسینہ ہائے مردمِ دانا مزار ما

حکومت آصفیہ کے وزیر اعلی مختار الملک سالار جنگ اول نواب تراب علی خان بہادر نے اعلان دیا کہ حکومت کو قاضی القضاۃ (Chief justice) کی ضرورت ہے علماء جو خود کو اس عہدہ کے اہل سمجھتے ہوں درخواستیں دیں اور انتخاب حاضرین علماء میں باہمی مناظرہ سے ہوگا۔ کئی علماء نے درخواستیں دیں لیکن جب علم ہوا کہ مولانا عبد الصمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ بھی درخواست گذار ہیں تو کسی عالم کی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ سے مناظرہ کر سکے۔ پس سالار جنگ اول نے حضرت کو طلب فرمایا اور عرض کیا کہ حضرت آپ اپنا عہدہ سنبھال لیں۔

☆☆☆☆☆

مولانا عبدالصمد قندھاری کا زہد وقناعت:

حضرت نے فرمایا اس جلیل القدر عہدہ پر کام کرنے کے لئے میری چند شرائط ہیں:

۱۔میں پیدل آیا جایا کروں گا۔

۲۔فرش پر بیٹھ کر کام کروں گا۔

۳۔میرا کوئی دربان یا حاجب نہیں ہوگا۔اور بھی کئی شرائط بیان فرمائے۔

سالار جنگ اول نے کہا حضرت قاضی القضاۃ کو شاہی آداب بجالانا ہوگا اور حکومت جن شرائط کی پابندی لازمی قرار دے ان سب کی انجام دہی لازمی ہوگی یہ سن کر مولانا ممدوح نے فرمایا کہ ایسی صورت میں مجھے اس عہدہ کی ضرورت نہیں!اس پر سالار جنگ بہادر نے عرض کیا حضرت: خیر اس عہدہ پر میں کسی اور کا انتخاب کرلوں گا مگر میری درخواست ہے کہ آپ مدۃ العمر ہماری اس ریاست اور ہمارے اس شہر میں رہ جائیں اور آپ کو ماہانہ چارسو روپیہ بطور منصب ملا کریں گے،حضرت نے جواب دیا چارسو بہت ہیں میرے لئے دوسو کافی ہیں۔چنانچہ حضرت نے یہیں قیام فرمایا اور انتقال کیا اور حضرت کی جمعرات بازار میں تدفین عمل میں آئی لیکن اب اس جگہ بازار ہے،آہ واحسرتاہ۔ایسے اللہ والوں کو اہل دکن نے ایسا گم کیا ہے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رکھا ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘۔

☆☆☆☆☆

مولانا عبدالوہاب کا عشق نبوی:

مولانا عبدالصمد قندھاری علیہ الرحمہ کی روحانی بلندی کا ایک واقعہ سناتا چلوں آئندہ کسے معلوم کہ ایسا سنانے والا کوئی اور ہو کہ نہ ہو! یہ واقعہ بھی حضرت مولانا ابوالوفاء الافغانی علیہ الرحمہ کا بیان کردہ ہے اس سے پہلے راوی معتبر کا بھی تعارف کرادوں۔ حضرت مولانا ابوالوفا کے ایک استاذ حضرت مولانا عبدالوہاب علیہ الرحمہ تھے، شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ حضرت مولانا انوار اللہ خان علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب کے لئے کچھ نذرانہ مقرر فرمایا اس پابندی کے ساتھ کہ آپ جامعہ نظامیہ کی مسجد میں صبح کے اوقات میں تشریف رکھا کریں اور جو طالب علم چاہے آپ کو حدیث کی کوئی کتاب سنادیا کرے۔ مولانا ابوالوفا علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے مؤطا امام محمد علیہ الرحمہ سنانا شروع کیا، جب حدیث شریف کی روایت کو شروع کرتا اور سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر پہونچتا تو حضرت مولانا عبدالوہاب علیہ الرحمہ پر گریہ طاری ہوجاتا اور کئی منٹ یہ حالت رہتی جس کی وجہ سے مجھے اتنی دیر توقف کرنا پڑتا، مجھے ناگوار ہوتا کہ حضرت کی اس حالت سے کتاب کے تکمیل کرنے میں دیر ہوجائے گی، مگر مجبور تھا کہ حضرت سے اس بارے میں کچھ عرض کروں۔ لیکن چند دنوں کے بعد حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو سن کر اب رونے والے دو ہوگئے یعنی حضرت کی رقت نے مجھے بھی اس کیف ورقت میں اپنا شریک بنالیا اور یہ رقت دونوں پر طاری ہونے لگی سبحان اللہ کیسے اساتذہ تھے اور کیسے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا اللہ تعالیٰ اس دولت سے ہر امتی کو سرفراز فرمائے آمین۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت مولانا عبدالوہاب علیہ الرحمہ شاگرد اور معتقد تھے حضرت مولانا عبدالصمد قندھاری علیہ الرحمہ کے، وہ بعد وصال آن ممدوح آپ کی زیارت کو جمعرات بازار تشریف لے جاتے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نماز میں مشغول ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا ہمارے پاس بے وضو آیا کرتے ہو؟ میں بڑا شرمندہ ہوا اور دوسری مرتبہ باوضو حاضری دی، ارشاد فرمایا ہاں اس طرح آیا کرو۔

خدا نیک توفیق دے موجودہ زمانہ کے بدعقیدہ انسانوں کو وہ ایسی باتوں کا سراسر انکار کردیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ زندگی کی حقیقت کا پتہ ہے اور نہ موت کا اور نہ زندگی بعد الموت کا! ع:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

یہ لوگ توحید ابلیسی کی مستی میں وہ ساری قرآنی آیات جو کفار اور مشرکین سے متعلق ہیں ان کو اولیاء سے منسوب کرکے اپنے دل ودماغ کو سیاہ کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

مولانا نظر محمد نقشبندی کابلی گلبرگوی:

سطور بالا میں اس عاجز نے آصفی بادشاہوں اور امراء کی سرپرستی کا ذکر کیا ہے۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اپنے اس دعوی پر چند دلیلیں بھی پیش کروں۔

نہ صرف شہر حیدرآباد بلکہ صوبہ جات کے مستقر علماء اور اہل اللہ کے وجود سے بڑی برکتوں سے مالا مال تھے، ان مقامات میں دینی مدارس قائم تھے جہاں متبحر علماء اور اہل اللہ

اپنے علم اور دینی تربیت کی مسندیں بچھائے ہوئے تھے۔گلبرگہ شریف کے مدرسہ روضتین میں مولانا نظر محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک متبحر عالم جو حضرت قدرت اللہ شاہ نقشبندی کاشغری رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور خلیفہ تھے ان کے وجود سے پورا علاقہ ذکر الٰہی کی برکتوں اور آپ کی توجہات سے مالا مال تھا۔

☆☆☆☆☆

حضرت مچھلی والے شاہ صاحب اور مولانا برکات احمد ٹونکی:

خلد آباد شریف میں شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خان علیہ الرحمۃ نے حضرت شاہ زین الدین داؤد حسینی معروف بہ بائیس خواجہ کی خانقاہ میں ایک عظیم دینی مدرسہ جس کا الحاق جامعہ نظامیہ سے تھا قائم فرمایا۔شہر حیدرآباد میں ایسی باکمال ہستیاں تھیں کہ جن کے معارف کی شہرت سنکر اصحاب فضل دور دور سے آکر اپنی روحانی تشنگی بجھاتے تھے، مسجد الٰہی چمن، چادر گھاٹ میں ایک باکمال صاحب دل چشتی سلسلہ کے بزرگ حضرت کمال اللہ شاہ معروف بہ مچھلی والے شاہ رحمۃ اللہ علیہ رہا کرتے تھے، آپ سے ٹونک کے معروف عالم اور محدث مولانا سید برکات احمد ٹونکی نے حیدرآباد آکر چشتی نسبت حاصل کی تھی۔

☆☆☆☆☆

حضرت ناظم ونپرتی اور جامعہ عثمانیہ کے اساتذہ:

حضرت مچھلی والے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء میں حضرت محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ ناظم ونپرتی تھے جن کی خدمت میں عثمانیہ یونیورسٹی کے

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

معروف اساتذہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی،مولانا عبد الباری ندوی،مولانا الیاس برنی،ڈاکٹر میر ولی الدین اور اس عاجز کے استاذ مولانا جمیل الدین احمد نے طریقت میں زانوئے ادب طے کیا۔ پروفیسر مولانا عبدالباری ندوی جو تفسیر میں اس عاجز کے استاذ ہیں فرمایا کرتے کہ حضرت ناظم صاحب ونپرتی کی مجلس میں بیٹھنے اور انکے ارشادات کو سننے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالی کی پکڑ میں آتے ہیں،علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی زبان میں ؎

یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

☆☆☆☆☆

حضرت سید محمد جیلانی معروف بہ منجھلے بغدادی (قدس سرہ)

بادشاہوں،امراء اور حکام کی سرپرستی کی وجہ سے بڑے بڑے اہل اللہ نے بھی اس ریاست کو اپنی روحانیت کا مرکز بنایا تھا کہ ان کے روحانی دبدبہ سے بادشاہ وقت بھی مرعوب رہتا تھا۔حضرت الاستاذ مولانا ابوا لوفا افغانی علیہ الرحمہ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت سید محمد بغدادی مدنی قدس سرہ جو حضرت منجھلے بغدادی صاحب کے لقب سے معروف تھے،حضرت کے زہد کا یہ عالم تھا کہ اپنی جیب میں کسی وقت سکہ یا رقم نہیں رکھتے تھے! حضرت کا خرچہ حضرت کے ایک خادم انجام دیا کرتے۔بطور آزمائش حضرت کے بڑے بھائی حضرت بڑے بغدادی صاحب نے انکے ایک خاص مرید سے کہا جب یہ سو رہے ہوں خاموشی سے انکے جیب میں کچھ رقم ڈال دو، یہ کام ہوا،بس کچھ دیر نہیں گذری کہ وہ گھبرائے ہوئے نیند سے چونک پڑے جب جیبوں کو ٹٹولا تو یہ رقم نکلی اسی وقت خادم کو بلایا اور یہ رقم انکے حوالہ کردی۔پھر یہ واقعہ صبح کو انکے

بڑے بھائی حضرت کو سنایا گیا۔ایک مرتبہ حضرت بابا شریف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر کے واپس ہورہے تھے اور شاہ وقت نواب میر عثمان علی خان بھی ہمراہ تھے کسی بات پر بادشاہ اور حضرت منجھلے بغدادی صاحب قدس سرہ میں کچھ تکرار کی نوبت آگئی تو بادشاہ نے کہا،حضرت آپ ہمیشہ مجھے بعض باتوں میں برا بھلا فرماتے ہیں تو جواب دیا،عثمان علی! بادشاہ لغزش کھاتا ہے تو فقیر ہی اسکو سنبھالا دیتا ہے بادشاہ یہ سن کر دم بخود اور لاجواب ہوگیا۔

☆☆☆☆☆

حضرت منجھلے بغدادی علیہ الرحمہ کا ایک اور واقعہ

اظہر جنگ شاہ وقت کی پیشی کا معتمد تھا۔خطہ صالحین میں جہاں ذی وجاہت اور اصحاب علم وفضل شاہی فرمان سے دفن ہوا کرتے تھے کسی رئیس کی تدفین عمل میں آئی جس میں شاہ وقت بھی موجود تھے اظہر جنگ نے بطور تفریح طبع حضرت منجھلے بغدادی صاحب سے کہا:حضرت آپ جگہ بتادیں تو میں ابھی سے انتظام کردیتا ہوں! فوراً حضرت نے فرمایا میں تو مدینہ منورہ میں مروں گا اور تو یہاں دفن ہوگا اور تیری قبر پر جو تختی ہوگی اس پر کتبہ ہوگا،و کلبھم باسط ذراعیه بالوصید،(سورہ کہف) حضرت کے مقام اور مرتبہ کا اندازہ لگایا جائے کہ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی وہیں انتقال اور اپنے نانا جان کے اہل بیت کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت منجھلے بغدادی قدس سرہ شاہ فصیح اللہ حسینی صاحب کے والد بزرگوار استاذ مکرم مولانا سید فرید پاشاہ صاحب کے خسر اور عزیز گرامی قدر سید نذیر الدین حسینی (ایم۔اے) مقیم ظہران (سعودی عربیہ) کے جد امجد تھے،حضرت مولانا ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ نے

حضرت ممدوح سے استفادہ فرمایا ہے۔

ان علماء کے مبارک احوال کو پڑھ کرایک شاعر ربانی کے اشعار یاد آرہے ہیں:

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے　　نبوت کے یہی وارث، یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کوفضیلت ہے عبادت پر　　انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے　　انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں　　پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے　　اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

☆☆☆☆

حیدرآباد کے نامور مدارس اورادارے:

ان نامور علماء اوراہل اللہ کے علاوہ جامعہ نظامیہ، قدیم دارالعلوم، مدرسۂ محبوبیہ اور علمی تحقیقی اداروں میں دائرۃ المعارف العثمانیہ، مکتبہ آصفیہ، کتب خانہ سعیدیہ، کتب خانہ سالارجنگ، کتب خانہ روضۃ الحدیث (رین بازار) نہ صرف مطبوعات بلکہ نادر مخطوطات سے بھرپور تھے جس کی وجہ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے محققین اور ریسرچ اسکالر ان اداروں کے علمی خزانوں سے استفادہ کرنے کیلئے حیدرآباد کی آمد کو اپنے پروگراموں میں شامل کرتے تھے اور اس زمانہ میں بھی ان حضرات کی آمد جاری ہے، دائرۃ المعارف نے آٹھ سوصدی ہجری سے قبل کے جن اہم مخطوطات کو اعلی تصحیح کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں شائع کیا ہے اس سے حیدرآباد مشہور بین الاقوامی شہرت کا حامل ہوگیا۔اس ادارہ میں علماء محققین کی

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ایک جماعت تحقیقی کام کرتی تھی۔حضرت الاستاذ مولانا ابو الوفا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ فن حدیث کی معروف کتاب کنز العمال جو سولہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اس پر علماء دائرۃ المعارف نے پہلی مرتبہ احادیث شریفہ پر نمبر شماری شروع کی پھر اس طریقہ کو مصر نے اپنایا اس طرح اس کا موجد حیدر آباد کا یہ دائرۃ المعارف ہے۔

☆☆☆☆☆

دار الترجمہ کا قیام:

اسی طرح دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ میں قدیم علوم کے تراجم کا کام محققین علماء کے سپرد تھا جن میں نامور مرزا ہادی رسوا، مولانا عبد اللہ عمادی، علی حیدر طباطبائی، مولانا ابو الخیر مودودی وغیرہم تھے۔ان حضرات نے سارے علوم مشرقیہ کی اہم کتابوں کو اردو زبان میں منتقل کیا۔

اس عاجز راقم کو عربی زبان اور ادب میں تحقیق کا جو تجربہ حاصل ہوا وہ دائرۃ المعارف کے علماء کے ساتھ کام کرنے کا صلہ ہے۔اس ادارہ کے عرب فاضل مولانا حبیب عبد اللہ المدیج علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری دانست میں دائرۃ المعارف نے عربی مخطوطات کو شائع کرنے کا جو اہتمام کیا اور جس کی وجہ سے بیسوں امہات کتب جو تحقیقاتی کاموں کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہیں اور جن کا نام صرف زبانوں اور کتابوں میں تھا اس ادارہ نے شائع کیں، عرب اور عجم میں کسی ادارہ کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔

☆☆☆☆☆

پروفیسر سالم کرنکو کی خدمات:

حکومت آصفیہ کی قدردانی کا ایک اور واقعہ بھی قارئین سن لیں: انگلستان کے ایک معروف نومسلم محقق استاذ سالم کرنکو کو ماہانہ پانچ سو روپیہ وظیفہ ان کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا اور وہ اپنے ہاتھ سے عربی امہات کتب کے ہزاروں صفحات مخطوطات سے نقل کر کے اعلی معیاری تصحیح کے ساتھ دائرۃ المعارف کو روانہ کرتے اور یہاں نظر ثانی کے بعد اس کی طباعت اور اشاعت عمل میں آتی۔ فن رجال کی مشہور کتاب ''کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی'' ذیل مرآۃ الزمان للعلامۃ الیونینی، ابوریحان بیرونی کی القانون المسعودی وغیرہم ان ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

مولانا ظفر علی خاں ظفر لاہوری جنہوں نے ایک سال دار الترجمہ میں کام کیا اور انگریزی حکومت کے اشارے سے سبکدوش کردیئے گئے فرماتے ہیں۔

رعایا شاد، ملک آباد اور آزاد ملت   اداحق کر دیا شاہ دکن نے حکمرانی کا

یہ تھا مرحوم حیدرآباد اور اسکی علمی اور دینی سرپرستی کا ایک جائزہ، سکندر علی وجد اورنگ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

بہت خوش نما شہر دیکھے ہیں میں نے   مگر تیرا جادو کہیں بھی نہیں ہے

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علامہ اقبال اور حیدر آباد:

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ بھی جب حیدر آباد تشریف لائے تو ان کو بھی حیدر آباد کو ''بوستان غیرت فردوس'' کہے بغیر چارۂ کار نہ ہوا۔ انکے چاروں ابیات کو سن لیں، پھر کون آپ کو سنائے:

کیا کہوں اس بوستان غیرت فردوس کو جس کے پھولوں میں ہوا، اے ہم نوا تیرا گذار
خطہ جنت فضا جس کی ہے دامن گیر دل عظمت دیرینہ ہندوستاں کی یاد گار

☆☆☆☆☆

ریاست آصفی دور میں اہل علم اور اہل فضل سے بھرپور تھی:

یہ ریاست حیدر آباد کا وہ مبارک دور تھا جس میں حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھولیں اور تحصیل علم کے لئے کمر ہمت باندھی۔ پورا شہر اہل علم اور اہل فضل سے بھرپور تھا۔ یہاں یہ عاجز اپنے استاذ مولانا سید نبی علیہ الرحمۃ (م۱۹۷۰) مصنف منہاج العربیہ کا ایک قول سنانا چاہتا ہے۔ فرمایا کہ علماء کی ایک محفل میں حیدر آباد کے ایک بڑے عالم کا ذکر ہوا جو ایک ادارہ کے صدر کی حیثیت سے باحسن الوجوہ اپنی مفوضہ خدمات انجام دے کر وظیفہ پر سبکدوش ہوئے تو سامعین نے کہا کہ اس زمانہ میں ان عالم کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ ان کا شمار تو حشرات الارض میں ہوتا تھا۔ اس قول سے یہ بتانا مقصود ہیکہ اہل علم اور اصحاب فضیلت اس کثیر تعداد میں اس شہر فرخندہ بنیاد میں موجود تھے۔

ذرے الماس کے تیرے خس وخشاک میں ہیں ہڈیاں اپنے بزرگوں کی تری خاک میں ہیں

حیدر آباد دکن کے ایک جواں سال شاعر مقیم شکاگو عزیزم احمد عبد الحکیم صاحب (ایم،ایس،سی۔علیگ۔ایم،ایس۔یونیورسٹی آف اِلّی نائی، شکاگو، کیمسٹ ابوٹ لیبس،شکاگو) نے اپنے وطن کواس طرح یادکیا ہے:

اے ارض دکن!شام تری کتنی حسیں ہے　　پھولوں کی طرح تیری،ہراک صبح ہے رنگیں
تو خلد ہے،فردوس ہے،فردوسِ بریں ہے　　دامن ہے ترا اولیاء اللہ کا مسکن

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کے اساتذہ کرام:

اس دور میں جب کہ اہل علم اوراصحاب فضیلت کی کثیر تعداد موجود تھی اور علماء اپنی جگہ مسند علم وفن کو بچھائے ہوئے تھے اور خالصۃ لوجہ اللہ علوم کے دریا بہارہے تھے،ہم نے سنا کہ حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ سید مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہرفن کے کامل ترین استاذ کی خدمت میں اپنے اس نورنظر کو پہونچاتے اور اپنی طرف سے اس عالم کی خدمت میں نذرانہ بھی پیش کرتے حالانکہ اس زمانہ میں ایسے کام للہ اور فی اللہ انجام دیئے جاتے تھے۔حضرت قبلہ قدس سرہ کے معروف اساتذہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ انواراللہ خان فاروقی فضیلت جنگ بانی جامعہ نظامیہ،مولانا منصورعلی خان والدمحترم نواب حکیم مقصود جنگ،مولانا عبدالرحمن سہارنپوری،مولانا حبیب الرحمن سہارنپوری بیدل،حضرت محب اللہ معروف بہ شاہ پیراں (م ۱۹۵۰) مولانا محمد یسین علیہ الرحمۃ والرضوان جیسے متبحر اساتذہ تھے،سہارنپور کے یہ دونوں بھائی مولانا احمد علی سہارنپوری شارح بخاری کے

فرزند ہیں اور یہ شاگرد ہیں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مکی (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) رحمۃ اللہ علیہ کے جو حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کے نواسہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

ابوالحسنات سے ابوالحسنات تک:

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ خان علیہ الرحمۃ کا نام نامی ذکر کیا گیا اور حضرت شیخ الاسلام کے اساتذہ میں مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محل رحمۃ اللہ علیہ تھے چنانچہ حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کے بعد وصال ایک یادگار مکہ مسجد والی مجلس میں حضرت الاستاذ مولانا ابوالوفا علیہ الرحمہ کی تقریر کا عنوان تھا ''ابو الحسنات سے ابوالحسنات تک'' یعنی فرنگی محلی (لکھنو) کے علمی گھرانے کا علم وفضل جو ابو الحسنات فرنگی محلی کو ملا تھا وہ شیخ الاسلام حضرت شاہ انوار اللہ خان علیہ الرحمہ کے واسطہ سے دکن کے ابوالحسنات محدث دکن حضرت عبد اللہ شاہ صاحب تک پہونچا ہے جو عربی زبان میں زجاجۃ المصابیح کی پانچ جلدوں کی صورت میں عالم اسلامی کو اور اردو زبان کی دس کتابوں کی صورت میں ہندو پاک اور اردو بولنے والوں کو فیض یاب کر رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک فیضیاب کرتا رہے گا۔

☆☆☆☆☆

شہر حیدر آباد کے نبی خانے:

اہل طلب جن کو علم دین کی پیاس بجھانی مقصود تھی ان کے لئے تو مدارس اور علماء تھے اور ایسے حضرات جن کو اپنے کاروباری اور معاشی حالات نے باقاعدہ طلب علم کے مواقع بہم

نہ پہونچائے ہوں ان کے لئے ہفتہ میں کم از کم ایک بار وعظ اور پند و نصیحت کی مجلسیں تھیں، اس کے لئے حکومت آصفیہ نے قدیم شہر کے بڑے بازار میں دو نبی خانے تعمیر کروائے تھے ایک نبی خانہ مولوی احمد خیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے نبی خانہ مولوی محمد اکبر علیہ الرحمۃ، ان دونوں نبی خانوں میں باقاعدہ ہفتہ واری مجلس وعظ مقرر ہوتی اور بعض اوقات شاہ وقت خود محفل وعظ میں حاضر ہوتا۔ یہ دونوں نبی خانے پتھر گٹھی پر ایک جانب مغرب پٹیل مارکٹ میں اور دوسرا بجانب مشرق کمان منڈی میر عالم کے پاس موجود ہیں۔ ان میں بعض مرتبہ باہر کے علماء بھی جب وہ تشریف لاتے تو وعظ اور تذکیر سے عوام اور حاضرین کو بہرہ ور فرماتے۔ چنانچہ حضرت پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ محدث علی پوری جب حیدرآباد تشریف لاتے تو نبی خانہ مولوی احمد خیر الدین صاحب میں وعظ فرماتے۔

حضرت پیر و مرشد قدس سرہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم تھے کہ انکے وعظ میں اکثر علماء شریک ہوا کرتے، اور حضرت علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا سید حافظ مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولوی محمد اکبر علیہ الرحمہ کی محفل وعظ میں شریک ہوئے ہیں اور حضرت نے موصوف کے وعظ کا طریقہ بھی بتایا۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب موصوف نے شادی نہ کرنے اور تنہا رہنے کی خوبیاں بتائیں، بڑی تفصیل کے بعد حاضرین سے کہا بھائی کیا کوئی ایسا شخص اس مجلس میں موجود ہے تو ایک صاحب خوش خوش کھڑے ہوئے تو مولوی صاحب نے فرمایا۔ بھائیو اگر کسی نے شیطان کو نہ دیکھا ہو تو اس شخص کو دیکھ لے۔ یہ تھا انداز برائیوں کو سمجھانے کا کہ ان پڑھ آدمی بھی بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔

حیدرآباد کی فضاء میں خوش عقیدگی، سادگی اور اپنائیت کی جو اعلیٰ اقدار پنہاں ہیں وہ اس عظیم شہر کا عظیم ورثہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

میلاد مبارک، گیارہویں شریف اور شہادت امام کی محفلیں:

ماہ مبارک ربیع الاول، ربیع الثانی اور محرم میں، میلاد النبی، گیارہویں شریف اور ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی محفلیں گھر گھر ہوتیں، بیرون ریاست سے علماء بھی تشریف لاتے اور ایک رونق ان مہینوں میں پورے شہر پر چھا جاتی۔ بعض حضرات ایسا اہتمام فرماتے کہ میلاد النبی کی محفل صبح صادق سے پہلے یعنی تہجد کے وقت منعقد فرماتے اسلئے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت وہی ہے اور اس وقت میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، حضرت پیر و مرشد قدس سرہ نے ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک مفسر صاحب کی تفسیر کا درس بھی تہجد کے وقت ہوتا اور صبح صادق کے وقت ختم ہو جاتا تھا۔ افضل الدولہ آصف جاہ پنجم کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان کے پڑوس میں میلاد کی محفل سجی تھی دیوڑھی میں آواز آنے لگی تو وہ رات بھر بیٹھے ہوئے اس محفل کو سنتے رہے اور رات بھر جاگ کر اس محفل میں گویا غائبانہ شریک رہے۔ یہ تھیں برکتیں اور روحانیتیں اور نورانیتیں جو حیدرآباد کو نصیب ہوئی تھیں اب کہاں ہیں ایسی باتیں؟ ایک نام نہاد فرقے کے ہاں تو یہ شرک اور بدعت کی باتیں ہیں! اللہ تعالیٰ انکی ایسی بدعقیدگی کی نحوست سے امت مرحومہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

☆☆☆☆☆

علماءِ امت انبیاء کرام کے وارث ہیں:

سالارِ انبیاء، منبع علمِ وحکمت، حاملِ علوم الاولین والآخرین کا ارشاد گرامی ہے **العلماء ورثة الانبياء** (علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں) اور یہ بھی ارشاد مبارک ہے کہ **علماء هذه الامة كانبياء بنی اسرائیل** (اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مانند ہیں) اور یہ بھی ارشاد ہے **الشيخ فی قومه كالنبی فی امته** (شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے، جیسے نبی اپنی امت میں)

ان ارشادات کی روشنی میں اگر ہم اپنی تاریخ کے اوراق الٹیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرن اول سے لے کر آج تک علماء امت نے ہر زمانے میں امت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **لاتزال طائفة من امتی علی الحق** (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ تاریخ کے ہر دور میں اسلامی سیرت اور کردار کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی بے شمار شخصیتیں ایک سے ایک عظیم تر دکھائی دیتی ہیں۔ ان شخصیتوں نے اپنے کردار کے چراغ جلائے ہیں۔ یہ حضرات بلاشبہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ السلام کی زبان درفشان میں زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں جن سے نہ صرف انکی ہم عصر دنیا رشد وہدایت کا نور حاصل کرتی رہی بلکہ آج کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھی انکے مثالی کردار کی شعاعوں سے ہم اپنی زندگیاں منور کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

تحصیلِ طریقت:

پیر و مرشد حضرت محدث دکن قدس سرہ کے تحصیلِ طریقت کے بیان سے پہلے یہ عاجز شاعرِ اسلام، شاعرِ قرآن، شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ علیہ الرحمہ کے چند ابیات کو اس موضوع کے سرنامے کے طور پر سنانے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پڑھنے والے کو اندازہ ہوجائے گا علم اور فقر یعنی شریعت اور طریقت مردِ مسلم یعنی طائرِ لاہوتی کے دو پر ہیں جن کے بغیر سالک اور طالب کی پرواز ناممکن ہے ملاحظہ فرمایئے:

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل وخرد　　فقر کا مقصود ہے، عفتِ قلب ونگاہ
علم فقیہ وحکیم، فقر مسیح وکلیم　　علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر　　فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ
علم کا موجود اور، فقر کا موجود اور　　اشہد ان لاالٰہ، اشہد ان لا الٰہ

☆☆☆☆☆

طریقت اور اسلام:

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اس الہامی قطعہ کو بیان کرنے کے بعد یہ عاجز ضروری سمجھتا ہے کہ ذیل میں تصوف یا طریقت کا ایک تاریخی جائزہ بھی لے لیا جائے اس لئے کہ دورِ حاضر کی مادیت نے حقیقتوں کو چھپا دیا ہے، اور مذہبی اقدار کو ایسا بدل دیا ہے کہ بڑے بڑے ہنر ظاہر بینوں کی نگاہ میں بڑے بڑے عیوب بن گئے ہیں۔ کسی شاعرِ حقیقت آگاہ نے کیا خوب کہا ہے۔

بے خردے چند، زخود بے خبر عیب پسند ند، بزعم ہنر

(ترجمہ، چند بے عقل، اپنے آپ سے بے خبر، عیب کو ہنر سمجھ کراس کواچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں) ان سے تو یورپ کے بعض مستشرقین غنیمت ہیں کہ وہ حقائق کی ترجمانی میں راہ راست پر ہیں۔ پروفیسر ایچ اے آر گب نے کتنا صحیح لکھا ہے:

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بایں، ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہیکہ صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اسکی مدد کو آجاتا تھا اور اسکو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اسکا مقابلہ نہ کرسکتی تھی'' (اسلامک کلچر مطبوعہ لندن)۔

واضح ہو کہ تصوف کی بنیاد اسلام ہے۔ تصوف اسلامی اخلاق اور کردار پر زور دیتا ہے اور اسلام کے اصولوں کو عملی صورت میں پیش کرتا ہے۔ صوفیاء کرام نے اپنے ممتاز کردار کے ذریعہ اسلام کی جو تبلیغ کی ہے اور عوام کے کردار کو جو سنوارا ہے وہ اسلامی تمدن اور تہذیب کا ایک تابناک باب ہے۔ صوفیۂ کرام کے افکار کی بنیاد قرآن پاک اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار اور گفتار ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ (م ۲۵۳ء) قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''دو چراغ'' قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ، انہیں کی روشنی میں راستہ طے کرنا چاہیئے تا کہ نہ تو شبہات کے گڑھوں میں گرے اور نہ بدعت کے اندھیرے میں پھنسے،، حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کا ارشاد ہے، اگر تم اہل اللہ کے مراتب کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو انکی اتباعِ سنت اور شریعت پر نظر کرو کہ شریعت معیار ہے اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت روشن ہوجاتی ہے۔

صوفیہ کرام علیہم الرحمۃ گفتار اور کردار کے غازی ہیں:

صوفیہ کرام علیہم الرحمہ ہر عہد میں نہ صرف اعلی اخلاق و کردار کے حامل رہے ہیں بلکہ وہ ارباب علم وفضل بھی تھے۔شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۰ ھ) کا قول ہے کہ جاہل پیر مسخر شیطان ہوجاتا ہے آپ کے خلیفۂ اجل حضرت نظام الدین محبوب الہی (م ۷۲۵ ھ) بے علم لوگوں کو اپنا خلیفہ بنانے سے گریز فرماتے تھے،شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ علم کو پیر کے لئے لازمی قرار دیتے تھے۔حضرت یحی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔

ایک غافل عالم،دوسرے مکار فقیر،تیسرے جاہل صوفی۔

☆☆☆☆☆

کاملین کی صحبت میں راز کیا ہے؟

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اسلام کے تین اجزاء ہیں (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص،اس تیسرے جزء کے لئے اولیاءِ طریقت کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ جوہر حاصل نہیں ہوسکتا اور اس تیسرے جزء اخلاص کیلئے صحبت پیر کی ضرورت ہے۔

خضر بن راستہ نہیں ملتا　　　　پیر بن مدعا نہیں ملتا

اور یہی وہ صحبت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ساری قلبی کدورتیں کافور ہوجاتی تھیں اور بڑے سے بڑا ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو

نہیں پہونچ سکتا۔علامہ اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہاہے۔

جو نہ تجھے خودراہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اسی موضوع کو عارف شیرازی حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے کس خوبی سے بیان فرمایا ہے

سگِ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

(ترجمہ:اصحاب کہف کا کتا چندروز نیک لوگوں کی صحبت میں رہا آدمی بن گیا)

حضرت مولانا روم نے اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

ہم نشینی مقبلاں چوں کیمیاست چوں نظرشاں کیمیائے خودکجاست

(اللہ تعالی کے مقبول بندوں کی مصاحبت کیمیاہے کیمیابھی ان کی نظر کا مقابلہ نہیں کرسکتی)

چشم احمد برابوبکرے زدہ او زیک تصدیق صدیقے شدہ

(حضور احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک حضرت ابوبکرؓ پر پڑی اوروہ ایک تصدیق سے صدیق ہوگئے)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ایک اورجگہ حضرت مولانائے روم نے یوں فرمایا:

ازحدیث اولیاءنرم ودرشت تن مپوش زانکہ دینیت راراست پشت

(اولیاءکرام کی نرم اورسخت بات سے پہلوتہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت وپناہیں)

آنانکہ بجان ودل اورایادکنند جان ودل خود بیادوے شادکنند

(ترجمہ:وہ لوگ جوجان ودل سے اسکو یادکرتے ہیں حقیقت میں وہ اپنی جان اوراپنے دل کو اسکی یاد سے خوش کرتے ہیں)

☆☆☆☆☆

ذکر الٰہی میں کیا راز پوشیدہ ہے:

اسلام اور اسلامی تصوف کا سبب سے اہم اور ضروری رکن کلمۂ طیب ہے جس کے پڑھے بغیر نہ انسان مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ اسکے ذکر کی کثرت کے بغیر راہ سلوک طے ہوسکتی ہے اس کلمۂ طیب کے ذکر، نفی اثبات لا الہ الا اللہ یا اللہ ہو اللہ کے ذکر میں یہی راز پوشیدہ ہے کہ اس عالم کے سب باطل معبودوں اور تمام عارضی مقصودوں اور جملہ فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان سب کی نفی کردی جائے اور ایک اور صرف ایک اصلی حقیقی حیُّ قیوم، معبود برحق کے ذکر اور خیال کو دل میں ثابت اور قائم رکھا جائے۔ یہی اصل کار ہے اور اسی پر ساری مذہبیت اور روحانیت کا دارومدار ہے:

سیاحی دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست　　در یاد خدا باش کارے بہ ازیں نیست

(دل کی سیاحت کر کہ اس سے بہتر کوئی مقام نہیں ہے، خدا کی یاد میں رہو اس سے بہتر کوئی کام نہیں)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ایک اور رباعی بھی سن لیں:

یاد تو روح پرور وصف تو دل فریب　　نام تو غم زوا کلام و تو دل ربا

فرخندہ طالعے کہ کند یاد تو بخیر　　برگشتہ دولتے کہ فرامش کند تیرا

مثنوی مولانائے روم دفتر اول ص ۲۸۵، ایضاً ص ۲۲۵

(تیری یاد روح پرور ہے اور تیرا وصف دل فریب ہے، تیرا نام غم کو دور کرنے والا اور تیرا کلام دل ربا ہے)

(وہ شخص کس قدر خوش قسمت ہے جو تجھے صدق دل کے ساتھ یاد کرتا ہے، اور وہ انسان کتنا بد قسمت ہے جو تجھے بھلا دیتا ہے)

واضح ہو کہ یادالٰہی کو دل میں بسانے سے بندۂ مؤمن کا دل جو بدن کا بادشاہ ہے قابو میں آجاتا ہے اور جب یہ قابو میں آگیا تو پورا جسم قابو میں آگیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

ان فی جسد ابن آدم لمضغة، اذا صلحت صلح الجسد کله، و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب:

ترجمہ: بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے سن لو: کہ وہ قلب ہے!

حضرت مولانائے رومی نے اس بات کو اپنے انداز میں کیا خوب فرمایا ہے:

دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ، یک دل بہتر است
کعبہ بنیاء خلیل آذر است — دل گذرگاہ جلیل اکبر است

ترجمہ: دل پر قابو حاصل کرو، یہی حج اکبر ہے، ہزار کعبہ سے ایک دل بہتر ہے، کعبہ تو حضرت خلیل علیہ السلام کی تعمیر ہے، اور دل ذوالجلال والاکرام کی گذرگاہ ہے۔

اسی دل اور حالِ دل کی حفاظت اللہ تعالی نے امت کے اس عظیم طبقہ صوفیاء کرام کے سپرد فرمائی ہے، جس طرح شریعت کے ظاہر کی خدمت اور حفاظت علماء اور فقہاء کے سپرد فرمائی، شریعت دین کا ظاہر ہے تو طریقت دین کا باطن ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اسی حقیقت کو صفی اورنگ آبادی دکنی حیدرآبادی نے کس واضح انداز سے اپنے شعر میں بیان فرمایا ہے:

انہی الفاظ سے پھر ذہنِ خفتہ کو جگانا ہے — شریعت سر جھکانا ہے طریقت دل لگانا ہے

امام غزالی کا عظیم کارنامہ:

اسی موضوع کو مولانا محمد حنیف ندوی نے اپنی کتاب، ''تعلیمات غزالی'' کے تعارف میں بڑے اچھے انداز سے اس عاجز کے الفاظ میں ''سمندر کو کوزہ'' میں سمویا ہے: ''فقہ سے اگر تصوف کے لطائف اور حکم واسرار کو الگ کرلیا جائے تو یہ ایک بے جان اور بے کیف قوانین کا مجموعہ بن جاتی ہے اسی طرح اگر تصوف فقہ اور تشریح کی پابندیوں سے آزادی حاصل کرلے تو اسکا رخ الحاد اور زندقہ کی طرف ہو جاتا ہے، امام غزالی کی دوررس نگاہ نے اس اشکال کو محسوس کیا اور اپنی بے نظیر تصنیف ''احیاء العلوم'' کے متعدد ابواب اسکے حل کے لئے وقف کردیئے جس میں انہوں نے وضاحت کی کہ اسلام اور شریعت نے انسانی زندگی کے لئے جو ایک مربوط لائحہ عمل پیش کیا تھا اسکی تہ میں کیا فلسفہ اور حکمت کارفرما ہے۔

''تعلیمات غزالی'' انہی مطالب کی آزاد اور توضیحی تلخیص ہے، شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں فاضل مرتب نے تصوف کے نکات اور رموز پر سیر حاصل بحث کی ہے ۔اور بتایا ہے کہ ذوق اور وجدان کا یہ لطیفہ تزکیہ باطن اور تعمیر سیرت کے لحاظ سے کن اہمیتوں کا حامل ہے۔ ارتقاء کی کن کن مراحل سے دوچار ہوا ہے اس کے مشائخ کون ہیں؟ مصطلحات کیا ہیں اور ان سے واردات قلب کی کن کن کیفیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

آخر میں اسلام کی رو سے اس کے مقام اور موقف کو متعین کرنے کے سلسلے میں فلسفہء دین کی اہم اور نازک گتھیوں کو کامیابی اور توازن کے ساتھ سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے، نیز اسکا بھی تشفی بخش جواب دیا گیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں تصوف کو کن صحت مند سانچوں میں ڈھلنا چاہیئے''۔ (اقتباس ختم ہوا)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اب یہاں صرف اختصار کے طور پر چند تاریخی عوامل کو بیان کرنا مقصود ہے جن کی بناء پر یہ مبارک طبقہ صوفیہ ٔ کرام وجود میں آیا۔

☆☆☆☆☆

صوفیاءِ کرام کے ظہور کا تاریخی پس منظر:

تاریخ شاہد ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جب ملوکیت کا دور آ گیا، فتوحات تو بہت ہوئیں، اسلام کا پرچم مشرق و مغرب میں لہرانے لگا لیکن رفتہ رفتہ روح جہاد ختم ہونے لگی اور اقتدار کی ہوس بڑھ گئی۔ خدا کے بعض نیک بندوں سے یہ صورت نہ دیکھی گئی۔ ان حضرات نے ملوکیت سے قطع تعلق کر لیا۔ مبصرین کہتے ہیں کہ ان صلح جو صالح طبیعت بزرگوں کے سامنے تین راستے تھے:

(۱) بادشاہوں اور حکام کی کھلم کھلا مخالفت کریں۔ یا

(۲) انکی ہاں میں ہاں ملائیں۔ یا

(۳) ترک تعلق کر کے خود اپنا نمونہ عوام کے سامنے پیش کریں اور اس طرح احکام خداوندی اور ارشادات نبوی پر عمل کر کے دوسروں کو عمل کی ترغیب دیں۔

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو　　　پیکر عمل بن کر مظہر خدا بن جا

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

صوفیہ کرام کا پہلا طبقہ:

صوفیہ کرام کے اولین طبقہ نے تیسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ یہ اسلام کی پہلی صدی تھی اگر یہ حضرات مخالفت فرماتے تو اندیشہ تھا کہ ملت پارہ پارہ ہوجائے، مخالف طاقتیں تو عرصہ سے تاک میں تھیں کہ جہاں کمزوری دیکھیں ضرب کاری لگائیں اور دین محمدی کا۔نعوذ باللہ۔خاتمہ کردیں، اگر موافقت کرتے تو گویا بادشاہوں اور حاکموں کی تمام پالیسیوں پر صاد کرتے اور ان کے ظلم کے شریک کار ہوجاتے جس کی نہ تو شریعت اجازت دیتی ہے اور نہ انکی طبیعت! لہذا آج کل کی زبان میں انہوں نے ترک موالات اور غیر متابعت کی پالیسی کو اپنا لیا۔ دیوڑھیوں اور درباروں سے منہ موڑا، عبادت، توبہ استغفار اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوکر عوام کے لئے نمونہ بن گئے۔ اس مبارک طبقہ کے دور اول کی کہکشاں کے درخشندہ ستارے اہل بیت اطہار میں امام زین العابدین (م ۹۴ھ) امام محمد باقر (۱۱۷ھ) امام جعفر صادق (م ۱۴۸ھ) ہیں پھر حضرت خواجہ حسن بصری (م ۱۱۰ھ) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (م ۱۱۴ھ) پھر حضرت مالک بن دینار (م ۱۳۱ھ) حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی (م ۱۶۲ھ) حضرت داؤد طائی (م ۱۶۵ھ) حضرت فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ) رحمۃ اللہ علیہم اور ان حضرات کے دوسرے ہم عصر تھے۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت سفیان ثوری کا خلیفہ منصور کو ڈانٹنا:

یہ حضرات جاہ حشم کے خلاف تھے، بادشاہوں سے ملتے جلتے نہ تھے اور اگر کبھی سامنا ہوجاتا تو انہیں سختی سے تنبیہ کرتے تھے۔روایت ہیکہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ(م۱۶۱ھ) نے خلیفہ منصور کومنی میں پکڑا اور کہا تو بے شمار مال خرچ کرتا ہے جب کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے ایک حج میں ۱۶ دینار خرچ ہو گئے تو وہ افسوس کے ساتھ فرماتے تھے کہ گویا سارا بیت المال خرچ ہو گیا۔ یہ طریقہ مردانِ حق کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ(م۱۵۰ھ) نے خلیفہ منصور کی دین کے معاملہ میں بات نہ مانی تو آپ کو کوڑے لگائے گئے پھر قید کئے گئے ان حضرات نے اپنے کردار کے چراغ جلائے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات ان میں ان کے رگ گلو کا خون بھی شامل ہو گیا۔اوراس طرح ان کو قید حیات اور بند غم دونوں سے نجات مل گئی۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

عباسی دور میں صوفیہ نے یونانی فلسفہ کے زور کو توڑا:

خلافت عباسی میں یونانی فلسفہ کا دور شروع ہوا۔فلسفہء یونان کی کتابیں اونٹوں پر لادکر دارالخلافہ میں لائی گئیں۔اسکے اثر سے ''عقلیت''(Rationalism) کی گھنگھور گھٹا اس زوروشور سے اٹھی کہ عقائد کی روشنی پر اسکی دھند چھانے لگی،اس دور کا مبارک طبقہ صوفیہ پھر سامنے آیا،حضرت معروف کرخی(م۲۰۰ھ)حضرت بشر حافی(م۲۲۷ھ)حضرت ذوالنون مصری (۲۴۵ھ) حضرت سری سقطی(م۲۵۲ھ)حضرت جنید بغدادی (م۲۹۳ھ) رحمۃ اللہ علیہم اورآپ کے امثال نے اس آڑے وقت میں کتاب اللہ کی اور

سنت رسول اللہ کی حفاظت فرمائی۔ان بزرگان ملت نے عشق الٰہی پر زور دے کر یقین اور ایمان کی آبیاری کی اور تشکیک پر ضرب کاری لگائی،حضرت معروف کرخی نے استغراق پر زور دیا،حضرت سری سقطیؒ نے توحید خالص کا قرآنی نظریہ پیش کیا۔

☆☆☆☆☆

برصغیر میں صوفیہ کرام کا ورود مسعود:

جب فقہ کی تدوین کا دور آیا تو فکر وعمل کو آہنگ کیا گیا۔چوتھی صدی ہجری میں تصوف کی تحریک بہت آگے بڑھی،پانچویں صدی میں حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری (م ۴۷۰ھ) مصنف،کشف المحجوب،اور سلطان ابوسعید ابوالخیر رونق بخش عالم ہوئے۔ اگلے سوسال کے اندر حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ)اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) نے شجر اسلام کی آبیاری کی،پانچویں صدی ہجری میں امام غزالی (م ۵۰۵ھ) نے احیاء العلوم لکھی۔علامہ شبلی کی رائے میں اس کی گونج حضرت جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ)ابن رشد اور شاہ ولی اللہ کے ہاں سنائی دیتی ہے۔حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اعتبار سے ارشاد اور تلقین کا جو کام شروع کیا اسکے باعث ہزاروں غیر مسلم اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے۔اجمیر میں پرتھوی راج کے عہد میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۲ھ) نے اپنی خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔کفرستان ہند میں جہاں چھوت چھات اور برہمنی استحصال کا دور دورہ تھا ایک زبردست سماجی انقلاب رونما ہوا۔آپ کے خلفاء میں شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کا کی (م ۶۳۳ھ) رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔حضرت نظام الاولیاء خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی (م ۷۲۵ھ)

(جن کا دلی میں لقب ''حضرت سلطان جی'' ہے) کا سلسلہ طریقت حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (م ۶۷۰ھ) کے واسطے سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۴ھ) تک پہونچتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت خواجۂ بندہ نواز کا دکن میں فیضان:

اس طرح اس برصغیر میں صوفیہ کرام نور اللہ مراقدہم کے تمام سلاسل خوب ہی پھلے پھولے۔ان سلسلوں میں چشتیہ،سہروردیہ،قادریہ اور نقشبندیہ نے جو مقبولیت حاصل کی وہ محتاج بیان نہیں۔ان حلقوں کے بزرگوں اور خلفائے عظام نے اپنے سلاسل کی ترویج میں مادی ذریعوں سے نہیں بلکہ روحانی وسائل سے کام لیا۔حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے قدیم علاقے میں حضرت خواجہ شاہ راجو قتال حسینی رحمۃ اللہ علیہ جو آٹھویں پشت میں حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے پوتے ہیں کا شاندار تاریخی گنبد اور روضہ ہے۔یہ گولکنڈہ کے آخری تاجدار سلطان ابوالحسن تاناشاہ کے پیر عالی قدر تھے۔حضرت کے پائین میں اس عاجز کے پیرومرشد حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ کے والدین ماجدین اور دیگر اعزاء آرام فرماہیں،ہر سال حضرت علیہ الرحمۃ اپنے والد بزرگوار کی فاتحہ سالانہ کی تقریب منعقد فرماتے۔قرآن خوانی ہوتی اور قصیدہ بردہ بھی پڑھا جاتا۔ایک مرتبہ اس موقع پر حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان حضرات نے ''سوکھے ٹکڑے کھا کر،اس کفرستان میں دین کی شمع روشن کی ہے''۔

دکن میں حضرت چراغ دہلوی قدس سرہ (م ۷۵۷ھ) کے خلیفہ نامور حضرت سید

محمد گیسو دراز بندہ نواز قدس سرہ (م ۸۲۵ھ) نے سارے جنوبی ہند سے اپنی عظمتوں کا لوہا منوالیا اور آپ کے انفاس قدسیہ سے چشتی سلسلہ کو دکن میں بڑا فروغ حاصل ہوا اور آج تک اس سلسلے کے برکتیں جاری وساری ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گی۔آپ کی عظمت اور مقبولیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جائے کہ جس مہینہ یعنی ذوالقعدہ میں آپ نے انتقال فرمایا ہے اس مہینہ کو سارے دکن میں ''بندہ نواز'' کہا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی عظیم دینی خدمات:

بزرگان نقشبند میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۲۲ھ) نے دلی کو اپنے قدوم پاک سے نوازا، مغلیہ دور کی گمراہیوں کے اندھیرے میں چراغ معرفت روشن کیا اور اپنی نگاہ حقیقت بیں سے آسمان سرہند کے ایک ستارے کو ایسے چمکایا کہ یہ روشن ستارہ فلک معرفت کا خورشید تاباں بن گیا۔اور پورے عالم اسلامی میں مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) کے لقب سے پہچانا گیا۔آپ کے انفاس قدسیہ نے ایسا اصلاحی کام کیا کہ اکبری دور کے الحاد اور بے دینی کی تیز وتند آندھی سست رفتار پڑگئی اور شاہجہاں کے دور معدلت پرور میں اس شہنشاہ کے پاکیزہ دینی خیالات اور تقوی شعار مزاج نے بے دینی کا قلع قمع کردیا۔اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید خاص حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی بلند پایہ اور گراں مایہ دینی تصانیف اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے انفاس قدسیہ کی بدولت شریعت اور طریقت کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔

حضرت مجدد کے روضہ پر علامہ اقبال کی حاضری اور اظہارِ نیاز مندی:

اس موقع پر علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد الف ثانی کو جو خراج عقیدت پیش فرمائی ہے اسکو یہاں بیان کرنا بے محل نہ ہوگا:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے ایک صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا اسکو خبر دار

☆☆☆☆☆

ہندوستان کی مسلم ریاستوں میں علماء اور مشائخ کا مدارس اور خانقاہوں کو قائم کرنا:

جب تقدیرِ الٰہی نے ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کے لئے زوال اور اختتام کا فیصلہ فرمایا اور مسلمانوں کی شامتِ اعمال سے انگریز اس ملک کے فرمانروا بن گئے اور دہلی کی مرکزی سلطنت کی بجائے ہندوستان کے طول وعرض میں انگریزوں کے زیر اقتدار چند مسلمان ریاستیں قائم ہوگئیں تو حکمرانوں نے اپنے مقدور بھر گذری ہوئی سلطنتوں کی آن بان قائم رکھنے اہلِ علم اور اہلِ دین کی قدردانی اور سرپرستی کرنے کی کوششیں کیں۔ ایسے وقت میں مجددی خاندان نے اور دیگر سلسلوں کے مشائخ کرام نے ان ریاستوں کو اپنی توجہ کا

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

مرکز بنایا، یہاں خانقاہیں تعمیر کیں اور علماء نے مدرسے قائم کیئے۔اس طرح تعلیم،تربیت اور اصلاح کا کام شروع کیا۔ چنانچہ ہم کواس زمانہ کی تقریباً ہر مسلمان ریاست میں ان عالی خانو ادوں کا کوئی نہ کوئی فرداوران گرامی سلسلوں کا کوئی نہ کوئی صاحبِ ارشاد شیخ نظرآ تا ہے۔

☆☆☆☆☆

نقشبندی مجددی مشائخ کرام کی ہندوستان کے طول وعرض میں اصلاحی سرگرمیاں:

حیدر آباد دکن میں حضرت شاہ سعد اللہ نقشبندی مجددی مرید حضرت شاہ علی غلام دہلوی اور خلیفہء شاہ ابوسعید مجددی، رام پور میں شاہ محمد معصوم مجددی، ٹونک میں نواب میر خان مریدِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، افغانستان میں حضرت حاجی دوست محمد قندھاری خلیفہء حضرت شاہ احمد سعید مجددی، بھوپال میں شاہ رؤف احمد مجددی خلیفہء حضرت شاہ غلام علی دہلوی، لکھنو میں حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی خلیفہء حضرت خواجہ شاہ محمد آفاق دہلوی، پنجاب میں حضرت اکمل الدین محمد بخاری اور ملک شام میں حضرت خالد رومی کردی نقشبندی مجددی (م ۱۲۴۲ھ) خلفاءِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ان سارے حضرات کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی حکمت عملی کے مطابق حکمران طبقہ،خواص اور عوام کی تربیت اور اصلاح پر خصوصی توجہات مرکوز کیں۔اور زندگی بھر سرگرم اصلاح اور ارشاد رہے۔ یہ تمام کوششیں اسی طلائی زنجیر کی کڑیاں ہیں جسکو سرہند شریف کے اللہ والے نے متحرک اور متعدی فرمایا تھا اور ایسے اخلاص اور ایسے ''نفس گرم'' سے حرکت

دیا تھا کہ ان انشاء اللہ قیامت تک اس میں حرکت رہے گی۔ ع

این سلسلہ از طلائے ناب است

این خانہ تمام آفتاب است

(یعنی یہ زنجیر خالص سونے کی ہے اور یہ تمام تر خاندان آفتاب ہے)

یہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے اپنے مرید حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور انکی اولاد امجاد کے بارے میں بطور پیشن گوئی ارشاد فرمایا جس کا گواہ زمانہ ہے کہ افغانستان، ہندوستان اور ملک شام حتی کہ روس میں بھی حضرت مجددِ الف ثانی کی اولاد امجاد دین کے کاموں میں سرگرم عمل ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

پچھلے اوراق میں حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ کے تحصیلِ طریقت کے عنوان پر کئی ضروری باتیں عرض کردی گئیں تا کہ قارئین کو طریقت کی اہمیت اور ضرورت کا یقین ہوجائے۔ حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ نے بچپن میں ابتداً اپنے والد بزرگوار کے پیر و مرشد حضرت مسکین شاہ قدس سرہ سے نقشبندی سلسلے میں بیعت فرمائی۔ حضرت علیہ الرحمہ کے والد حضرت مسکین شاہ قدس سرہ کے نقشبندی سلسلہ میں خلیفہ اور مجاز تھے۔ اور حضرت مسکین شاہ خلیفہ اور مجاز تھے حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے۔

☆☆☆☆

حضرت خواجہ باقی باللہ کا اشارۂ غیبی سے ہندوستان تشریف لانا اور نقشبندیت کا آغاز فرمانا:

ہندوستان کی سرزمین نسبت نقشبندیت سے محروم تھی اس سلسلہء عالیہ کے سب سے پہلے بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ) ہیں جو کابل سے اشارہ غیبی کی بنا پر دلی تشریف فرما ہوئے۔ آپ کا خود ارشاد ہے:

ایں تخم پاک را از زمین سمرقند و بخارا آوردیم و درزمین برکت آئین ہند کشتیم ، الحمد للہ کہ بعنایت الٰہی شجرۂ طیبہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء ظاہر شد۔

(ترجمہ) اس پاک بیج کو سمرقند اور بخارا کی زمین سے ہم لائے اور ہندوستان کی برکت والی زمین میں بویا۔ الحمد للہ عنایت الٰہی سے اس کا پاک درخت جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان تک پہونچ چکی ہیں ظاہر ہو چکا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت شاہ سعد اللہ کا دکن میں ورود:

سلسلہء نقشبندیہ دکن میں حضرت شاہ سعد اللہ قدس سرہ سے پہونچا۔ حضرت نے مناسک حج سے فراغت کے بعد جب مدینہ منورہ حاضری دی تو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سعد اللہ تم ہندوستان میں جاؤ، وہاں تم سے بہت لوگ فیضیاب ہونے والے ہیں، اس ارشاد کی تعمیل میں آپ ہند کا ارادہ فرما کر مدراس و کرنول ہوتے ہوئے حیدر آباد دکن

تشریف لائے۔اور پھر مختلف مقامات پر قیام فرما کر بالآخر محلہ اردو شریف میں نواب جان کے باغ کا ایک بڑا حصہ خرید فرمایا پھر یہاں آپ کے لئے ایک مسجد بنائی گئی اور پھر ایک خانقاہ بھی تیار ہوئی جس میں ہر روز ڈیڑھ سو طالبان حق موجود رہتے اور ان کے دو وقت کے کھانے اور لباس کا انتظام آپ ہی فرماتے۔(گلزار اولیاء از حضرت محدثِ دکن)

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کے پیر و مرشد:

حضرت شاہ سعد اللہ کے خلیفہ ہمارے حضرت دادا پیر قدس سرہ حضرت سید محمد بادشاہ بخاری ہیں۔آپ کا سلسلہءِ نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ سے ملتا ہے۔حضرت کے جد اعلی بخارا کے رہنے والے تھے مگر چند پشت سے آپ کے اجداد ذی شان شہر کرنول میں رونق افروز رہے۔آپ کا مولد کرنول ہے۔اس وقت حیدر آباد فرخندہ بنیاد گھوارۂ علوم وفنون تھا۔۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کا تسلط پورے ہندوستان پر قائم ہوگیا تو شمالی ہند کے بیشتر علماء، ادباء، شعراء، محدثین اور فقہاء نے حیدر آباد کا رخ کیا۔چنانچہ نہ صرف ممالک محروسہ آصفیہ کے بڑے بڑے شہر بلکہ تعلقہ جات تک علماء کی برکتوں سے مالا مال تھے۔ہر عالم ایک مدرسہ تھا اور ہر صوفی ایک جیتی جاگتی خانقاہ تھی، جہاں عوام اور خواص شریعت اور طریقت کے میدان میں اپنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

حضرت دادا پیر قدس سرہ ظاہری اور باطنی علوم کے متبحر عالم باعمل تھے اور عدالت میں منصف کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔باوجود اس دنیوی وجاہت اور تمول کے طبیعت درویشانہ تھی اور زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، جب تک عدالت کی کرسی پر رونق افروز رہتے

دست بہ کار دل بہ یار کا نمونہ بن کر خلق خدا کو زبان حال سے سکھاتے کہ اگر ایسی دنیا کی جائے تو مذموم نہیں بلکہ سراسر محمود ہے۔

حضرت دادا پیر قدس سرہ کی نسبت قادریہ عالیہ تو خاندانی تھی اور اسکے دوش بدوش طریقۂ عالیہ نقشبندیہ حضرت شاہ سعد اللہ نقشبندی قدس سرہ سے حاصل فرمایا جن کا مبارک ذکر اوپر ابھی گذر چکا ہے۔ حضرت دادا پیر قدس سرہ حضرت شاہ مسکین (م ۱۳۱۷ھ) قدس سرہ جن کا مزار مبارک مسجد الماس واقع اندرون علی آباد (حیدر آباد) ہے کے خواجہ تاش تھے یعنی یہ دونوں حضرات شاہ سعد اللہ قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت محدث دکن نے بھی حضرت شاہ مسکین سے بچپن میں بیعت فرمائی تھی۔

حضرت مستان شاہ صاحب مجذوب کا حضرت دادا پیر پر تصرف:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت دادا پیر کا معمول تھا کہ عدالت کے مقررہ وقت میں سرکاری کام سے فراغت کے بعد فاضل وقت حضرت حاجی مستان شاہ صاحب مجذوب کی حضوری میں گذارتے۔ گویا حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ پیر طریقت تھے اور حضرت مجذوب صاحب پیر صحبت، ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت دادا پیر نے حضرت مجذوب صاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت صاحب نے پانی مانگا۔ آپ نے پانی پیش فرمایا، حضرت نے تھوڑا سا پی کر باقی آپ کو پینے کے لئے دیا۔ آپ نے اس کو پی لیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے دفتر کے لئے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا: بیٹھ جا، آپ بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت مجذوب صاحب پر

عالم نزع طاری ہوا اور پھر انتقال ہو گیا۔

حضرت مجذوب صاحب علیہ الرحمہ کو درگاہ حضرت اجالے شاہ صاحب واقع سعید آباد کے قریب دفنا دیا گیا، حضرت دادا پیر بھی وہیں بیٹھ گئے اور جذب کا عالم طاری ہو گیا نہ گھر کی فکر، نہ ملازمت کی پرواہ، نہ کھانے پینے کا ہوش البتہ پانچوں نمازوں کے اوقات میں افاقہ ہو جاتا اور آپ نمازیں ادا فرما لیتے پھر وہیں بیٹھے رہتے کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ کسی صاحب دل شاعر نے ایسی ہی موقع پر یہ شعر کہا ہے:

جب سے نسبت ہوئی ساقی تیرے میخانے سے — ہر گھڑی آنکھ لگی رہتی ہے پیمانے سے

اور اسی مضمون کو حضرت فخر دہلوی علیہ الرحمہ کس خوبی سے فرمایا ہے:

شہ اقلیم فقرم، بیخودی تخت روان من — نہ چوں فرہاد مزدورم، نہ چوں مجنون زمیں دارم

(ترجمہ) میں اپنی سلطنتِ فقر کا بادشاہ ہوں، بے خودی میرا تخت رواں ہے نہ تو میں فرہاد کی طرح مزدور ہوں اور نہ مجنوں کی طرح زمیندار ہوں

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

دلی کے ایک مجذوب کا حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی کو پیر کامل کی طرف رہبری فرمانا اس موقع پر یہاں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ مجذوب حضرات بھی صاحب خدمت اور عالم روحانیت کے امور پر فائز رہتے ہیں اور ان حضرات کرام کے ذمہ اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کی رہبری کے کام تفویض فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی دہلوی (م ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ء) حضرات یوسفین شریفین اور حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی (مہارشٹرا، انڈیا) کے پیر و مرشد ہیں شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کو بھی ایک مجذوب سے رہبری ملی تھی۔ مقدمہ کشکول کلیمی سے اس واقعہ کو شائقین کے استفادہ کے لئے بیان کرنے کی

سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

تکمیل علوم کے بعد، شاہ کلیم اللہ رحمہ اللہ کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اور وہ یک لخت مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔ حافظ محمد جمال ملتانی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اوائل عمر میں ان کو ایک کھتری لڑکے سے گرویدگی پیدا ہوگئی اور عشق اس درجہ تک پہونچ گیا تھا کہ ایک لمحہ بھی اس کے بغیر چین نہ پڑتا تھا۔ دلی میں ایک مجذوب تھے جن کے متعلق عام عقیدہ یہ تھا کہ وہ صرف اسی شخص کی نذر قبول کرتے ہیں جس کا کام ہونا ہو، شاہ صاحب کچھ شیرینی لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے یہ نذر قبول کرلی۔ دوسرے دن شاہ صاحب اس لڑکے کے پاس گئے، اس نے نہایت ہی لطف اور توجہ سے ان کو اپنے پاس، بٹھایا اور بڑی محبت سے پیش آیا۔ لڑکے کی اس ملاطفت سے شاہ صاحب کی طبیعت بھر گئی، اور انکی مذہبی احساس نے پکار کر کہا:

ہمت عشق نہ ہو حسنِ خط وخال میں بند ۔۔۔ صید ہر مور ومگس ہوتے ہیں شہباز کہیں

(قائم چاندپوری)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اب شاہ صاحب کی طبیعت ان مجذوب کی طرف راغب ہوگئی، مجذوب صاحب کی صحبت سے شاہ صاحب میں جذب کی ایک کیفیت پیدا ہوگئی۔ احترامِ شرع میں وہ اپنی حالت چھپانے کی کوشش کرتے تھے لیکن جب ضبط نہ ہوسکا اور بالکل مجبور ہوگئے تو مجذوب صاحب سے اپنی حالت بیان کی اور امداد کے طالب ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا:

''اگر آتش ازیں قسم خواہند نزد من بسیار است وآب نزدِ حضرت شیخ یحی مدنی است، آنجا روید'' (اگر اس قسم کی آگ چاہتے ہو تو میرے پاس بہت ہے لیکن پانی حضرت شیخ یحی مدنی کے پاس ہے۔ وہاں جاؤ) (کشکول کلیمی ص ۳۲) مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

اب یہاں سے ہم پھر اپنے موضوع پر واپس ہوتے ہیں۔ جب دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کے سارے کام چھوڑ دیئے اور آپ پر جذب کی کیفیت نے دائمی ہیئت اختیار کرلی، اس زمانے کے اربابِ اقتدار جیسے نواب تراب علی خان سالار جنگ اول نے بڑی تدبیریں کیں کہ نیستان معرفت کا یہ شیر پھر سے دنیا کے تنگ وتاریک پنجرہ میں مقید ہوجائے حضرت پیر ومرشد محدث دکن کی مبارک زبانِ درفشان سے اس کیفیت کو سنئے اور جذبۂ معرفت خداوندی کو ابھاریئے۔

مگر یہ بیٹھنا کچھ معمولی بیٹھنا نہیں تھا، کسی دل جلے کے بٹھانے سے بیٹھنا پڑا تھا، اسی لئے اس کوہ ثابت کو کسی دنیادار کی باتوں کے تیز جھونکے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے، سچ پوچھئے تو سدھ ہی کس میں تھی، ایک دل تھا وہ تو دلدار نے لے لیا، اب دل ہی کہاں سے لائیں جو اوروں کو دیں؟ اس وقت آپ اس شعر کے مصداق بنے ہوئے تھے۔

یکے بین ویکے داں ویکے گوی یکے خواہ ویکے خواں ویکے جوئے

(دیکھو تو ایک کو دیکھو، جانو تو ایک کو جانو، کہو تو ایک ہی کو کہو، چاہو تو ایک کو چاہو، پڑھو تو ایک ہی کا نام پڑھو، اور ڈھونڈو تو ایک ہی کو ڈھونڈو) (گلزار اولیاء ص ۶۰، تالیف حضرت محدث دکن)

بالآخر حضرت دادا پیر قدس سرہ کی اس حالت کو دیکھ کر نواب تراب علی خاں سالار جنگ اول نے اس جگہ خانقاہ بنوادی، پھر سالار جنگ دوم نے مسجد تعمیر کروادی اور اب تک یہ چیزیں صدقۂ جاریہ کی صورت میں بانیوں کی یادگاریں قائم اور موجود ہیں۔

حضرت دادا پیر قدس سرہ نے اپنی ساری مبارک عمر اسی مسجد اور حجرہ مبارکہ میں گذاردی۔ اللہ تعالی کو یہ منظور تھا کہ اس طرح آپ مسند ارشاد پر رونق افروز ہوکر طالبان حق کو فیضیاب فرمائیں۔

اس مبارک مسجد بخاری گلشن سعید آباد سے متصل بجانب جنوب جو مبارک حجرہ ہے وہ بڑا ہی متبرک ہے، حضرت دادا پیر قدس سرہ کا یہ معمول تھا کہ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے فوراً بعد متصل دروازہ سے اس میں داخل ہوجاتے اس طرح سے کہ کوئی دوسرا داخل نہ ہو اور پھر اسی وقت اس کو بند کرلیتے۔ حضرت کے اس معمول کو آپ کے عزیز حضرت محب اللہ صاحب عرف شاہ پیراں رحمۃ اللہ (جو حضرت محدث دکن کے اساتذہ کرام میں ہیں) دیکھا کرتے ایک مرتبہ ہمت کرکے حضرت شاہ پیراں بھی حضرت دادا پیر قدس سرہ کے ساتھ اس دروازہ میں داخل ہوگئے۔ حضرت نے سکوت اختیار فرمایا اور اس وقت آپکی روضۂ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری ہوا کرتی تھی۔ اس طرح حضرت شاہ پیراں رحمۃ اللہ علیہ کو بھی وہ حاضری میسر آگئی۔ مگر حضرت دادا پیر قدس سرہ نے وعدہ لیا کہ جب تک میں زندہ رہوں اس راز کو فاش نہ کرنا۔ **اللھم وبارک علینا معھم انک حمید مجیدآمین بحرمۃ المرسلین** (یہ واقعہ اس عاجز کو حضرت حافظ محمد حسین صاحب امام تراویح مسجد حضرت پیر ومرشد نے بیان فرمایا اور اسکی توثیق جناب سید نعمت اللہ صاحب قادری مقیم شکاگو نے فرمائی)

ہر سال حضرت دادا پیر قدس سرہ کے عرس کے موقع پر حضرت پیر ومرشد اس مبارک حجرہ میں بھی تشریف لیجاتے اور فاتحہ گذرانتے اور حاضرین کو بتاتے کہ حضرت دادا پیر قدس سرہ مسجد میں یہاں تشریف رکھتے، اور حجرہ میں اس جگہ تشریف رکھتے، حجرہ میں اس جگہ حضرت دادا پیر کی چوکی برابر رہا کرتی۔

☆☆☆

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی جائے قیام کا تقدس اور ان سے برکت حاصل کرنا:

یہاں یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ جس مقام پر کوئی اہل اللہ کچھ عرصہ قیام کرے تو اس جگہ آسمان سے برکات اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے جس کی وجہ سے دل اللہ تعالی کیطرف کھنچتے ہیں اور وہ جگہ متبرک ہوجاتی ہے۔ تفسیر مظہری (۱/ ۱۲۸) میں آیت شریفہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (سورہ بقرہ پ ۱ آیت نمبر ۱۲۵) کے تحت مفصل تفسیر اور تحقیق کے بعد تحریر فرمایا ہے:

''یہاں اہل اعتبار نے یہ استنباط کیا کہ جس مقام میں کوئی شخص اہل اللہ میں سے کچھ عرصہ قیام کرے تو اس جگہ آسمان سے برکات اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے، جس سے قلوب کا انجذاب حق تعالی کی طرف ہوتا ہے اور اس جگہ نیکیاں کرنے سے انکا اجر مضاعف ہوجاتا ہے اور برائیوں کا گناہ بھی وہاں زیادہ ہوتا ہے، واللہ اعلم''

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ملفوظات محدث کشمیری جو علامہ انور شاہ کشمیری کے گرانقدر ملفوظات پر مشتمل ہے ص ۱۷۹ کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے جس میں اس موضوع پر دلیلیں پائی جاتی ہیں:

''قولہ اتخذہ مصلی الخ علامہ نووی نے فرمایا: ''اس جملہ سے صالحین اور انکے آثار سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت واستحباب نکلتا ہے، اور جن مواضع میں انہوں نے نماز پڑھی ہے وہاں نماز پڑھنا اور ان سے برکت طلب کرنا بھی ثابت ہوا'' پھر یہ کہ حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی تلاش میں رہتے تھے، اور جہاں جہاں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے ان میں نماز پڑھنے کا التزام کرنا بخاری شریف کے، باب المساجد بین مکۃ والمدینۃ'' سے بھی ثابت ہے۔

☆☆☆☆

حضور نے سفر معراج میں حضرت عیسی علیہ السلام کی جاءِ ولادت پر نماز پڑھی:

اور ہم بعض احادیث اسراء کے ذیل میں یہ بھی ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے سفرِ اسراء میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو براق سے اتر کر مدینہ منورہ، طور سینا، مداین (مسکن حضرت شعیب علیہ السلام) اور بیت لحم (جائے ولادتِ حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام) میں نماز پڑھنے کی تلقین کی تھی۔ یہ حدیث نسائی شریف اور دوسری دس کتب حدیث میں ہے'' (ملفوظات کی عبارت ختم ہوئی)۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆

معرفت خداوندی کیوں کر حاصل ہوتی ہے:

پیر کامل کی نگرانی اور تربیت میں اپنے مولی کا طالب جب سرگرم عمل ہوجاتا ہے تو اسکو معرفت خداوندی اور نسبت یعنی تعلق مع اللہ نصیب ہوتا ہے۔ معرفت خداوندی جب انسان کو حاصل ہوتی ہے تو گویا اپنی حقیقت سے باخبر ہوجاتا ہے رب العزت کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ پ ا، آیت ۱۳۰) ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ (اور جو کوئی پسند نہ کرے دین ابراہیمی کو تو گویا وہ اپنے آپ سے غافل ہے) اسی کو صوفیہ کرام یوں

فرماتے ہیں ''وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ'' (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) جب یہ عرفان حاصل ہوا تو اللہ تعالی سے نسبت بھی قائم ہوگی۔

سطور بالا میں جہاد اکبر کے سلسلے میں، اس عاجز نے تعلق مع اللہ اور نسبت کا ذکر کیا ہے نسبت کی ضرورت اور اہمیت پر سطور ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''القول الجمیل'' سے اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے تاکہ محدث، مفسر، محقق، صوفی، متکلم، مؤرخ، مفکر، مصنف، جامع بین المنقول والمعقول، صاحب مسند وارشاد بزرگ عالم ربانی سے زیر نظر موضوع پر قول فیصل سن کر قارئین کرام کما حقہ استفادہ کریں۔

ذکر الٰہی طریقت میں بنیادی شرط ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں مشائخین کرام کے اشغال بیان کئے ہیں، اپنے مریدین کی باطنی تربیت کی تفصیلات بھی دی ہیں، بتایا ہیکہ طریقت میں ''ذکر الٰہی'' سلوک کی بنیادی شرط ہے خواہ ذکر خفی ہو یا ذکر جہری۔ اسکے بعد اس باطنی مجاہدہ اور ریاضت کی اصل غرض بیان فرمائی ہے۔

☆☆☆☆

طریقت کا مقصود کیا ہے؟

تصوف کے سارے طریقوں کا مقصد یہ ہیکہ طالب کے نفس ناطقہ یعنی اندرون میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوجائے جس کو صوفیہ کرام نے ''نسبت'' کا نام دیا ہے، یہ نسبت

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

دوسرے معنوں میں اللہ تعالی سے تعلق کا نام ہے،اسکوسکینہ بھی کہتے ہیں۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورہ فتح پ،۲۶،آیت ۴)ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانامع ایمانھم (وہی ہے جس نے اتارا چین دل میں ایمان والوں کے تاکہ زیادہ ہوجائے ایمان،انکے اپنے ایمان کے ساتھ)اس تعلق مع اللہ کو''نور'' بھی کہتے ہیں۔رب العزت کا ارشاد ہے(سورۃ الزمرپ ۲۳ آیت ۲۲)افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربه(بھلاجس کا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر،پس وہ اجالے میں ہے اپنے رب کی طرف سے)جب یہ کیفیت نفسِ ناطقہ میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور چوں کہ ملائکہ سے مشابہ ہوتی ہے تو صاحبِ نسبت کی نگاہ عالم جبروت کی حقیقتوں پر پڑتی ہے۔

نسبت یا سکینہ کب حاصل ہوتی ہے:

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ طالب جب طہارت، پاکیزگی،عبادتوں اوراذکار واشغال،تلاوتِ کلام پاک،درودشریف کی کثرت پر برابر پابندی کے ساتھ عامل رہے تو اسکے باطن میں دو باتیں پیدا ہوجاتی ہیں(۱)ملکوتی صفت یعنی فرشتوں سے مشابہت والی صفت(۲)عالم جبروت کی طرف توجہ کی پختہ استعداد۔یہ دونوں نسبت یا سکینہ یا نورربانی کی دوشاخیں ہیں اوران میں سے ہرایک شاخ کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں ایک عشق اورمحبت کی نسبت ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورہ مائدہ پ۶ آیت ۵۴)**یحبھم ویحبونه**(وہ یعنی اللہ تعالی ان کو چاہتا ہے اوروہ (بھی)اسکو چاہتے ہیں)اسی کوشاعرِقرآن علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایاہے۔

بجھی آتش عشق اندھیر ہے   مسلماں نہیں راکھ کاڈھیر ہے

حیاتِ مستعار کا راز کیا ہے:

الغرض جب طالب کے باطن میں نسبت یعنی سکینہ اور نور جا گزیں ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو جن معنوی کمالات، اخلاق حمیدہ اور صفات حسنہ سے نوازا ہے سب اس میں پیدا ہو جاتے ہیں، یہاں موقع نہیں ہے کہ تفصیل میں جاؤں البتہ اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ اٹھارویں پارہ کا ابتدائی رکوع جو "قد افلح المؤمنون" سے شروع ہوتا ہے اور انیسویں پارہ کے سورۃ الفرقان کا آخری رکوع جس میں رب العزت جل مجدہ نے "وعباد الرحمن" یعنی رحمن کے بندوں کی صفات عالیہ بتائی ہیں اور اسی طرح سے جہاں جہاں قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مؤمنین کے اخلاق بتائے گئے ہیں کم وبیش سب اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور یاد رکھیں اس دو روزہ زندگی اور حیات مستعار کا یہی راز ہے ورنہ کھانا، پینا اور نسل کو بڑھانا، ان چیزوں میں تو جانور اور تمام حیوانات بھی سرگرم عمل ہیں تو پھر انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا رہ گیا؟ **اللھم حبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان واجعلنا من الراشدین** (الٰہی! محبت ڈالدے ہمارے دل میں ایمان کی، اور اچھا دکھا اسکو ہمارے دلوں میں، اور برا بنادے ہمارے لئے کفر کو، گناہ کو اور نافرمانی کو، اور بنادے ہم کو نیک چال چلنے والوں میں)۔

ایک شاعر ربانی کی کیا پیاری للکار ہے:

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو ۔۔۔ پیکرِ عمل بن کر مظہرِ خدا ہو جا

☆☆☆☆☆

آدابِ خود آگاہی کب کھلتے ہیں؟

اس موضوع پر شاعرفطرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ سے کچھ سن لیں:

یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو　　　بے آہ سحر گاہی تقویمِ خودی مشکل

(لالہ پیکانی کہا آنکھوں کو، جیسا کہ گل لالہ میں سیاہ داغ ہوتا ہے، ایسی ہی آنکھوں میں سیاہی ہوتی ہے۔ پیکاں سے مراد پلکیں، خوشتر ہے کنارِ جو سے مراد رونا ہے یعنی آنکھ کا کمال یہ ہیکہ عشق الٰہی میں روتی رہے، خودی سے مراد خود آگاہی ہے)

یہ بھی شاعرفطرت کا قول ہے:

کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی　　　جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

یعنی جب اللہ تعالی سے محبت اور عشق ہوجاتا ہے تو پھر عرفان نصیب ہوتا ہے زندگی کے اس راز بے بہا کو علامہ ہی کی زبان سے ذرا کچھ تفصیل سے سن لیں:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

شام جس کی آشنائے نالہ یارب نہیں　　　جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

جس کا سازِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا　　　جو سدا مستِ شرابِ عیش وعشرت ہی رہا

کلفت غم گرچہ اسکے روز وشب سے دور ہے　　　زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

☆☆☆☆☆

اللہ تعالی کے مراقبہ کی تاکید:

زندگی کا راز گویا اللہ تعالی کے ساتھ حضوری کی نسبت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا (سورۃ الحدید پ ۲۸ آیت ۴) وھو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے تم

جہاں کہیں ہو)ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے "راقب اللہ تجدہ تجاھک" (تو اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کرتو اسکو اپنے سامنے پائے گا)اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احسان کی تعریف یوں ارشاد فرمائی "الاحسان ان تعبداللہ کانک تراہ،فان لم تکن تراہ فانہ یراک" (احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے،اور اگر تو اسکو نہیں دیکھ سکتا ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہے)اور نسبت ہی احسان کا دوسرا نام ہے اور اسی کو صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) کہا ہے کہ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے(سورہ بقرہ پ ا آیت ۱۲۸)صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ و نحن لہ عابدون (ہم نے لیا رنگ اللہ کا،اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر،اور ہم اسکی بندگی پر ہیں)۔

☆☆☆☆☆

طریقت کی نسبت وراثۃً چلی آرہی ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین ابرار اس نسبت سکینہ کو تنہائیوں میں خضوع اور حضور کے ساتھ نمازیں پڑھنے،ذکر اور تسبیح کرنے،طہارت پر برابر قائم رہنے،موت جو دنیاوی لذتوں کو مٹانے والی اسکو ہر دم یاد کرنے،اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر دھیان کرنے سے حاصل فرماتے تھے،اور جب یہ صفت اور ملکہ پیدا ہوجاتا تو زندگی بھر اس کی حفاظت فرماتے۔اور یہی کیفیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،صحابہ کرام،تابعین عظام اور مشائخ کے ذریعہ وراثۃً چلی آرہی ہے اسکے برحق ہونے میں کوئی شک نہیں البتہ اس کیفیت کے کئی رنگ ہیں اور اسکے حصول کے کئی طریقے ہیں اسی نسبت،سکینہ اور نور کو حاصل کرنے کے لئے مرید اپنے پیر کا دامن تھامتا

ہے۔اسی کو بیعت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت پیرومرشد محدث دکن نے اسی کے لئے اپنے پیر ومرشد حضرت سید محمد بخاری قدس اللہ سرہ کا دامن تھاما۔ پیدل حسینی علم کے محلہ سے سعید آباد تک جوایک گھنٹہ کا راستہ ہے تشریف لیجایا کرتے اور یہ آمدورفت چودہ برس رہی۔

بالعموم فجر کی نماز باجماعت مسجد بخاری گلشن میں اپنے پیرومرشد کے ساتھ ادا فرماتے اور اگر کبھی دیر ہوجاتی تو مسجد چوک میں نماز فجر ادا ہوتی۔اس زمانہ میں اس مسجد کے امام اور خطیب حضرت شیخ آدم ترکی علیہ الرحمۃ تھے۔ان حضرت کا یہ معمول تھا کہ ہر روز نماز فجر کی فرض رکعتوں میں قرآن شریف کی سلسلہ وار تلاوت فرماتے تو جو کوئی فجر کی نماز میں آپ کے ساتھ پابندی سے شریک ہوتا تھا وہ تراویح کی طرح قرآن پاک کے سماعت کی سعادت حاصل کرلیتا، یہ تھیں اس زمانے کی برکتیں! اسی طرح استاذی مولانا ابوالوفا افغانی علیہ الرحمہ ایک سال علالت کی وجہ سے تراویح میں قرآن نہیں سنا سکے تو عشاء کے فرض میں قرآن پاک کا پورا دور مکمل فرمالیا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

پیر کامل، قابل اساتذہ اور اچھے مشیر خدا کی عظیم نعمتوں میں ہیں:

اس زمانہ کی برکتوں کا ذکر چھڑ گیا تو اپنے استاذ عالی قدر جناب عبدالستار صاحب سبحانی علیہ الرحمہ کی رہبری کا ایک واقعہ جو اس راقم عاجز سے متعلق ہے سناتا چلوں۔اس عاجز نے ۱۹۴۵ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی، والد بزرگوار

جناب الحاج محمد اسماعیل خان نقشبندی وقادری علیہ الرحمۃ مجھے عالی جناب سبحانی صاحب کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ آپ کے اس شاگرد نے بی اے کی ڈگری حاصل کرلی ہے میں اسکو دائرہ ملازمت میں داخل کرنا چاہتا ہوں۔موصوف نے فرمایا : آپ تھوڑا توقف کریں، میں اس سے پوچھ لوں کہ اسکی کیا خواہش ہے؟اس عاجز نے عرض کیا۔صاحب! میں ایم اے میں شریک ہوکر اپنے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنا چاہتا ہوں! یہ سنکر عالی جناب سبحانی صاحب نے والد بزرگوار سے دریافت فرمایا۔آپ پر اس کا کیا بوجھ ہے کہ اسکے تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے سے آپ سخت حالات میں گرفتار ہوجائیں گے؟ والد محترم نے جواب دیا۔اسکا کوئی بوجھ نہیں ہے اسکا کھانا، رہن سہن سب سادہ ہے تو فرمایا سن لو پڑھائی کے بس یہی دو سال ہیں پھر زندگی بھر ملازمت ہی کرنی ہے! قارئین کرام سن لیں کہ استاذ محترم نے المستشار مؤتمن (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے) کی روشنی میں کتنا بہترین مشورہ دیا کہ اس عاجز نے الحمد للہ یونیورسٹی کی اعلی ترین ڈگری حاصل کی یونیورسٹی کی اعلی ترین خدمت پروفیسری اور صدارت شعبہ پر فائز رہا۔حکومت ہند کے اعلی اعزاز صدر جمہوریہ عربی ایوارڈ کا مستحق قرار پایا اور زندگی بھر قابل ترین اساتذہ سے استفادہ کرتا رہا اور اب پیر کامل کی صحبت، خدمت اور برکتوں کی وجہ سے نئی دنیا شکاگو اور اب سان فرانسکو (امریکہ) میں انہی تجربوں کی بدولت اپنی بساط بھر دین کی کچھ نہ کچھ خدمت پر مامور ہے۔والحمدللہ علی ذلک

کیمیا پیدا کن از مشت گلے | بوسہ زن بر آستانِ کاملے

☆☆☆☆

نقشبندیت کیا ہے؟

اوپر نقشبندیت کا ذکر کیا گیا جو درحقیقت اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ایک طریقہ ہے چنانچہ نسبتِ نقشبندیت نام ہے ''دوامِ حضور اور آگاہی'' کا جس کے ساتھ غیبت بالکل نہ ہو،اسی حالت کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کانک تراہ(گویا کہ تم اسکو دیکھ رہے ہو) سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت شاہ محمد معصوم نقشبندی مجددی فاروقی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ریاض الحکم فی مناقب القدم'' جو ابھی مخطوطہ کی شکل میں ہے فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ) پندرہ دن سجدہ ریز رہے صرف نمازوں کے لئے اٹھ جاتے پھر سجدہ میں پڑے رہتے۔مقصود یہ تھا کہ امت کی صحیح رہبری کے لئے اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی نکتہ مل جائے تو آپ کو ذکر خفی ''اللہ اللہ'' دیا گیا چنانچہ ذکر خفی نقشبندی سلسلہ میں طالب اور سالک کی غذا ہے۔جس پر پیر کامل کی رہبری میں مداومت اور پابندی سے دوام حضور حاصل ہوتا ہے۔

خواجۂ خواجگان نقشبند کی اس مذکورہ حالت پر یہ شعر صادق آتا ہے:

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی میں اسی لئے مسلماں، میں اس لئے ہوں غازی

اسی نسبت نقشبندیت کیلئے حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کی مسجد بخاری گلشن سعید آباد تشریف لیجایا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆

مفرد ذکر ''اللہ'' کہنا بدعت نہیں،
قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت:

بعض حضرات مفرد ذکر اللہ یا اللہ اللہ کے مبارک کلمات سے ذکر کرنے کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ مسلم شریف میں صحیح حدیث موجود ہے کہ جب تک زمین پر اللہ اللہ کہنے والا کوئی شخص بھی باقی رہے گا قیامت قائم نہ ہوگی اس طرح ذکر کرنے والا کیسے بدعتی ہوسکتا ہے۔اور ترمذی شریف میں بھی یہی حدیث باب اشراط الساعۃ میں موجود ہے اور علماء کی تحقیق ہے کہ حق تعالیٰ کا مفرد نام بھی ذکر ہے۔اور یہ بھی علماء کرام کی تحقیق ہے کہ دنیا کی روح لا الہ الا اللہ میں ہے جب روح نہ رہے گی تو دنیا ختم ہوجائے گی۔رب العزت کا ارشاد ہے

(سورہ انعام پ٦ آیت ٢٩)

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون (کہہ دو۔اللہ! پھر چھوڑ دو ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں) طبقات ابن سعد (١٩/٢) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ بدر میں دیکھا کہ آپ سجدہ ریز ہیں اور زبان مبارک پر یا حی یا قیوم جاری ہے۔اسکے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''احد احد'' کا نعرہ لگاتے تھے جبکہ امیہ بن خلف آپ کو زدوکوب کیا کرتا تھا (دیکھو ابن ماجہ) کیا یہ کہنا بدعت تھا۔اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو توفیقِ خیر سے نوازے۔آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت محدث دکن کوخلافت کی سرفرازی:

خرقۂ خلافت کے عطا ہونے کا واقعہ یوں ارشاد فرمایا کہ میں حسب عادت مسجد بخاری گلشن پہونچا۔حضرت پیر ومرشد بخاری شاہ صاحب قدس سرہ نے سند خلافت اورشایہ تیار رکھا اور فرمایا کہ ہم تم کوخرقہ ءخلافت دیتے ہیں،سلسلہ جاری رہنا ہے۔ہمارے طریقہ میں تشہیراور شہرہ نہیں کہ رسمِ خلافت کی تکمیل جلسہ منعقد کر کے کی جائے۔چنانچہ حضرت پیرومرشد حضرت محدث دکن نے جب ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء میں اپنے چند منتخب مریدوں کوخلافت سے سرفراز فرمایا تو ارشاد ہوا کہ کل نماز فجر کے بعد آپ اصحاب میرے گھر کے دیوان خانہ پر آجائیں تاکہ آپ کو سند خلافت دی جاسکے۔حسبہ یہ کام انجام پایا۔اس موقع پر یہ عاجز نقشبندیت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

قانونِ اسلامی کی مشہور کتاب ہدایہ کیوں مقبول ہے؟ اس کا راز!

اللہ تعالی کی شانِ سرفرازی بھی عجیب ہے جس علاقہ کو چاہا اس کو دینِ مبین کا مرکز بنادیا۔حنفی فقہ کا مرکز یا توکوفہ تھا پھر بخارا روس کا ایک شہر ہوگیا چنانچہ اسلامی قانون کی مستند ترین کتاب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ برس میں لکھی اور بارہ برس تک روزہ رکھ کر لکھا اور اس طرح کہ گھر والوں کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ یہ مسلسل روزہ رکھ رہے ہیں۔جس مدرسہ اور مسجد میں قیام رہتا دو وقت کا کھانا گھر سے آجاتا،افطار اور سحر کے لئے

تھوڑا سا کھانا رکھ لیتے باقی شاگردوں کو کھلا دیتے تو گھر والے یہ سمجھتے کہ ہم تو دونوں وقت کا کھانا انکو بھجواتے ہیں۔ جب ہدایہ کی تصنیف مکمل ہوئی تو یہ عقدہ کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ ہدایہ کا ایک ایک لفظ الہامی ہے اور قانون کا ایک نکتہ ہے۔ یہ ہیں ہمارے اسلاف کے کارنامے اور ایسی ہیں انکی برکتیں! جس طرح فن حدیث شریف میں بخاری شریف کی مقبولیت ہے کہ بتادیا جائے کہ یہ حدیث شریف بخاری کی ہے تو سننے والا اپنے سر کو جھکا دیتا ہے اسی طرح کسی قانونی بات کے بارے یہ بتادیا جائے کہ یہ ہدایہ کا قول ہے تو سننے والا اپنا سر خم کر دیتا ہے۔ اللھم بارک علینا معھم انک حمید مجید۔

☆☆☆☆☆

حنفی فقہ اور نقشبندیت کا مرکز بخارا ہے:

اسی طرح طریقت میں بخارا اور اسکے اطراف واکناف کے شہر نقشبندیت کا مرکز رہے ہیں، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی قدس سرہ سے لیکر حضرت خواجہ مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ یعنی خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی اللہ کابلی دہلوی کے پیر تک بلکہ خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ کے اوپر کے تمام تر شیوخِ طریقت کا مولد، جائے تربیت اور انکے تربیت یافتگان کے علاقے اور ان نفوس قدسہ کی محنت کے میدان اسی بخارا کے گرد ہیں۔ اسی وجہ سے بخارا کے بارے میں قدیم تذکروں میں یہ قول ملتا ہے۔

بخارا قوت روئے زمین است (بخارا روئے زمین کی قوت ہے)

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

نقشبندیت کا تعارف، حضرت جامی کے کلام بلاغت نظام میں

یہاں یہ عاجز مناسب سمجھتاہیکہ حضرت جامی علیہ الرحمہ کے اشعار کو بیان کردوں جن میں نقشبندیت کے شہر بخارا میں ابتداء اور نشو ونما کا ذکر ہے اور ان اشعار میں بلیغ اسلوب میں اپنے پیرومرشد خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت کا بھی بیان ہے ارشاد فرماتے ہیں:

سکہ کہ در یثرب وبطحا زد ند — نوبت آخر بہ بخارا زدند

از خط آں سکہ نشد بہرہ مند — جز دل بے نقش شہ نقشبند

تاج بہا برسر دیں اونہاد — قفل ہوی از در دیں او کشاد

زد یہاں نوبت شہنشاہی — کوکبہء فقر عبید اللہی

آں کہ زحریت فقر آگاہ است — خواجہء احرار عبید اللہ است

(ترجمہ) ا۔دین کا وہ سکہ جس کو ڈھالنے والوں نے یثرب یعنی مدینہ منورہ اور بطحاء یعنی مکہ معظّمہ میں ڈھالا تھا، بالآخر بخارا کی باری آئی کہ دین کا یہ سکہ یہاں ڈھالا گیا۔

۲۔اس سکہ سے صرف شہ نقشبند یعنی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ کے مصفا قلب نے فائدہ حاصل کیا۔

۳۔حضرت خواجہ بہاؤالدین نے دین کے سر پر بلند وبالا تاج رکھا اور آپ ہی نے خواہشاتِ نفس کے قفل کو جو دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر لگا ہوا تھا کھولا۔

۴۔دنیا میں نقشبندیت کی شہنشاہی کا نقارہ، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے مقدمۃ الجیش نے بجایا اور عام کیا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۵۔فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حریت سے جو باخبر ہیں وہ تو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ہیں۔

حضرت جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے پیرو مرشد کی منقبت میں ایک شعر اور فرمایا ہے جو زبان زد خاص وعام ہے۔

چوں فقر اندر قبائے شاہی آمد بتدبیر عبید اللہ آمد

(فقر یعنی روحانیت اور ربانیت جب شاہی لباس میں ظاہر ہوئی تو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کی تدبیر سے وجود میں آئی)

☆☆☆☆☆

حضرت مجدد الف ثانی کا اپنے پیرو مرشد کی جناب میں اظہار تشکر:

مرید کو جب اپنے پیرو مرشد سے یہ دولت سرمدی حاصل ہوتی ہے تو مرید صادق کو اس احسانمندی کی شکر گذاری کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہما کو لکھتے ہیں(مکتوب ۲۱۶ دفتر اول حصہ چہارم)۔(مکتوب مذکور کا ترجمہ لکھا جارہا ہے)

یہ فقیر از سر تا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے،اس راہ میں الف باء کا سبق انہی سے لیا ہے،اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور ابتدا میں انتہا کے مدارج حاصل ہونے کی دولت انہی کی صحبت بابرکت سے حاصل کی ہے اور''سفر در وطن'' کی سعادت انہی کی خدمت کے صدقہ میں پائی ہے جب اس فقیر کو ایسی بلند مرتبہ دولت آپ کے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تو اگر یہ فقیر عمر بھر آپ کے دربار عالی کے خدام کے

قدموں میں اپنا سر پامال کرے تب بھی اس نے کوئی حق ادا نہ کیا(یہ مکتوب بڑا طویل ہے،صاحبزادوں کوشریعت اورطریقت کے بارے میں کئی باتیں تعلیم فرمائی ہیں اورضمناً علم کلام کے اہم مسائل بھی آگئے ہیں)

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کا اپنے پیرومرشد کی جناب میں جذبۂ امتنان

اسی طرح حضرت محدث دکن اپنے پیرومرشد کے لئے یوں گوہرافشاں ہیں(گلزار اولیاءص۶۹)اپنے پیرمرشد کے سودمند نصائح بیان فرماکر لکھتے ہیں:

''یہ ناچیزاسی دردولت کاادنی خادم ہے''

اپنے پیرومرشد کی احسانمندی میں یہ کس کے کلمات نامدار ہیں جوتفقہ کا سورج ہے،علم قرآن وحدیث کا ماہتاب ہے،عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہکشاں ہے۔**فاعتبروا یا اولی الالباب!**

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

طریقت کی نعمت سنت نبوی کی پیروی سے وابستہ ہے:

حضرت محدث دکن قدس سرہ سے ایک عالم باعمل نے دریافت کیا حضرت! طریقت کامقصوداورمنتہی کیاہے؟ارشادفرمایا۔اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ان کوایک عالم نے بتایاتھا کہ طریقت کامنتہی ''علم اورعمل کامن اللہ ہوجانا'' ہے۔

چنانچہ حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(دفتراول مکتوب ۷۸)ترجمہ لکھاجارہاہے۔

''اس نعمت عظمی (یعنی طریقت کی نسبت) کا حاصل ہونا سردار اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سے وابستہ ہے، سالک جب تک اپنے کوشریعت میں بالکل گم نہ کردے اور اپنی زندگی کو بالکل شریعت کے مطابق نہ بنالے، اس نعمت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا''۔

حضرت مجدد قدس سرہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں (مکتوب ۱۸۴، دفتر اول)

''اے فرزند جو چیز کل کام آنے والی ہے وہ صرف صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، باقی احوال و کیفیات، علوم ومعارف اور اشارات اگر اس پیروی کے ساتھ ہوں تو خیر اور خوب، ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں''۔

مکتوب (۱۱۴ جلد اول) میں بھی یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''ہر فضیلت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی سے، اور ہر کمال آپ کی شریعت کے اتباع سے وابستہ ہے۔ مثلاً سنت نبوی کے اتباع کے طور پر دو پہر کا سونا کڑوڑوں رات جاگنے سے بہتر ہے اور افضل ہے جب کہ یہ شب بیداری شریعت کی پیروی کے بغیر ہو''۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے ان مبارک قطعات کی روشنی میں حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے آپ اتباع سنت کے مجسم پیکر ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

(سر سے لیکر پیر تک جس جگہ بھی میری نظر پڑتی ہے (اتباع سنت کی وجہ سے) دامنِ دل کا کرشمہ یوں زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ بس تمہاری نگاہ کا مرکز یہی ہے یعنی بس دیکھتے ہی رہو)۔

اور کسی عاشق صادق نے بھی خوب ہی کہا ہے:

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا کچھ ان کے سوا　　اک نظر میں سینکڑوں حسن نظر پیدا ہوئے

ایک اور شعر بھی سن لیں:

جس کا نصب العین تھا، اعلانِ حق تبلیغ حق　　زندگی جس کی تھی شرع مصطفی کا آئینہ

ایک فارسی شاعر نے بھی خوب گوہر افشانی کی ہے:

آفاقہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

☆☆☆☆☆

امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کی مجددیت:

اللہ تعالی کی کیا شان کبریائی ہے کہ اپنے جس بندہ کو چاہا مقبولیت کا تاجدار بنادیا شہنشاہ اکبر کے دور میں اسکے درباریوں نے اکبر کی خوشامد میں اس کو یہ نوید سنائی کہ ہزارۂ اول میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور اب ہزارۂ دوم (الف ثانی) میں تمہاری شخصیت ہے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایک نیا دین ''دین الہی'' کے نام سے شروع ہوا لیکن اللہ تعالی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہؒ نے جب یہ سنا کہ الف ثانی کے آغاز پر اکبر بادشاہ کی شخصیت منظر عام پر آرہی ہے تو آپ نے فرمایا، لوگ بے خبر ہیں انکو معلوم ہو جانا چاہئے کہ الف ثانی کا خطاب تو حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے شایان شان ہے چنانچہ آج چار سو سال سے مجدد الف ثانی گویا امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کا علم اور اسم خاص ہو گیا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو حضرت کے نام نامی

سے تو واقف نہیں مگر مجدد الف ثانی کا خطاب سنتے ہی حضرت شیخ احمد سرہندی ہی مراد لیتے ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کابلی دہلوی قدس سرہ کے مرید حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی ہندوستان کے ایک عالم، صوفی اور مجدد کی حیثیت سے معروف ہیں درحقیقت آپ کی مجددیت اور آپ کے تجدیدی کارناموں سے تقریباً تمام اسلامی ممالک فیضیاب ہوئے ہیں۔اس امر واقعہ کو استاذ محترم مولانا سید مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ سابق صدر شعبہ دینیات معہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (انڈیا) سے سنیئے:

☆☆☆☆☆

مکتوبات امام ربانی سے پوری اسلامی دنیا فیض یاب ہے:

سلسلہ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ خالدیہ سلسلہ کے نام سے عراق، شام اور عرب اور مصر خصوصاً ترکی کی ریاستوں میں بے حد مقبول ہوئی آپ کے ''مکتوبات'' ان علاقوں میں فارسی زبان میں بکثرت پڑھے گئے اور جو اس سے ناواقف ہیں ان تک آپ کی مکتوبات عربی اور اردو زبانوں میں پہونچائے گئے ملا مراد (روس کے رہنے والے) بعد ہجرت مکہ معظّمہ میں قیام فرما ہوئے، ان مکتوبات کا عربی میں ترجمہ فرمایا اور یہ ترجمہ سارے عربی ملکوں میں پھیل گیا۔اس کے بعد حدیث اور تفسیر میں جتنی اچھی کتابیں لکھی گئیں ان میں مکتوبات کے مضامین نقل کئے گئے۔خصوصاً عصر جدید کی مشہور تفسیر ''روح المعانی'' جو سلطان عبدالحمید خان مرحوم خلیفہ ٹرکی کے عہد میں لکھی گئی اس میں مصنف علیہ الرحمۃ علامہ شہاب محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے جگہ جگہ، قال المجدد الفاروقی، کے نام سے آپ کے نظریات اور جدید تعبیرات بڑے افتخار اور ناز سے پیش کرتے ہیں اور اہم مسائل کے تصفیہ میں بطور سند ذکر کرتے ہیں۔

حضرت پیر ومرشد اور خطاب محدث دکن:

حضرت پیر ومرشد مولانا ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ’’محدث‘‘ دکن بھی غیب سے حضرت کی تصنیف ’’زجاجۃ المصابیح‘‘ کی وجہ سے زبان زد خاص وعام ہوگیا حالانکہ سرزمین دکن میں کتنے محدثین تشریف فرما ہوئے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک درس کی مسندیں بچھائیں مگر یہ خطاب پیر ومرشد قدس سرہ کے حصہ میں تھا۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ورنہ ہر مدعی کے لئے دار ورسن کہاں

☆☆☆☆☆

زجاجۃ المصابیح کا دوسرا ایڈیشن معیاری کوئٹہ سے شائع ہوا:

حضرت کے وابستگان اس فکر میں تھے کہ زجاجۃ المصابیح کی پہلی دو جلدیں نایاب ہوچکی ہیں، اسکی طبع ثانی کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے کہ حضرت مولانا زید ابو الحسن فاروقی دہلوی قدس سرہ کی ترغیب پر نقشبندی حنفی بھائیوں نے کوئٹہ سے پانچوں جلدیں زرد اعلی کاغذ پر پہلی طباعت کا عکس لے کر ۱۹۹۱ میں شائع فرمادیا۔

جزاهم اللّٰہ عنا وعن الاحناف وعن الامة المسلمة خير الجزاء آمين

بحرمة سيد المرسلين وآله الطاهرين واصحابه الاكرمين!

☆☆☆☆☆

حضرت سید وحید پاشاہ قادری الموسوی اور زجاجہ کی قدر دانی:

حضرت مولانا سید وحید پاشاہ القادری الموسوی علیہ الرحمۃ جو صاحبزادہ عالی قدر میاں سید شاہ رحمت اللہ نقشبندی قادری سلمہ اللہ کے دادا خسر ہیں فرمایا کرتے تھے کہ، حضرت سید عبد اللہ شاہ صاحب نے ایسی کتاب لکھی ہے کہ کوئی اس کی شرح لکھے گا، کوئی اس کو مکرر شائع کرے گا، کوئی اسکی ادق لغات کا حل لکھے گا۔

ہندوستان کے ایک فاضل دین یوں کہا کرتے تھے کہ، اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا اس لئے کہ امام مہدی اپنے اجتہاد سے جس مسلک پر چلیں گے وہ حنفی مسلک کے مطابق ہوگا، واللہ اعلم بحقیقتہ الحال!

زجاجۃ المصابیح کے مقام اور مرتبہ پر مولانا محمد منظور نعمانی کا قول:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

مولانا محمد منظور احمد نعمانی نے اپنے حیدر آباد تشریف آوری کے موقع پر جب حضرت محدث دکن قدس سرہ سے ملاقات فرمائی تو یوں فرمایا: حضرت! حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر عالی شان میں ایک اینٹ کی کمی تھی، الحمد للہ! آپ نے اسکی تکمیل فرمادی۔

حضرت پیر و مرشد نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمائیں، جس وقت حضرت پیر و مرشد کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے، آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی تھیں، جب رخصت ہوئے تو اس عاجز سے مولانا محترم نے فرمایا، مولوی صاحب! حضرت کے ساتھ آپ

جو کام کرر ہے ہیں اسکو سلوک سمجھو جب اس کفش بردار نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں مولانا محترم کی یہ بات سنائی تو فرمایا الحمد للہ! اب یہ عاجز ذیل میں حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کے معمولات روز و شب بیان کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اولیاء اللہ کے اوقات میں برکت عطا کی جاتی ہے:

واضح ہو کہ اللہ تعالی اپنے اولیاء کرام کے اوقات میں ایسی برکت عطا فرماتا ہے کہ ان کے روزانہ کے مشاغل سن کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ان تمام کاموں کے لئے کس طرح کفایت کر سکتے ہیں، خصوصاً وہ لوگ جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا (سورۃ الروم پ ۲۱ آیت ۷) **یعلمون ظاھرا من الحیاۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غفلون** (جانتے ہیں اوپر اوپر دنیا کا جینا، اور ان لوگوں کو آخرت کی خبر نہیں)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

انہی لوگوں کے بارے میں ایک اور جگہ ارشاد ہے (سورۃ النجم پ ۲۷ آیت ۳۰) **ذلک مبلغھم من العلم** (یہیں تک پہونچی ہے ان کی سمجھ) اس طرح یہ لوگ ایسے بیانات کو مبالغہ قرار دیتے ہیں، مولانائے روم نے کیا خوب فرمایا ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر   در نوشتن ہم چو باشد شیر و شیر

پاک طینت مردانِ خدا کے کاموں کا قیاس اپنے اوپر نہ کر، اگر چہ کہ لکھنے میں شیر (درندہ جو جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے) اور شیر (دودھ) دونوں برابر ہیں۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا (ہم اللہ تعالی کی پناہ میں آتے ہیں، اپنے نفسوں کی شرارتوں سے)

اوقات میں برکت ایک عظیم کرامت ہے:

درحقیقت اوقات میں برکت عظیم الشان خرق عادت اور عظیم الشان کرامت ہے،جن لوگوں نے ایسا کوئی مقدس نمونہ دیکھا ہو، انکوتو کوئی تردد نہیں ہوسکتا اور جنہوں نے نہیں دیکھا ہوانکو چاہیے کہ اللہ تعالی کی ان برگزیدہ ہستیوں کواپنے اوپر قیاس نہ کریں۔

بارے ارنیست وجدانے ترا معتقد باش وبیارا یمانے

(اگر یہاں تک تیری رسائی نہیں ہے تو توعقیدت مند ہوجااور یقین کرلے)

معمولات حضرت محدث دکن:

سورہ مزمل کی آیت نمبر(۷)إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبۡحاً طَوِيۡلاً (بے شک آپ کے لئے دن میں بہت مشغولی ہے) کی تفسیر میں مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مشغول پروگرام آج تک دنیا میں کسی کا نہیں ہوا ہے آپ کی مبارک زندگی کا ہر لمحہ طاعت الہی اور خدمت خلق ہی کی نذر رہتا تھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر گرامی کا ایک سیکنڈ بھی ضائع ہونے نہیں دیا۔

سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر اگر ہم اپنے سلف صالحین کی مبارک زندگیوں پر نظر ڈالیں تو تمام اقوام عالم میں الحمدللہ اس امت مرحومہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ہر دور میں ہم کو ایسی عظیم شخصیتیں ملتی ہیں جنہوں نے اپنے گفتار اور کردار سے اپنے زمانہ کو روشن کیا اپنے علمی اور تحقیقاتی کارناموں سے آنے والی نسلوں کے لئے ہدایت اور رہبری کا سامان فراہم کیا۔کسی شاعر نے کیا پیاری مناجات کی ہے۔

یہ ریاستیں ، یہ وزارتیں، سبھی چار دن کی ہے چاندنی
مجھے اس فقیر کی شان دے کہ زمانہ جس کی مثال دے

یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ حضرت پیر و مرشد محدث دکن قدس سرہ کی مبارک شخصیت گفتار و کردار میں اللہ کی برھان اور اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور کامل نمونہ تھی

حضرت محدث دکن اور مسجد علی آقا حسینی علم میں پانچوں نمازوں کی امامت فرماتے تھے۔ البتہ کوئی حافظ قرآن جیسے قاری عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ امام اور صدر مدرس مدرسہ حفاظ مکہ مسجد یا مولوی حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آ جاتے تو ان کو امامت کا حکم ارشاد فرماتے۔ بعد نماز فجر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ذکر خفی کی محفل ہوتی اور اس مبارک محفل میں بکثرت مریدین توجہ کے لئے حاضر رہتے۔ جب محفل اختتام کو پہونچتی تو آپ باآواز بلند ''فاتحہ'' کے الفاظ ارشاد فرماتے پھر دعا پر یہ توجہ کا مبارک حلقہ برخاست ہوتا اس کے بعد تلاوت قرآن مجید بالجہر ب آواز متوسط ہوا کرتی اور تلاوت کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الحزب الاعظم'' کا سلسلہ وار ورد ہوتا۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کا حزب اعظم کا ورد کرنا:

اس بات کا اہتمام نہ ہوتا کہ اس دعاؤں کی کتاب کا ہر حزب اسی دن ختم ہو بلکہ ہر دعاء میں تکرار ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ ایک غلام اپنے آقائے کریم اور رب العالمین سے اپنی ساری ضرورتوں کے لئے التجا پر التجا کر رہا ہے۔ طلب پر طلب ہے اور مانگ پر مانگ ہے ،حضرت محدث دکن قدس سرہ کو جس نے اس حالت میں دیکھا ہے وہ بتا سکتا ہے کہ نورانی اور

روحانی ایسی گھڑیاں ہوا کرتی تھیں جب حضرت اپنی دعاؤں میں مشغول ہوں اور یہ دعائیں بھی بالجہر ہوا کرتی تھیں۔

اسی طرح نماز فجر کے لئے مسجد کے حوض پر وضو فرماتے تو وضوء کے بعد کی جو دعائیں مسنون ہیں ان کو بھی تکرار سے پڑھتے یہ دعائیں آپ مسجد کے جنوبی گوشہ میں جہاں آپ ہمیشہ تشریف رکھا کرتے تھے کھڑے ہو کر جالی کو تھامے ہوئے دیر تک تکرار کے ساتھ پڑھا کرتے یہ بھی عجیب برکتوں کی گھڑیاں اور پر نور ساعتیں ہوا کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆

علم کے ساتھ نمونۂ علم یعنی استاذ بھی ضروری ہے:

یہاں ایک اور بات کی وضاحت مقصود ہے کہ ہر کام کی دو جہتیں ہیں ایک علمی یا نظری دوسرے عملی۔ جب تک ہم اس کام کو کسی سے کرتے ہوئے نہ دیکھیں وہ کام سمجھ میں نہیں آتا۔ جس طرح طب کی کتاب پڑھنے سے انسان طبیب نہیں بن جاتا بلکہ عملاً اس کو کسی طبیب کے ساتھ کام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک مشہور واقعہ سناؤں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہرات (افغانستان) کے ایک بڑے عالم اور کئی کتابوں کے مصنف گذرے ہیں انہوں نے حج کے مسائل پر ایک کتاب ''المناسک'' لکھی۔ جب حج کے لئے کعبۃ اللہ پہونچے تو سونچا کہ میں نے تو کتاب المناسک لکھی ہے، کسی کو کیوں معلم بناؤں کہ وہ مجھے طواف کرنا بتائے؟ یہ سوچ کر حجر اسود کے پاس کھڑے طواف شروع کیا تو حجر اسود کے پاس نیت کر کے خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر چلنا شروع کرنے کی بجائے کعبۃ اللہ کو اپنے دائیں طرف لے کر

طواف شروع کیا۔ دیکھنے والے نے کہا تم پر افسوس ہے کہ اتنی بڑی عبادت کے لئے آئے ہو اور بغیر کسی کو معلم بنائے طواف کر رہے ہو اور غلط کر رہے ہو یہ سن کر ملا علی قاری کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ اب اس زمانہ کا یہی المیہ ہے کہ چند کتابیں پڑھکر ہر شخص خود کو عالم سمجھ رہا ہے۔

دعا کی فضیلت ضرورت اور اہمیت تو آپ کو کتابوں میں ضرور مل جائے گی لیکن دعاء کس طرح کی جاتی ہے جب تک کسی اللہ والے کو دعاء کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے دعاء کرنے کا صحیح طریقہ نہیں آئے گا۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کس طرح دعاء فرمایا کرتے تھے؟

اس سلسلے میں یہ عاجز اپنے پیرومرشد قدس سرہ کے دعاء کرنے کے طریقہ کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ حضرت قدس سرہ جب دعاء فرماتے تو ہر دعا کو کئی بار تکرار سے پڑھتے جاتے مثال کے طور پر مسجد علی آقا حسینی علم میں نماز فجر کا وضوء فرمانے کے بعد گوشۂ مسجد میں اپنی جگہ کھڑے ہو کر جالی تھام کر وضوء کے بعد کی دعاء کو بتکرار پڑھتے جاتے جس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

دیر تک بحالت قیام یوں فرمایا کرتے **اللھم اجعلنی من التوابین اللھم اجعلنی من التوابین اللھم اجعلنی من التوابین اللھم اجعلنی من التوابین اللھم اجعلنی من التوابین** (اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں بنادے) **واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من المتطھرین** (مجھے خوب پاک رہنے والوں میں شامل فرما) **واجعلنی من عبادک**

الصالحین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی من عبادک الصالحین (اور تو مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما) وفی الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون! وفی الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون! وفی الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون! (اوران لوگوں میں شامل فرما جن کو نہ تو دنیا میں کسی کا خوف ہو اور نہ آخرت میں وہ رنجیدہ ہوں) دعاء کی تکرار کے دوران حضرت کے چہرۂ انور کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نورانی ہالہ احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح دعاء میں تکرار نماز وتر میں دعاء قنوت کے پڑھتے وقت بھی ہوا کرتی تھی، حضرت قدس سرہ نماز وتر میں اللھم انا نستعینک کی دعاء ختم کرنے کے بعد اس دعاء کو بھی بتکرار پڑھتے اللھم اھدنا فیمن ھدیت (الٰہی! ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے)۔

اللھم وعافنا فیمن عافیت (الٰہی! ہم کو ان لوگوں کے ساتھ عافیت دے جن کو تو نے عافیت دی ہے) اللھم وتولنا فیمن تولیت (الٰہی ہماری سرپرستی فرما ان لوگوں کے ساتھ جن پر تیری سرپرستی قائم اور دائم ہے) اللھم وبارک لنا فیما اعطیت (الٰہی! تو نے ہمیں جو بھی دیا ہے اس میں برکت عطا فرما) اللھم وقنا شر ما قضیت (الٰہی! تو نے جس برائی کا فیصلہ فرمایا ہے اس سے ہم کو محفوظ رکھ) اس طرح اس دعاء کے آخر تک بتکرار اس دعاء کو پڑھتے جاتے۔ ایک مرتبہ اس عاجز نے اس دعاء کو حضرت جب پڑھ رہے تھے وقت شمار کیا تو صرف اس دعاء کے بتکرار پڑھنے میں چار منٹ صرف ہوئے۔ اس طرح حضرت قدس سرہ کی چار رکعت نماز بیس منٹ میں انجام پاتی تھی۔

شاعر اسلام علامہ اقبال نے ایسی مناجات کا کس خوبی کے ساتھ خاکہ کھینچا ہے:

مرے دیدۂ تر کی بے خوابیاں　　مرے دل کی پوشیدہ بے تابیاں

امنگیں مری، آرزوئیں مری　　امیدیں مری، جستجوئیں مری

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر　　اسی سے فقیری میں، ہوں میں امیر

چنانچہ تفریحاً ایک مرتبہ ہمارے احباب نے حضرت قدس سرہ، حضرت مولانا ابوالوفاء افغانی علیہ الرحمہ اور شیخ حبیب عبداللہ المدیح صدر مصحح دائرۃ المعارف جامعہ عثمانیہ کی معیت میں تالاب میر عالم پر ایک شب و روز کا قیام کیا۔ حضرت پیرومرشد قدس سرہ نے نماز عصر میں امامت فرمائی اور بیس منٹ میں نماز تکمیل ہوئی تو مولانا حبیب عبداللہ رحمہ اللہ نے نماز کے ختم پر فرمایا۔ **ھکذا صلاۃ العلماء** (علماء کی نماز اسی طرح ہوا کرتی ہے)

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کے شام وسحر:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

جناب سید حامد حسین صاحب امروھوی مقیم شکاگو نے اپنی ایک نعت سنائی جس کا مطلع ہے:

میں نہیں کہتا کہ تم ایسا کرو ویسا کرو　　ان کی سیرت آئینہ ہے آئینہ دیکھا کرو

مذاہب عالم کو دیکھئے اور پیشوایانِ مذاہب کے حالات تلاش کیجئے، یا تو وہ معدوم ہوگئے یا مسخ ہوکر رہ گئے۔ محبت اندھی ہوگئی، عشق رسوا ہوگیا۔ لیکن ہمارے آقا محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو دیکھئے ایک ایک بات اور ایک ایک ادا محفوظ ہے۔ اور یہی سیرتِ طیبہ کا اعجاز ہے۔ علامہ ظفر علی خان ظفر لاہوری نے کیا خوب فرمایا ہے:

فقط دو حقائق پہ ہے دنیا قائم　　بقائے خدا و دوامِ محمد

حیات طیبہ، سیرت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف کتابوں میں محفوظ ہے بلکہ چودھ سو برس گذر جانے کے بعد آج بھی عرفاء اور اولیاء کرام کی پاک زندگیوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ایسی جیتی جاگتی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی ہستیوں کو دیکھنے کے بعد یہ شعر زبان پر آ جاتا ہے۔

زفرق تابقدم ہرکجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جاایں جاست

(سر سے لے کر پیر تک میں جہاں نظر ڈالتا ہوں دل اس بات کی طرف کھنچتا ہے کہ مقصود یہیں ہے)

حضرت محدث دکن قدس سرہ کے شام وسحر بیان کرنے کی سعادت سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام بلند پر کچھ عرض کرنے کی سعادت بھی حاصل کرلوں!

صاحبو! انسان کی سعادتِ دنیوی اور اخروی اور نورانیت کا سرچشمہ مرکز اور مبدء انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا وجود مسعود ہے۔ اور حقیقت محمدیہ ارشاد رب العزت کے مطابق (سورۃ النساء ۴۰) ''وَجِئۡنَابِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا'' (اور بلاویں گے ہم آپ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا) حیات جاودانی اور قائم ودائم زندگی کا دریتیم اور فرد فرید دائرہ حقیقت محمدی قرار پایا۔ اسی لئے حضرت شیخ اکبر اور حضرت عبدالکریم جیلی قدس سرہما نے حقیقت محمدیہ کو ''حقیقت الاسمائیہ'' اور ''لوح محفوظ'' سے تعبیر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

سیرت مصطفوی کی ابدیت:

سبحان اللہ! کیا عظیم اور واقعی تعبیر اور تفہیم ہے۔ دنیا میں ابتدائے آفرینش سے جس قدر بھی ہدایت، تعلیم اور نورانیت کی لوحیں اور تختیاں تھیں سب کے لئے تغیر اور تبدیلی مقدر تھی

یہاں تک کہ آج کوئی بھی محفوظ نہیں لیکن اللہ اکبر! اللہ اکبر! مقام محمدی، سیرت مصطفوی اور اس مبارک حیات جاودانی کی لوح محفوظ کا ایک حرف تو کجا ایک نقطہ بھی نہ مٹ سکا۔ اور قرآن محفوظ ''و کتاب مسطور فی رق منشور'' اور ''فی صدور الذین اوتوا العلم'' میں اس کا ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اسی طرح نقش اور ثبت ہے اور ہمیشہ رہے گا جس طرح قلم ازل نے تعین اول کی کرنوں سے لکھ دیا تھا۔ پس قرآن حکیم کے بعد اگر کوئی اور ہستی ''لوح محفوظ'' ہوسکتی ہے تو وہ صرف وہی روح اعظم ہے جس کے ذکر کو قرآن نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اولیاء کے سردار شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؓ نے اسی مقام بلند کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق البقا لا تغرب

(اگلوں کے تمام سورج ڈوب گئے، اور ہمارا سورج ہمیشہ ابدیت کے آسمان پر ہرگز نہیں ڈوبے گا)

اسی مفہوم میں ایک اور شعر کیا خوب ہے:

شمس تصادم قبل آدم طلعها ابدا علی افق البقاء لا تغرب

(وہ آفتاب عالمتاب جس کو طلوع میں حضرت آدم علیہ السلام پر تقدم حاصل ہے ہمیشہ افق پر جلوہ فرما رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا)

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں ذکر ہو تو ذکر محمدی اور قول ہو تو قول محمدی اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ نادانی ہے، بے حاصلی ہے، ضیاع اوقات ہے۔

اوقات ہمہ بود کہ با دوست بسر رفت باقی ہمہ بے حاصلی و بے خردی بود

(وقت وہی ہے جو دوست کے ساتھ گذرے، باقی لایعنی اور کم عقلی ہے)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علماءِ ربانیین زمین کا نمک اور پہاڑی کے چراغ ہیں:

ہر قوم اپنی تاریخ رکھتی ہے، لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم مسلمانوں سے زیادہ مستند تاریخ کسی قوم کے پاس نہیں۔ پھر ہمیں اس لحاظ سے بھی تمام اقوامِ عالم میں امتیاز حاصل ہے کہ اسلام سیرت و کردار کا جو سانچہ اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے تاریخ کے ہر دور میں اس سانچہ میں ڈھلی ہوئی بے شمار شخصیتیں ایک سے ایک عظیم تر دکھائی دیتی ہیں دوسرا کوئی دین اور قوم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان مبارک شخصیتوں نے اپنے کردار کے چراغ جلائے ہیں۔ یہ مقدس حضرات بلاشبہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی مبارک زبان میں زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں، جن سے نہ صرف ان کی ہم عصر دنیا رشد وہدایت کا نور حاصل کرتی رہی بلکہ آج کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں بھی ان کے کردار کی شعاعوں سے ہم اپنی زندگیاں روشن کرسکتے ہیں۔

اس تاریخی پس منظر میں یہ عاجز اپنے شیخ اور پیر ومرشد، حضرت محدث دکن قدس سرہ کے اعمال الیوم واللیلۃ یعنی لیل ونہار اور شام وسحر بیان کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے جو درحقیقت ایک عالم ربانی' پیر کامل، فقیہ زمانہ اور محدث دوراں کے آٹھوں پہر یعنی ۲۴ گھنٹوں کی روداد ہے تاکہ اس مبارک تذکرہ کا مطالعہ کرنے والا اپنے لئے مشعل راہ بناسکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجسم جمال وکمال کے ساتھ اخلاق محمدی کا ایک زندہ نمونہ صفحہ قرطاس پر رونق افروز ہے۔ حضرت والا کی زندگی ایک مثالی زندگی ہے، زندگی کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں وہ مطلع انوار اور مہبط برکات نظر آتا ہے اور قوم وملت کو اپنی منزل مقصود متعین کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔ ایسی مقدس ہستی تک جس کی رسائی ہوجاتی ہے وہ زبان حال سے کہہ اٹھتا ہے:

شاہم امروز کہ سنگِ در تو یافتہ ام　　گرچہ مورم مگر اورنگ سلیماں دارم

(تیرے آستانہ تک میری جو رسائی ہوئی ہے گویا آج میں بادشاہ ہوگیا ہوں، اگرچہ کہ میں ایک چیونٹی سا ہوں مگر تخت سلیمان رکھتا ہوں)

حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی علیہ الرحمۃ نے ۱۹۳۵ء میں بغداد شریف میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دی تو فرماتے ہیں کہ بے ساختہ یہ شعر زبان پر آ گیا:

اس سنگ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے　　وہ اپنی جانماز ہے اور یہ نماز ہے

حضرۃ الاستاذ مولانا ابوالوفاء افغانی علیہ الرحمہ ہم سے فرمایا کرتے کہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ محدث دکن جیسا پیر کامل تم کو اپنے وطن میں مل گیا اگر تم کو طلبِ صادق ہوتی اور ایسا پیر کامل ہزاروں میل دور ہوتا تو تم کو سفر کرنا پڑتا۔ جزاہ اللہ عنا خیر **الجزاء**۔

زندگانی تھی تری، مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

☆☆☆☆☆

روداد شام وسحر حضرت محدث دکن:

حضرت محدث دکن کا مسجد علی آقا حسینی علم میں دن رات میں تقریباً چودہ پندرہ گھنٹے گذارنے کو دیکھکر، ’’سرتاج نقشبندیہ‘‘ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد یاد آجاتا ہے۔ **علیکم بالمساجد** (تم مسجدوں کو پکڑ لو) درحقیقت مسجد مسلمان کی زندگی کا عظیم مرکز ہے۔ حضرت قدس سرہ بعد نماز تہجد صبح صادق سے پہلے مسجد تشریف لاتے اور پھر تازہ وضو

فرماتے، سخت سردیوں میں بھی حوض کے پانی سے ہی وضوء فرماتے۔ اور وضوء کے بعد جیسے اوپر عرض کیا گیا ہے دیر تک وضوء کے بعد کی دعاء بتکرار فرمایا کرتے پھر فجر کی سنتوں کو ادا فرما کر اقامت پڑھنے پر محراب میں تشریف لا کر فجر کے فرض طویل تلاوت یعنی طوال مفصل کے سورتوں کے مماثل قراءت سے ادا فرماتے، تلاوت کلام پاک کافی بلند آواز سے ہوا کرتی اور ایسے دلچسپ اور دلگیر انداز سے کہ پوری مسجد نورانیت سے بھر جاتی تھی، فرض ادا ہونے کے بعد جنوب کی جانب رخ کر کے بیٹھ جاتے اور سات مرتبہ **اللهم اجرنا من النار** (الہی! ہم کو دوزخ سے بچا) پڑھتے اور اسی دعاء کو مغرب کی نماز فرض کے بعد بھی پڑھتے۔ پھر

ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما تلاوت فرما کر دس مرتبہ یہ درود شریف **اللهم صل علی سیدنا محمد و علی آله و صحبه افضل صلواتک و عدد معلوماتک و بارک و سلم** پڑھتے۔ دعاؤں اور درود شریف کے پڑھنے میں ہر حرف کو رک رک کر اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کی عادت مبارکہ تھی۔ اس کے بعد یہ دعائیں ہاتھ اٹھا کر فرماتے۔ **اللهم انی اسئلک العفو و العافية فی الدین و الدنیا و الاخرة** (اس دعاء کو تین بار کرتے) پھر **ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار** اور **اللهم اجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرة** دعائیں کر کے **سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین و الحمدلله رب العالمین** پڑھتے اور پھر چند منٹ کے لئے قلب اطہر کی طرف متوجہ ہو کر غالباً لطیفہ قلبی سے ذکر فرماتے۔ بعد ازاں مصلے پر اٹھ کھڑے ہوتے اور حاضرین سے مصافحہ فرمانے کے بعد ذکر اور توجہ کے لئے اپنی نشست پر تشریف لاتے اور ارادتمندوں

اورمریدین کے حلقہ میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ذکراورمراقبہ فرماتے ہوئے حاضرین کوتوجہ دیا کرتے اور جب حلقہ ختم کرنا ہوتا توب آواز بلند اس طرح ''فاتحہ'' فرماتے توسب ذاکرین حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوجاتے اورسب سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص اوردرود شریف پڑھتے پھرحضرت کی مختصر دعاء پھر مصافحہ کے بعد ذکر کی یہ نشست اختتام کو پہونچتی۔

☆☆☆☆☆

''فاتحہ'' کے بارے میں چند معروضات:

یہاں ''فاتحہ'' کا جب ذکرآ گیا تو فاتحہ کے بارے میں چند معروضات لکھ کرآ گے بڑھوں۔آج کل آزاد خیالی کا دور ہے اور بے علم اور بے سند اصحاب ہمارے پورے معاشرے کومکدر کررہے ہیں اس موقع پرعلامہ اقبال علیہ ارحمۃ کی یک رباعی بھی سن لیں:

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امیں کا
ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کی صیاد
گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیء افکار ہے ابلیس کی ایجاد

''سورہ فاتحہ'' کا پڑھنا اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کے معمولات میں داخل ہے ''نقد ملفوظات'' میں مذکور ہے کہ امیر خسرو علیہ الرحمہ کوئی نئ کتاب تصنیف فرماتے توسب سے پہلے اس کانسخہ حضرت کی خدمت میں نذر کرتے،حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ اسے دست مبارک میں لے کرفرماتے کہ ''فاتحہ پڑھیں'' پھرسورۃ الحمد پڑھ کرکتاب کی قبولیت وبرکت کی دعا مانگتے۔(نقدملفوظات،تحقیق ڈاکٹرنثاراحمد فاروقی ص ۱۷۵)

ترکی اور افریقہ میں بھی فاتحہ کا پڑھنا مسلمانوں کے معمولات میں داخل ہے

پروفیسر سید ابراہیم ندوی مرحوم صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ اگسٹ ۱۹۸۹ء میں حکومت ہند کے مندوب بن کر ترکی کی ایک اسلامی کانفرنس میں شریک ہوئے اور واپس ہوکر بتایا کہ ترکی میں ہرنماز کے بعد فاتحہ پڑھی جاتی ہے یہی بات عزیزم جلال الدین استاذ انگریزی (Higher Institute of technology Alshati Libiya) نے مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر جون ۱۹۹۱ء میں جب کہ حج اکبر سے حجاج کرام مشرف ہوئے اس عاجز کو بتایا کہ تقریباً پورے افریقہ میں ہرنماز کے بعد مؤذن اس طرح کہتا ہے: **"اللّٰھم بسر ثواب الفاتحہ"**۔

یہ عاجز جولائی ۱۹۹۲ء ایک اسلامی سنٹر کی دعوت پر ڈیالس (ٹیکساس) گیا دیکھا کہ مسجد واقع رچرڈسن اسٹریٹ کے امام پروفیسر حافظ یوسف خطیب ترکی اپنے یومیہ درس کے ختم پر "فاتحہ" بہ آواز بلند فرماتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

سورۂ فاتحہ کا بار بار پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بیحد پسند ہے:

عزیزم جناب عابد خان صاحب حیدرآبادی ایک جماعت میں ۱۹۶۲ء شب معراج کو بیت المقدس پہونچے بتایا کہ بیت المقدس میں جو فلسطینی بھی داخل ہورہا تھا وہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے ہی "فاتحہ" بہ آواز کہکر سورۂ فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ سورۂ فاتحہ کی تکرار یعنی اس مبارک سورہ کو بار بار پڑھنا رب العزت کو بیحد پسند ہے چنانچہ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۸۷ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

"وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ"

(بیشک ہم نے آپ کو سات آیتیں عطا فرمائی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم (بھی مرحمت کیا ہے)۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم الحمد للہ ام القرآن و ام الکتاب و السبع المثانی (الحمد للہ یعنی سورہ فاتحہ ام القرآن ہے اور ام الکتاب ہے اور ایسی سات آیتیں ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں) امام بخاری نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے۔ ام القرآن ھی السبع المثانی (ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ سات آیتیں ہیں جن کو بار بار پڑھا جاتا ہے)۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امام کے لئے تو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امام اور مقتدی دونوں کے لئے سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

لفظ ''مثانی'' (بار بار دہرائی جانے والی آیتیں) سے یہ بھی مسئلہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس مبارک سورہ کا دہرایا جانا بیحد پسند ہے تو آج کل وہابی حضرات نمازوں کے بعد یا ہر اچھے کام میں اس کے پڑھنے کو جو بدعت قرار دیتے ہیں حقیقت میں یہ خود بدعتی ہیں کہ رب العزت اس کے دہرانے کو پسند فرماتے ہیں اور یہ اپنے زعم باطل میں دہرانے یا بار بار پڑھنے کو بدعت قرار دیتے ہیں جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں چنانچہ اہل السنۃ والجماعت کے معمولات میں یہ بات شامل ہے کہ ہر اچھا کام جیسے نئے گھر کا افتتاح، گھر براونی، دوکان کے افتتاح کے موقعہ پر یا کھانے پر اور شیرینی پر سورہ فاتحہ کو پڑھ کر دعاء کی جائے اور اس سے برکت حاصل کی جائے۔ وما علینا الا البلاغ۔ اھ۔

اس سلسلہ میں ایک بات عرض کردوں کہ انگلستان نے خلافت عثمانیہ کوختم کر کے پوری امت مسلمہ کوان کے صدیوں سے جاری دینی روایات جوقرآن اورحدیث کی روشنی میں ادب، عقیدت، تعظیم اورمحبت پر مبنی تھے سازش کر کے ان سے منحرف کردیا ہے۔جس کی وجہ سے تمام ملت اسلامیہ کعصف ماکول (کھائے ہوئے بھوسے) کی طرح اس دھرتی پر زندگی گذاررہی ہے۔اس کوشاعرمشرق نے اپنے بلیغ انداز میں فرمایاہے۔

عالم ہمہ ویرانہ از چنگیزی افرنگ　　　معمار حرم! باز بہ تعمیر جہاں خیز

ایسی ہی آزادخیالی پرحضرت مولانا زیدابوالحسن فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک عزیز کو جومودودی صاحب کی جماعت سے متاثر تھے کہلایا ’’ان سے کہہ دو کہ اگرتم اپنے بزرگوں کے طریقہ پرہوتوتم ہمارے اورہم تمہارے ورنہ نہ تم ہمارے اورنہ ہم تمہارے‘‘۔

حضرت محدث دکن حلقۂ ذکر کر کے اختتام پرقرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ تلاوت تجوید کے ساتھ ب آواز بلند، ٹھہرٹھہر کر، ایک ایک حرف کی ادائی پورے اطمینان کے ساتھ ہوا کرتی۔ تلاوت کے بعد حزب اعظم تالیف حضرت ملاعلی قاری علیہ الرحمہ جو ماثورہ دعاؤں کا مجموعہ ہے اس کو پڑھتے اور ہر دعاء کو بے شمار مرتبہ تکرارفرماتے جس کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے۔

یہاں اگر یہ بات واضح کردی جائے کہ قرآن پاک کے تین حقوق ہر بندۂ مسلم پر واجب ہیں اور جو بتمام وکمال شیخی وسندی حضرت محدث دکن قدس سرہ نے انجام دیئے ہوئے ہیں تو قارئین حضرات کواستفادہ کا موقع میسر آجائے گا۔

☆☆☆☆☆

قرآن پاک کے تین حقوق:

قرآن پاک کے یہ تین حقوق ہیں: (۱) تلاوت (۲) تذکر (۳) تدبر

۱) تلاوت یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد ہو کہ عورت قرآن پاک روزانہ کم ازکم پاؤ پارہ پڑھا کرے اور اس طرح چار مہینہ میں قرآن پاک کم ازکم ایک دور ہو جائے اور زندگی میں کم ازکم ایک بار کسی قاری اور مجود کو تجوید کے ساتھ پورا قرآن پاک سنادے اور یہ اسقدر اہم بات ہے کہ مشہور تابعی حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰ھ) نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ کے دور خلافت میں قرآن پاک کے دو دور سنائے۔

۲) تذکر یہ ہے کہ قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کسی مستند تفسیر سے روزانہ کم ازکم ایک رکوع پڑھا کرے چنانچہ ہمارے بچپن میں حضرۃ الاستاذ مولوی غوث الدین صاحب علیہ الرحمہ محلہ بیرون لال دروازہ کی مسجد لائن مکلوٹ میں بعد نماز مغرب تفسیر حسینی سنایا کرتے تھے اور مصلیان مسجد چھوٹے بڑے سب سماعت کرتے تھے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۳) تدبر یہ علماء کرام کا حق ہے جن کو عربی زبان اور ادب پر کافی مہارت ہو کہ وہ علوم قرآنیہ میں تبحر حاصل کرنے کے بعد ملت اسلامیہ کے لئے اپنے دور کی ضروریات کے پیش نظر اور اس زمانہ میں دین میں جو فتنے دشمنوں نے پیدا کر رکھے ہیں ان کی مدافعت میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں زبان اور قلم سے جہاد کریں مثال کے طور پر جس طرح امام غزالی نے احیاء العلوم کے ذریعہ اور امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر کے ذریعہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی نے تفسیر مظہری کے ذریعہ اور مصر کے سید قطب شہید نے اپنی تفسیر فی ظلال

القرآن کے ذریعہ اس دور کے سارے ''ازم'' کو اسلامی قانون کی حقانیت اور برتری ثابت کر کے پامال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اور ان کے امثال کو ملت کی طرف سے جزاءِ خیر عطاء فرمائے۔ آمین۔

الحمدللہ حضرت محدث دکن قدس سرہ نے اپنے مواعظ، اپنی تصنیفات اور اپنے حلقۂ ذکر اور شب وروز کے معمولات کے ذریعہ پیکر علم وعمل بن کر قرآن پاک کے تینوں حقوق ادا فرمائے۔ جزاہ اللہ عنا وعن الملۃ الاسلامیۃ خیر الجزاء واحسنہ!

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کی خدمت میں خواتین کی حاضری:

حضرت محدث دکن قدس سرہ کی صباحی نشست فجر کی نماز کے بعد تقریباً ڈھائی تین گھنٹہ کی ہوا کرتی تھی۔ اس دوران میں اگر کوئی حاجتمند کسی وظیفہ یا تعویذ کی درخواست کرتا تو آپ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سائل کی اس درخواست کو منظور فرماتے۔ مسجد علی آقا حسینی علم میں ان صباحی معمولات کے بعد حضرت محدث دکن نواب عبدالباسط خان کے گھر ناشتہ پر تشریف لیجاتے جہاں روزانہ تیس چالیس اصحاب ناشتہ پر رہا کرتے تھے۔ نواب صاحب موصوف باوجود یہ کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے ناشتہ کی دعوت کو مستقلاً قبول فرمالیا تھا مگر ہر روز اپنے خادم کو حضرت کی خدمت میں روانہ کرتے کہ نواب صاحب ناشتہ پر آپ کے منتظر ہیں، حیدرآباد کے رؤساء کا یہ معمول تھا کہ ان کے پاس ہر روز صبح وشام اہل علم اور احباب ناشتہ اور عشائیہ پر جمع ہوا کرتے تھے اور ان حضرات کا دسترخوان بڑا وسیع ہوا کرتا تھا۔ چوں کہ حیدرآباد آصفی سلطنت کا پایہ تخت تھا اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے اہل علم اور اہل فضل

روزگار کی تلاش میں حیدر آباد منتقل ہو جاتے تو وہ ملازمت اور خدمت کے حصول تک ان رؤسا اور نوابوں کے ہاں مہمان رہتے۔ حضرت محدث دکن ناشتہ کے بعد گھر تشریف لیجاتے اور تھوڑی دیر آرام فرماتے یہاں تک کہ خواتین کثیر تعداد میں حاضر ہوتیں اور اپنے مسائل عرض کرتیں اور حضرت علیہ الرحمۃ خواتین کے حالات سن کر مشورے دیتے، وظائف بتاتے اور درخواست پر تعویذ بھی عنایت فرماتے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آجاتا۔

حضرت محدث دکن ظہر' عصر اور عشاء کی نمازیں کچھ تاخیر کے ساتھ مگر مستحب اوقات میں ادا فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد مرد حضرات سے ملاقات کا وقت مسجد ہی میں ہوتا اور حاضرین میں ہر شخص اپنی حاجت عرض کرتا اور حضرت قدس سرہ اس کو مشورہ دیتے یا وظیفہ بتاتے۔

☆☆☆☆☆

زجاجۃ المصابیح کی طباعت کی ابتداء:

الحمدللہ ۱۹۵۱ء میں جب زجاجۃ المصابیح (عربی) کی طباعت کا کام شروع ہوا اور اس عاجز کو حضرت قدس سرہ نے کاپی اور پروف کے مقابلہ کے لئے یاد فرمایا تو یہ کام ناشتہ سے پہلے انجام پاتا۔ حضرت قدس سرہ کے خادم خاص جناب عابد حسین صاحب مرحوم اس عاجز کے گھر تشریف لاتے اور فرماتے کہ عربی کی کاپی کتابت کے بعد کاتب صاحب نے بھجوادی ہے اور حضرت قبلہ نے آپ کو کل صبح حاضر ہونے کو کہا ہے یہ عاجز بعد نماز فجر اپنے گھر سے روانہ ہوتا اور حضرت قبلہ تو مراقبہ میں مشغول رہتے مگر اس عاجز کو یہ حکم تھا کہ تم جب عربی کے کام کے لئے آؤ تو میرے قریب آکر آواز سے ''السلام علیکم'' کہہ دینا! میں مراقبہ ختم کر کے زجاجہ کے کام کے لئے اٹھ جاؤں گا۔ حسب الحکم یہ عاجز تعمیل حکم کرتا، حضرت قبلہ فاتحہ پڑھتے اور بعد ادائے

اشراق گھر تشریف لیجاتے اور وہاں اصل مسودہ سے کاپی کا مقابلہ ہوتا اور اسی طرح پروف کا مقابلہ بھی انجام پاتا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اس عاجز کو اس طرح زجاجۃ المصابیح (عربی) کی قراءت حضرت مصنف قدس سرہ کو دو مرتبہ سنانے کا شرف حاصل ہوا ہے اور تیسرا دور حضرۃ الاستاذ، مربی بے بدل حضرت مولانا ابوالوفا افغانی علیہ الرحمہ کو درساً درساً سنایا گیا جو حضرت علیہ الرحمہ کی وفات تک مناقب سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ختم ہوا۔

☆☆☆☆☆

نور المصابیح کے ترجمہ کا آغاز:

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت قبلہ صحن مسجد میں تشریف رکھتے اور بعد نماز مغرب نوافل اور اوابین سے فارغ ہونے کے بعد زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ نور المصابیح کے ترجمہ کا کام شروع ہوتا جو شام کے کھانے تک چلتا۔ نور المصابیح کی پہلی دو جلدوں کا ترجمہ مولانا محمد منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے کیا، تو اس کی نظر ثانی حضرت علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور نگرانی میں حضرت غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ صاحبزادہ میر لطف علی خان علیہ الرحمہ اور اس عاجز راقم نے انجام دی۔ حضرت محدث دکن قدس سرہ کی حیات پر انوار و برکات میں الحمد للہ زجاجۃ المصابیح (عربی) کے پانچوں حصے یعنی پوری کتاب اور نور المصابیح کے چار حصے شائع ہوئے اور اس کام کو بعد میں اس عاجز نے مولوی سید احمد علی صاحب (فاضل نظامیہ) اور پروفیسر غلام محمد صاحب صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ (مرحوم) کی معیت میں جاری رکھا اور الحمد للہ مزید چار حصے یعنی آٹھ حصے شائع ہو چکے ہیں اور نویں حصہ کا مسودہ الحمد للہ تیار ہے۔

حضرت محدث دکن قدس سرہ خطوط کے جوابات کا کام شام کے کھانے کے بعد انجام دیا کرتے اور خطوط کے جوابات کا املاء کرواتے اور اس کام کو حضرت کے فرزند اکبر حضرت سید شاہ ابوالبرکات خلیل اللہ صاحب علیہ الرحمۃ اور صاحبزادے سید شاہ رحمت اللہ سلمہ اللہ انجام دیتے۔اس کے بعد حضرت محدث دکن قدس سرہ نماز عشاء کے لئے مسجد تشریف لاتے۔نماز عشاء بالعموم رات کے ساڑھے دس بجے ہوا کرتی۔پورے شہر میں یہ بات معروف تھی کہ جس کسی کو عشاء کی جماعت نہ ملی ہو اور وہ اپنے کاموں اور مشاغل کی وجہ سے باجماعت اس نماز کو ادا نہ کر سکا ہو تو وہ سیدھا مسجد علی آقا حسینی علم پہونچتا الحمدللہ آج تک حضرت قبلہ کے جانشین حضرت ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ علیہ الرحمۃ اور آپ کے بعد آپ کے نبیرۂ عالی شان میاں سید شاہ انوار اللہ سلمہ اللہ جانشین حضرت ابوالبرکات اس مسجد عالی شان کے سارے معمولات کو اپنے جد امجد قدس سرہ کی پیروی میں بتمام وکمال جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است　　　مئے ومیخانہ با مہر ونشان است

(آج بھی وہ ابر رحمت برس رہا ہے اور میخانہ اسی شان سے آباد ہے)

آمین بحرمۃ سید المرسلین و آلہ الطاھرین و اصحابہ الاکرمین!

☆☆☆☆☆

زجاجۃ المصابیح کی طباعت اور اشارۂ غیبی:

اس موقعہ پر زجاجۃ المصابیح کی طباعت کے سلسلہ میں برادر طریقت جناب حاجی عبدالرزاق صاحب ساکن بیڑ (مہاراشٹرا) کو اشارہ غیبی ہوا اور انہوں نے اس عظیم کام کے لئے کمر ہمت باندھ لی، اس کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا۔حضرت محدث دکن قدس سرہ نے جب

زجاجۃ المصابیح کی تالیف مکمل فرمالی تو ادارۂ اشاعت العلوم جو جامعہ نظامیہ کی نگرانی میں علمی اور دینی کتابوں کی اشاعت کرتا تھا، آپ نے اس کتاب کو اس ادارہ میں بھجوادیا۔ مولانا ادریس کاندھلوی کی التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح اسی ادارہ سے شائع ہوئی۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی زجاجۃ المصابیح تین سال اس ادارہ میں الماریوں کی زینت بن کر رہی مگر ارباب انتظام نے اسکو اپنی اشاعتوں کے پروگرام میں شامل نہیں فرمایا۔ یہ سنا گیا کہ ارباب انتظام نے کہا کہ مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نے تنہا ایک جماعت کا کام انجام دیا ہے اگر یہ کتاب شائع ہوجائے تو ان کا نام عالم اسلام میں روشن ہوجائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے یقیناً معاصرت بڑا حجاب ہے۔ حضرت قبلہ یوں فرمایا کرتے کہ ''میں نے اپنا کام کیا اور میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ اس کتاب کو شائع کرسکوں اے مالک الملک! تیرے بہت سے غیبی خزانے ہیں ان میں سے تو اس کی اشاعت کا انتظام فرما''۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ آصفی سلطنت باقی تھیں اور حضرت قبلہ قدس سرہ کی یہ عادت نہ تھی کہ عہدہ داروں اور ارباب انتظام سے مل کر اس کتاب کی اشاعت کے لئے سرمایہ کا انتظام فرماتے۔ بفحوائے۔

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

(غیب سے ایک شخص نمودار ہوگا اور کام انجام دے گا)

برادر طریقت حاجی عبدالرزاق صاحب علیہ الرحمۃ ساکن بیڑ اپنے معمول کے مطابق ذکر میں مشغول ہیں ان پر غیبوبت طاری ہوئی کیا دیکھتے ہیں کہ پیرو مرشد قدس سرہ روبرو ہیں اور وہ نور کے ہالہ میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اس نور کو پھیلنے کا راستہ نہیں ہے موصوف کا یہ مکاشفہ

ختم ہوا، وہ بہت حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے اپنے اس وارد کو حضرت علیہ الرحمۃ کے شاگرد جناب حکیم محمد صابر علیہ الرحمۃ لیکچرار عربی اورنگ آباد کالج سے ذکر کیا انہوں نے بتایا کہ بھائی حاجی صاحب آپ کا مکاشفہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت پیر و مرشد نے احادیث شریفہ جمع فرمائی ہیں اور وہ تمام تر نور ہیں اور راستہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ کے پاس سرمایہ نہیں، تم ماشاء اللہ گنتہ دار ہو اس کا راستہ نکالو! بس موصوف نے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ سے اس کا تخمینہ طلب فرما کر یکمشت آٹھ ہزار روپے کی خطیر رقم حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں روانہ فرما دی اور طباعت کا کام شروع ہوگیا یہ سنہ ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے۔ **جزاہ اللہ عن الملۃ الحنفیۃ خیر الجزاء واجعل الجنۃ مثواہ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔**

پھر جب زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ نور المصابیح کی طباعت کا مرحلہ آیا تو برادر طریقت الحاج مہتاب علی صاحب مرحوم ایڈوکیٹ گلبرگہ شریف کی ایماء پر موصوف کے بھتیجے اور داماد جناب الحاج علاؤ الدین ایڈوکیٹ مرحوم اور ان کی اہلیہ محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اول مددگار ہائی اسکول برائے نسوان گلبرگہ شریف نے کثیر سرمایہ سے اس کی اشاعت کا انتظام فرمایا اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

اولیائے کرام کے اوقات میں برکت عطا کی جاتی ہے:

ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا تھا کہ اولیاء کرام کے اوقات میں برکت عطا کی جاتی ہے عالم اسلامی کے اولیاء کرام کے احوال اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس وقت محدث دکن قدس سرہ کا مبارک تذکرہ آپ کے زیر مطالعہ ہے جو اس کا شاہد ہے کہ آپ نے ابھی

حضرت علیہ الرحمۃ کی شب وروز کی مشغولیت کا مطالعہ فرمایا۔مشکل سے تین چار گھنٹہ آرام کرنے کا وقت ملتا تھا لیکن آپ غور فرمائیں کہ اسی ہماہمی میں زجاجۃ المصابیح (عربی) کی پانچ جلدیں جو تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں اس کے علاوہ اردو میں تقریباً دس کتابیں جو مختلف موضوعات کو محیط ہیں تالیف فرمائیں چنانچہ حیدرآباد یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی کے طالب علم عزیزم عظمت اللہ خان سلمہ حضرت علیہ الرحمہ پر اردو کے ایک عظیم مصنف کی حیثیت سے شعبہ اردو سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے کام کر رہے ہیں۔الحمدللہ مقالہ تکمیل پاچکا اور امتحان کے لئے داخل کر دیا گیا اور فبروری ۱۹۹۶ء میں موصوف کو ڈگری بھی مل گئی۔

☆☆☆☆☆

درس مشکاۃ شریف:

حضرت محدث دکن قدس سرہ کی ایک اہم مشغولیت کا ذکر رہ گیا اور وہ مشکاۃ المصابیح کا درس ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ درس شروع ہوتا۔حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کے بعض ارادت منداور شاگرد اصحاب نے درخواست کی کہ ہم آپ سے عربی زبان سیکھنا اور پھر مشکاۃ شریف کا درس لینا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ عربی زبان سیکھے بغیر مشکاۃ شریف کا درس کیونکر ہوتا۔اس لئے پہلے ان حضرات نے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ سے صرف ونحو اور عربی زبان وادب کی کتابیں پڑھیں پھر مشکاۃ کا درس شروع ہوا اور الحمدللہ پوری کتاب درساً درساً ختم ہوئی۔یہ عاجز کے بچپن کا واقعہ ہے۔اس درس کے معروف اور پابند اصحاب میں جناب حکیم محمود خان صاحب، ساکن نام پلی، استاذی مولوی غوث الدین صاحب، مددگار مدرس مدرسہ تحتانیہ لال دروازہ، قاری حافظ مولوی عبدالرحیم صاحب،

امام استاذ مدرسہ حفاظ مکہ مسجد اور حضرت غلام جیلانی صاحب سر رشتہ دار عدالت تھے، دیگر شاگرد اصحاب کے علاوہ مصلیان مسجد علی آقا حسینی علم اور سامعین بھی ہوا کرتے تھے اور یہ درس عشاء کی نماز کے بعد شروع ہو کر رات کے بارہ بجے تک جاری رہتا۔ اس عاجز کو یہ بھی یاد ہے کہ مولوی غوث الدین صاحب بڑی تقطیع کی مشکاۃ شریف اٹھائے ہوئے پیدل لال دروازے سے حسینی علم تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سارے شرکاء درس کے درجات جنت الفردوس میں بلند فرمائے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی دنیوی زندگی ختم کر کے پہونچ چکے ہیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کی اولیاء کرام کی مزارات پر حاضری:

حضرت علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر لکھنے سے پہلے اس عاجز کی نظر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کی مزارات پر حاضری کے بارے میں کچھ لکھتا چلوں۔ مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی دہلوی سجادہ نشین خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ نے اپنی کتاب ''مولانا اسماعیل دہلوی اور ان کی تقویۃ الایمان'' میں کیا خوب لکھا ہے کہ ''انگریز جب ہندوستان آئے تو بدقسمتی سے مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے ایک دیوبندی دوسرے بریلوی اور دونوں میں غلو ہے'' ایک گروہ تو بیچارے مسلمانوں پر کفر و فسق کے فتووں کی بھرمار کر رہا ہے تو دوسرا گروہ مشرک، بدعتی، قبر پرست وغیرہ القاب کے بے باکانہ تقسیم میں مشغول ہے، حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے اپنے معجزانہ کلام میں کیا خوب فرمایا ہے:

ABU FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ　　　　چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

(بہتر فرقوں کے جنگ کی نسبت یہ سمجھ کہ یہ معذور ہیں ان کو حقیقت کا علم نہیں، قصے اور کہانیاں بیان کرتے ہیں)

واقعہ یہ ہے کہ حقیقت تو ایک ہی ہے دو ہو نہیں سکتی، اور حقیقت سے آ گاہی تو صرف عشق حقیقی کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے "والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ" اس موقع پر حضرت محدث دکن قدس سرہ کا اس موضوع پر ایک مبارک فیصلہ سناتا چلوں:

ایک برادر طریقت نے جو بڑے جذباتی مسلمان تھے ایک مجلس میں عرض کیا کہ جو لوگ بات بات پر اہل نسبت اور اصحاب طریقت پر شرک اور کفر کے فتوے صادر کرتے ہیں حضرت ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً عشق نہیں ہے۔ پھر ان حضرات کی عبادتیں بیکار ہیں یا نہیں؟

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت محدث دکن کا انوکھا فیصلہ:

حضرت علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا: میاں! ایک آقا کے دو غلام ہیں ایک اپنے آقا کی ہر طرح سے خدمت کرتا ہے لیکن اس کو اپنے آقا سے نہ تو اخلاص ہے، نہ عشق گویا جو کچھ کر رہا ہے بادل ناخواستہ کر رہا ہے، یقیناً یہ قابل نفرت ہے، دوسرا غلام اپنے آقا کی محبت کا دم تو بھرتا ہے لیکن خدمت کچھ نہیں کرتا اسے بھی قابل نفرت ہی کہنا چاہئے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پہلے غلام کو خلوص اور محبت کی اور دوسرے غلام کو اطاعت کی توفیق عطا فرمائے کسی

صاحب دل شاعر نے اسی مضمون کو کتی خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلح　　　　در عمارت گری گنبد و دستار خود اند

(شریعتِ مقدسہ کو نام نہاد اربابِ شریعت نے خراب کر رکھا ہے اس لئے کہ ان کو خود اپنی پگڑی اور دستار کو باقی رکھنا ہے)

اولیاء کرام کی مزارات پر حاضری کی ممانعت دیوبندی حضرات کی طرف منسوب کی جاتی ہے حالانکہ مشائخ دیوبند خود اس پر کاربند رہے ہیں بلکہ اس کی وصیت بھی کی ہے۔

☆☆☆☆☆

اولیاء کرام کی قبروں سے وہی فائدہ ہوتا ہے جو زندگی میں ہوتا تھا:

حضرت میانجی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۹ھ) حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۷ھ) کے پیر ہیں اور علماء دیوبند سب حضرت امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ جب میانجی نور محمد علیہ الرحمۃ کے انتقال کا وقت آیا تو حضرت امداد اللہ رونے لگے تو حضرت میانجی نے تسلی اور تشفی دی اور فرمایا کہ ’’فقیر مرتا نہیں، بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے، فقیر کی قبر سے وہی فائدہ ہوگا جو ظاہری زندگی میں ہوتا تھا‘‘۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا قول رسالۂ اضافاتِ صحائف معرفت ص ۳۱۷۔ میں موجود ہے ’’اور جاننا چاہئے کہ اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات و خوارق سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر حد تواتر تک پہنچ گیا ہے‘‘ (مولانا تھانوی کی عبارت ختم ہوئی)۔

اولیاء کرام کی مزارات پر حاضر ہونے اور ان مقدس حضرات سے استفادہ کرنے

پر نقلی اور عقلی دلائل سے کتب خانے بھرے پڑے ہیں۔ اس عاجز نے بطور دلیل اور حجت کے صرف چند باتوں پر اکتفا کیا ہے کہ عقلمند کے لئے یہ اشارہ کافی ہے:

العبد یضرب بالعصا و العاقل تکفیہ الاشارۃ

(غلام کو لکڑی سے پیٹا جاتا ہے اور عقلمند کو اشارہ کافی ہے)

☆☆☆☆☆

علامہ اقبال کی حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر حاضری:

اس مضمون کو یہ عاجز شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے حسب ذیل ابیات پر ختم کرتا ہے جن کو آپ نے حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرھندی قدس سرہ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر پڑھا ہے:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے ایک صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے اس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان اللہ نے بر وقت کیا اس کو خبردار

☆☆☆☆☆

علامہ اقبال اور درگاہِ محبوب الٰہی پر حاضری:

اسی طرح علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی نظم التجائے مسافر بدرگاہ محبوب الٰہی میں اپنی نیازمندی کا اظہار کیا ہے، اقبال کے ہم نام حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

محبوب الٰہی کے خادم خاص تھے اسی بات کو علامہ نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

محو اظہار تمنائے دل نا کام ہوں لاج رکھ لینا کہ میں اقبال کا ہم نام ہوں

☆☆☆☆☆

ابن حجر کے قول سے اولیاء کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت:

علامہ ابن حجر نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں تا کہ وہ اس کو اپنا مصلی بنا لیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عتبانؓ نے اس مبارک جگہ کو اپنا مصلی بنایا۔ یہ واقعہ بیان کر کے علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ **ھو حجة فی التبرک بآثار الصالحین** یعنی یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لئے حجت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت محدث دکن حیدر آباد دکن کے اولیاء کرام حضرت بابا شرف الدین قدس سرہ (جو بابا شہاب الدین سہروردی بغدادی قدس سرہ کے خلیفہ اور فرستادہ ہیں) اور حضرات یوسفین شریفین مریدین حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی دہلوی، حضرت سید احمد باد پا، واقع فرسٹ لانسر اور حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی قدست اسرارہم کے مزارات پر حاضری دیتے اور مراقب رہا کرتے تھے اور ایک سفر تو پورے ہندوستان کے اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کے لئے کیا تھا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی کا زیارتوں کے لئے پانی پت سرہند، لاہور اور ملتان کا سفر:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بھی یہی معمول رہا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ۱۱۴۳ء میں جب حرمین شریفین کے مبارک سفر کا ارادہ فرمایا تو براہ لاہور روانہ ہوئے اور جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے چنانچہ پانی پت میں حضرت شاہ بوعلی قلندر، شاہ شمس الدین ترک اور شاہ جلال قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی، بعد ازاں سرہند میں حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی، لاہور میں حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش، ملتان میں مخدوم خواجہ بہاؤ الدین زکریا اور شاہ رکن عالم قدس اللہ اسرارہم کی مزارات پر تشریف فرما ہوئے۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت محدث دکن کا اہتمام ماہ صیام:

ہمارے حضرت علیہ الرحمہ کے معمولات میں ماہ رمضان المبارک کا حد درجہ اہتمام، آخری دہے کا اعتکاف اور قرآن پاک کا ایک دور نماز تراویح میں اور دوسرا دور آخری دہے کی نماز تہجد میں زندگی بھر کا معمول رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

روزہ کی فضیلت پر حضرت یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

روزہ کی فضیلت اوراس کی برکتوں سے الحمدللہ مسلمانوں کے چھوٹے بڑے سب واقف ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری (۷۸۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مکتوباتِ صدی'' میں فرماتے ہیں جس طرح جسمانی قوت کھانے پینے پر موقوف ہے اسی طرح روحانی طاقت بھوکے پیاسے رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔ **الجوع طعام اللّٰہ فی ارضہ** (بھوک خدا کی زمین میں خدائی غذا ہے) روزہ دار میں معبود حقیقی کی ایک خاص صفت پائی جاتی ہے۔ **وھو یطعم ولا یطعم** (حق تعالیٰ کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا) سچے روزہ دار کو یقینی مقام تقرب حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ایضاً حضرت داتا گنج بخش کا ارشاد:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں ''روزہ جوارح کے لئے بلاء ہے، دل کے لئے صفا ہے، جان کے لئے وِلا (تقرب) ہے اور سر کے لئے بقا ہے۔ اتنے بہترین سامان مہیا ہوں کہ دل کو صفا، جان کو وِلا اور سر کو بقا حاصل ہو۔ ایسی صورت میں اگر جسم مبتلائے بلا رہے تو کیا مضائقہ ہے اور کیا نقصان ہے'' (کشف المحجوب)۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کا ارشاد:

ہمارے حضرت محدث دکن قطب زمن فرمایا کرتے کہ لوگ نادانی سے روزہ دار کو بھوکا سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ روزہ دار اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے جب روزہ کی نیت کرلیتا ہے کھانے پینے اور خواہش نفسانی سے بچا رہتا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ اس کے لئے روحانی غذا شروع فرمادیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مطمئن رہتا ہے اس کے برخلاف اگر کوئی فاقہ رہے تو اس کو ایسا اطمینان حاصل نہیں ہوتا، روزہ دار کا دل اولیاء اللہ کا دل ہوجاتا ہے ہمیشہ نیکی کا خیال، تلاوت کلام اللہ کی مشغولی اور نہیں تو آرام چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ روزہ دار کی نیند بھی عبادت ہے۔ تلاوت کلام پاک اور نوافل کے علاوہ حضرت محدث دکن اپنے اہل بیت کی خوشی کے لئے ہر روز ماہ صیام میں کھانوں کا نیا انتظام فرماتے کبھی مچھلی منگواتے، کبھی پلاؤ بنواتے، کبھی گوشت کھلانے کا اہتمام فرماتے۔ غرض اس مبارک مہینہ میں ہمارے حضرت کے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں رہتیں گویا ہر دن عید کا دن ہے۔ نماز تراویح میں ایسے حافظ صاحب کا انتظام فرماتے جو خوش الحان قاری ہو، قرآن پاک کی تلاوت میں وہ جلدی نہ کرتا ہو، رکوع اور سجدے بھی اطمینان سے ادا ہوتے ہوں چنانچہ تراویح میں قرآن پاک کو ہمارے حضرت کی مسجد میں سنانے کی عزت جناب بھائی حافظ محمد حسین صاحب عرف نواب جانی بن حافظ حضرت محمد امام صاحب علیہم الرحمہ کو حاصل ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تراویح میں جو قرآن پڑھا جارہا ہے وہ ایسا ہی پڑھا جارہا ہے جیسا کہ عام دنوں میں جہری نمازوں میں پڑھا جاتا ہو۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ختم قرآن کی تقریب اور ہمارے حضرت کا وعظ:

یہی وجہ ہے کہ دو گھنٹہ سے زائد وقت میں ہر دن سوا پارہ قرآن پاک کا پڑھا جاتا تھا۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ قرآن پاک کا ختم ۲۹ ویں رمضان کو کرواتے اور یوں فرماتے کہ بالعموم ۲۷ ویں شب کو جو قرآن کا دور ختم کیا جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو روزے پہلے ہی ماہ مبارک کو رخصت کر دیا گیا۔ اور قرآن پاک کے ختم کی تقریب پر پر اثر اور درد انگیز سحر بیان وعظ فرماتے سارے حاضرین پر آہ وزاری طاری رہتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا پوری مجلس پر نورانیت کی چادریں تنی ہوئی ہیں اور رحمت کے فرشتے اپنے پروں کو سامعین کے سروں پر پھیلا رہے ہیں۔ مسجد علی آقا حسینی علم کا دالان اور صحن بھر کر سامعین سڑک پر بھی بیٹھ جاتے اور دو تین گھنٹہ تک راستہ کا رخ بدل جاتا تھا۔

جو حضرات اس مبارک محفل میں شریک رہے ہیں اس روحانی کیف اور سرور کو وہی بتا سکتے ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

آہ! آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں زندگی بھر ہمارے حضرت نے اعتکاف فرمایا ہے اور اسی دہے میں باجماعت نماز تہجد میں قرآن پاک کا ایک اور دور ہوتا اس کی سعادت حافظ وقاری مولوی عبدالرحیم صاحب امام وخطیب مکہ مسجد کے نصیب میں رہی۔ ان حافظ صاحب کی تلاوت میں بڑا سوز ہوتا تھا خود روتے اور اوروں کو رلاتے تھے۔

عیدین کی راتیں متبرک راتوں میں شمار ہوتی ہیں اور ان راتوں میں عبادت کی بڑی

فضیلت ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ ان راتوں میں عبادت کرنے والے کا دل قیامت کے دن زندہ رہے گا۔ اس کے پیش نظر ہمارے حضرت علیہ الرحمہ ان راتوں میں مسجد ہی میں عبادت میں مشغول رہ کر بعد ادائے نماز فجر گھر تشریف لیجاتے اور عید کی نماز کے لئے عیدگاہ اول وقت تشریف لیجاتے اور صف اول میں نماز عید ادا فرماتے۔

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کا اہتمام روز جمعہ:

ہمارے حضرت کا ایک معمول جمعہ کے دن نماز جمعہ کا اہتمام تھا ہمارے حضرت نہا دھوکر، صاف کپڑے زیب تن فرما کر اول وقت شہر کی جامع مسجد یعنی مکہ مسجد تشریف لیجا کر امام کے پیچھے پہلی صف میں تشریف رکھا کرتے۔ اس دوران میں سورۂ کہف اور درود شریف پڑھا کرتے کہ عام دنوں کے مقابلہ میں جمعہ کے دن درودِ شریف بکثرت پڑھنے کی تاکید احادیث شریفہ میں وارد ہے۔ جمعہ کے دن ہمارے حضرت نماز عصر کی ادائی کے بعد غروب آفتاب تک دعائیں کیا کرتے اور بالعموم ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی حزب اعظم کا ورد فرماتے اس لئے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ہے جس میں دعاء قبول ہوتی ہے اور وہ ساعت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں عصر اور مغرب کے درمیان ہوا کرتی ہے۔

الغرض ہمارے حضرت کی زندگی اور زندگی کا ہر دن عبادت، علم دین کی مشغولی، مسلمانوں کی خیر خواہی، ان کے حالات سن کر ان کو صحیح مشورے دینا، ذکر اور مراقبہ کی محفل کو سجانا جو عموماً بعد نماز فجر ہوا کرتی ان بہترین کاموں سے بھرپور تھا یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

میں مرجعیت کے تاجدار تھے اور کسی شیخ اور پیر کو ایسا رجوع نصیب نہ ہوا:

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت عظیم البرکت کا سفر حرمین شریفین:

خوش آں کہ بندم در رہت بر ناقہ محمل از وطن　　　خیزم چو درد، افتم چو اشک، آیم بجاں، غلطم بہ تن

(وہ گھڑی کتنی حسین ہوگی، جب میں وطن سے تیری راہ میں سواری پر کجاوہ کسوں گا درد کی طرح اٹھوں گا، آنسو کی مانند گروں گا، دل و جان سے آوں گا اور جسم میرا لوٹ پوٹ ہوگا)

زہے سعادت آں بندہ ای کہ کرد نزول　　　گھے بہ بیتِ خدا و گھے بہ بیت رسول

(اس بندے کی سعادت کا کیا کہنا جو کبھی بیت اللہ کے قریب ٹھہرے اور کبھی مدینہ طیبہ میں حاضر رہے)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، جو ہر صاحب حیثیت، عاقل و بالغ مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے، اس کے ادا کرنے کے بڑے فضائل ہیں، نہ کرنے پر نہایت شدید وعید جبکہ اس مہتم بالشان سفر پر قدرت ہو۔

☆☆☆☆☆

باوجود استطاعت کے حج نہ کرنے پر وعید:

حضرت محدث دکن قدس سرہ نے اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے کتاب المناسک میں ترمذی کی روایت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ''جو شخص اتنا توشہ (زادراہ) اور سواری رکھتا ہو کہ بیت اللہ تک ان کے ذریعہ پہونچ سکے لیکن اس کے باجود بھی وہ حج نہ کرے تو اس کے یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ (وعید) اس لئے ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے ارشاد فرمایا ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً'' یعنی بیت اللہ کا حج لوگوں پر فرض ہے جب کہ وہ مصارف سفر کے مالک ہوں۔ احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سخن گہر بار یہ بھی ہے حجۃ مبرورۃ مالھا جزاء الا الجنۃ یعنی پسندیدہ حج کا بدلہ سوائے بہشت کے کچھ اور نہیں۔

☆☆☆☆☆

حج کی حقیقت

بزبانِ حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری بہاری:

حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۲ھ) فرماتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کی زیارت حقیقت میں خداوند قدوس کی زیارت ہے، محب صادق کے لئے جمال کعبہ محبوب بے نشان کا ایک نشان ہے۔ آخر کریں تو کیا کریں وہاں پہونچ کر اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں من منع عن النظر یتسلی بالاثر جو شخص جمال محبوب کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ لامحالہ اس کی نشانی سے دل بہلاتا ہے۔ طالبان صادق جب خانۂ کعبہ میں پہونچتے ہیں تو جبین نیاز اس آستانہ کی خاک پر ملتے ہیں۔ اور درد دل سے نالہ کرتے ہیں اس آرزو میں کہ شاید گھر دیکھتے دیکھتے صاحب خانہ بھی نظر آجائے اور در چشمِ طلبگار عیانم'' (میں ڈھونڈنے والے کی آنکھ میں ظاہر ہوں) کا جلوہ ظاہر ہو جائے۔ جب محب نے محبوب کی محبت میں

بال بچوں کے تعلقات سے جان ودل کی بازی لگادی تو اس کو رضا اور لقاء کی خلعت سے مشرف کیا جاتا ہے۔ وہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہوجاتا ہے اور جس وقت طائر حرم جمال کعبہ دیکھتا ہے تو اس کو ایسی قلبی راحت ملتی ہے کہ سامان عافیت اس کو سراسر تکلیف نظر آنے لگتے ہیں اور اگر خوش نصیبی سے نسیم عنایت چل گئی اور وجود کا حجاب اٹھ گیا تو عرش الٰہی جو دل کا کعبہ ہے آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ (حضرت مخدوم شرف الدین قدس سرہ کی عبارت ختم ہوئی)

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے　　جس پر نثار جان، فلاح وظفر کی ہے

اس عاجز کے والد بزرگوار الحاج محمد اسماعیل خان علیہ الرحمہ فرمایا کرتے کہ مسلمان نے اپنی زندگی میں حرمین شریفین کی زیارت نہ کی تو پھر کیا کیا؟

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کا سفر حج ترکی حکومت میں انجام پایا:

ہمارے حضرت محدث دکن قدس سرہ نے غالباً یہ مقدس سفر عیسوی صدی کے پہلے دہے یعنی ۱۹۱۰ء کے دوران فرمایا۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ قوم میں اتنا شعور نہ تھا کہ اس عظیم البرکت ہستی کا یہ عظیم اور مبارک سفر اور اس کی روئیداد محفوظ کرلی جاتی کہ آنے والے زمانہ میں شائقین کے لئے دستور العمل کا کام دیتی۔ اس مبارک سفر میں آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ سید مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور ارادتمندوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تھے۔ اس زمانہ میں حجاز مقدس پر ترکوں کی حکمرانی تھی، ترکوں کے عثمانی خلیفہ نے اپنا لقب خادم الحرمین الشریفین اختیار کیا تھا اور حرمین شریفین کے انتظام پر اپنا نائب سادات گھرانے کی ایک عظیم شخصیت کو متعین کیا تھا جن کا لقب شریف مکہ ہوا کرتا انگریزوں نے

سعودی حکومت کے بانیوں سے ساز باز کرکے شریف مکہ کو تمام ملک شام کی حکومت کا لالچ دے کر حجاز مقدس سے ہٹا دیا، اس وقت اردن پر انہی شریف مکہ کی اولاد حاکم ہے۔

ہمارے حضرت کا یہ سفر بادبانی جہاز سے انجام پایا اور ہر مسافر کو ان دنوں اپنی جانب سے اپنا کھانا پکانے کی اجازت تھی۔ فرمایا کرتے کہ دوران قیام مکہ مکرمہ کھانے پر بجائے پانی کے زمزم شریف کا انتظام فرمالیا تھا اور زمزم شریف کو پانی کی بجائے نوش فرماتے۔ حج کی ادائیگی کے بعد ''کعبہ کا کعبہ'' مدینہ منورہ حاضری ہوئی۔ اللہ اللہ! وہ کتنی مبارک ساعت رہی ہوگی جب یہ عاشق صادق سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت میں حاضر ہوا ہوگا اور دونوں عالم کے داتا نے اپنے محب سائل کے دامن کو گل مقصود سے بھر دیا ہوگا۔ اس کیفیت اور حالت کا صحیح اندازہ وہی مبارک اور مسعود انسان کر سکتے ہیں جن کی اس منزل تک رسائی ہو۔

حضرت محدث دکن قدس سرہ نے مکہ معظّمہ میں کیا کیا عبادتیں فرمائیں اس کی کوئی یادداشت موجود نہیں البتہ حضرت کی عادت مبارک یہ تھی کہ عازم حرمین شریفین آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور کچھ نصیحت کی درخواست کرتے تو آپ ارشاد فرماتے کہ میاں! بعض عبادتیں صرف مکہ معظّمہ ہی میں کی جاسکتی ہیں جیسے عمروں کا ادا کرنا اور اسی طرح طواف کا کرنا تو اس حاضری کو غنیمت جان کر زیادہ سے زیادہ عمرے اور زیادہ سے زیادہ طواف کرنا اور تھکن ہو تو کعبۃ اللہ کو دیکھتے رہنا بھی عبادت ہے۔

☆☆☆☆☆

غار ثور کے دہانے سے
ہمارے حضرت محدثِ دکن کا برکت حاصل فرمانا:

یہاں ہمارے حضرت کا ایک واقعہ سنانا ضروری ہے جس کو ہمارے حضرت قدس سرہ بڑی عقیدت اور شیفتگی سے عازمین حج کو سنایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ دنیا میں صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مس ہوا ہو اور وہ ہے غار ثور کا دہانہ جس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے داخل ہونے کے بعد مکڑی نے جالا تن دیا تھا جس کو دیکھ کر مشرکین مکہ نامراد واپس ہوئے اور یہ ہجرت کے وقت کا واقعہ ہے۔ اس غار کے دہانے سے تبرک حاصل فرمانے کے لئے ہمارے حضرت نے اپنے کرتے کو اتار دیا اور اس دہانے سے غار کے اندر داخل ہوئے تا کہ برہنہ بدن پر دہانہ کا یہ حصہ حضرت کے بدن سے مس ہو جائے اور یہ برکت مل جائے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس موقع پر یہ واضح کرتا چلوں کہ اکابر کے پس خوردہ یا ان کے استعمال کی چیزوں سے برکت حاصل کرنے کو آج بعض کم علم بدعت سمجھتے ہیں حالانکہ استبراک قرآن پاک سے ثابت ہے (سورہ یوسف آیت نمبر ۹۶) حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن جب مصر سے کنعان پہونچا اور پیراہن یوسفی جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالا گیا تو آپ کی بینائی واپس آ گئی۔ استبراکات سے احادیث شریفہ اور اولیاء کے حکایات بھرپور ہیں۔

☆☆☆☆☆

مدرینہ منورہ میں
دلائل الخیرات اورحزب اعظم کی اجازت کاحصول:

مناسک حج کی ادائی کے بعد ہمارے حضرت مدینہ منورہ پہونچے تو دوران قیام میں حضرت سلیمان جزولی (م ۸۷۰ھ) کی دلائل الخیرات (درود شریف کی مشہور کتاب) اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے الحزب الاعظم (ماثورہ دعاؤں کا مستندترین مجموعہ) کی اجازت اس زمانے کے شیخ الدلائل سے حاصل فرمائی۔ان دونوں کتابوں کی اجازت ہمارے حضرت علیہ الرحمہ ہرسال ماہ رمضان المبارک کے آخری دہے میں جب اپنے محلے کی مسجد علی آقا حسینی علم میں معتکف ہوتے اوراس کا ورد ہوتا تو آپ قاری اور سامع کو اجازت مرحمت فرماتے۔ الحمد للہ اس عاجز سے یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ واضح ہو کہ دلائل الخیرات درود شریف میں اورحزب اعظم کو دعاؤں میں اللہ تعالیٰ نے مقبول خاص وعام بنایا ہے۔عالم اسلام کے عالی مقام بزرگان دین ان کتابوں کا بطور وظیفہ ورد کرتے رہے ہیں،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی ان پر عامل تھے۔افسوس کہ دلائل الخیرات کوحکومت سعودیہ نے اپنے ملک میں ممنوع قراردے دیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے بزرگ برادر طریقت اور خلیفہ حضرت محدث دکن حضرت سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ عرف نانا میاں فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت مسجد نبوی میں مواجہ شریف میں جب مراقب رہتے تو گھنٹوں گذر جاتے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے ہم سفر زائرین آپ کو زبردستی اٹھاتے تو اٹھتے تھے۔حضرت محدث دکن قدس سرہ کی اس حالت پر یہ شعرورد زبان ہے:

سکونِ قلب ملا، لذت حیات ملی　　در حبیب ملا، ساری کائنات ملی

شکر ہے رحمت باری تیرا کعبہ دیکھا　　طیبہ دیکھا، ترے محبوب کا روضہ دیکھا

اسی سلسلہ میں شاعر اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے واردات قلبی کو بھی سن لیں:

از رسالت در جہاں تکوینِ ما　　از رسالت دین ما آئینِ ما

قوت قلب وجگر گرد نبی　　از خدا محبوب تر گرد نبی

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کے لئے بارگاہ رسالت م آب صلی اللہ علیہ وسلم کے چند آداب بیان کر دیئے جائیں اس وجہ سے کہ یہ فتنوں کا دور ہے، بے ادبی عام ہو چکی ہے، اگر آداب کا لحاظ نہ رکھا جائے تو پورا سفر اکارت ہوجائے گا۔(ذیل کی عبارتیں کتاب الحج تالیف پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف علیگڑھی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں)

☆☆☆☆☆

فضائل مدینہ منورہ:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTER

مدینۂ منورہ اپنی خصوصیات میں دنیا کے سارے شہروں پر فوقیت رکھتا ہے علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے:

ومن خصائص المدینۃ انھا طیبۃ الریح، وللعطر فیھا فضل رائحۃ لاتوجد فی غیرھا۔

(مدینہ پاک کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی ہوا نہایت ہی پاکیزہ ہے۔اسی لئے یہاں عطر کی خوشبو کو جب ہوا پھیلاتی ہے تو اس کی مہک میں ایسا اضافہ ہوجاتا ہے جو کہیں اور پایا نہیں جاتا)

یہ کیفیت جب آب وہوا کی ہے تو پھر یہاں کے ایمان افروز اور روح افزا اثر کا کیا پوچھنا۔ احادیث کی کتابیں فضائل مدینہ طیبہ سے مالا مال ہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو ایسی عزت اور عظمت عطا فرمائی کہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہونے کی کرامت اسی شہر کو بخشش فرمائی۔

فرخندہ منزلے کہ درو ای کردہ مقام　　خوش وادی کہ سود بہ سم براق تو

(وہ منزل کتنی مبارک ہے کہ جس میں آپ نے قیام فرمایا ہے۔ وہ وادی کتنی عمدہ ہے کہ جس میں آپ کے براق کے سموں کے نشانات جمے ہیں)

☆☆☆☆☆

روضۂ پاک پر حاضری کی فضیلت اور حاضر نہ ہونے پر وعید:

سچ تو یہ ہے یہاں کا ایک ایک ذرہ برکات عظیمہ کا گنجینہ ہے۔ اور اسی وجہ سے ہمارے سردار حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ولولہ انگیز الفاظ میں ہمیں اپنے حضور میں حاضر ہونے کی رغبت دلاتے ہیں، ایک حدیث میں ارشاد ہے **"من حج ولم یزرنی فقد جفانی"** (جس نے حج تو ادا کرلیا مگر میری زیارت نہ کی تو بے شک اس نے مجھ پر ظلم کیا) دوسری حدیث **"من زار قبری وجبت له شفاعتی"** (جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت ضرور ہے) تیسری حدیث **"من زار قبری فکانما زارنی فی حیاتی"** (جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی) چوتھی حدیث **"من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة"** (جس نے محض میری زیارت

کا قصد کر کے حاضری دی وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا)۔

جانم فدائے دیدہ کہ روئے تو دیدہ است   قربان پاشوم کہ بکویت رسیدہ است

(میری جان ان آنکھوں پر قربان جنہوں نے آپ کے رخِ انور کی زیارت کی، میں ان پاؤں پر قربان جو تیرے کوچہ میں پہونچے)

خوشا چشم کو دید آں مصطفی را   خوشا دل کہ دارد خیالِ محمد

(وہ آنکھ کتنی خوش نصیب ہے جو دیدار مصطفی سے بہرہ ور ہو۔ وہ دل کتنا مبارک ہے جس میں مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور ہو)

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

کسی عاشق نبوی کی خوب للکار ہے:

سر اینجا، سجدہ اینجا، بندگی اینجا، قرار اینجا

(اس جگہ سر جھکا دو، جائے سجدہ یہی ہے، بندگی کا مزہ یہیں ہے اور دل ونگاہ کو قرار یہیں سے ملتا ہے)

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

☆☆☆☆☆

مدینہ منورہ میں حاضری کے آداب:

جب حدود شہر مدینہ پاک کے اندر داخل ہو تو بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہو جائے اور اگر ہو سکے تو ننگے پاؤں چل کر در اقدس تک حاضر ہو۔

جائے سرست ایں کہ تو پا می نہی   پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

(یہ تو سر رکھنے کی جگہ ہے، اور تو یہاں پاؤں رکھ رہا ہے، تو نہیں دیکھتا ہے کہ کہاں پیر رکھ رہا ہے)

گنبد خضراء پر نظر:

جس وقت نگاہ گنبد خضراء انور سے شرف اندوز ہو تو صدق دل سے باسوز و گداز الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کی کثرت کرے، حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال کے تصور میں غرق ہو جانے کی سعی بلیغ کرے۔

☆☆☆☆☆

حاضری کی تیاری:

اسی کیف و سرور میں، اگر ضرورت ہو تو اپنی قیام گاہ پر پہونچ کر جلد سے جلد ضروریات سے فارغ ہو کر، بہتر تو یہ ہے کہ غسل کرلے اور پھر عمدہ لباس سفید پہن کر خوشبو لگا کر آستانہ اقدس کی طرف بصد خشوع و خضوع متوجہ ہو۔

☆☆☆☆☆

مسجد النبی کے دروازہ پر توقف:

مسجد پاک کے دروازہ پر حاضر ہو کر صلاۃ وسلام پڑھتے ہوئے چند لمحے توقف کرے گویا حاضری کی اجازت لینے کی درخواست کر رہا ہے پھر بسم اللہ کہکر داخلۂ مسجد کی دعا یعنی الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ پڑھ کر داہنا پاؤں بڑھا کر بکمالِ ادب داخل ہو۔

☆☆☆☆☆

بوقت حاضری کمال ادب ہو:

اس وقت جو ادب، تعظیم اور محبت واجب ہے اسے ہر سنی مسلمان کا دل جانتا ہے، آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل، اور دماغ سب کو خیال غیر سے پاک کرے۔ نہ مسجد

شریف کے طول وعرض اور بلندی کو دیکھے نہ اس کے نقش ونگار کی طرف نظر کرے نہ فرش ومصلے کا لحاظ کرے، نہ حاضرین مسجد کی طرف التفات کرے، ہاں اگر کسی کا سامنا ہوجائے تو محض سلام یا جواب سلام پر اکتفا کر کے اپنی حاضری کو مقبول بنانے میں مشغول ہو۔

در بزمِ وصال تو بہنگام تماشا نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد

(آپ کے وصال کی مجلس میں دیدار کے وقت پلکوں کی حرکت بھی نا قابل برداشت ہے زیارت کرنے والا اس امر کی بھی شکایت کرتا ہے)

☆☆☆☆☆

تحیۃ المسجد اور سجدۂ شکر:

مسجد اقدس میں پہونچ کر تحیۃ المسجد قل یا قل ھو اللہ سے پڑھے، نماز پڑھکر سجدہ شکر کرے اور دعا کرے: الٰہی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنا قبول اس عاجز گنہگار کو اپنی مہربانی سے نصیب فرما۔ آمین بحرمتک وبحرمۃ حبیبک!

☆☆☆☆☆

مواجہہ شریف میں حاضری:

اب کہ تحیۃ المسجد اور سجدہ شکر سے فارغ ہوچکے ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے ہوئے، گناہوں کی ندامت سے شرمسار اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو وکرم کے امیدوار مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار پرانوار میں جلوہ فرما ہیں زائر کی حاضری پر حضور کی نگاہ بے کس پناہ اس حاضری کی طرف ہوگی اور یہ سعادت زائر طیبہ کے لئے دارین

میں کافی ہے، الحمد للہ کہ حاضر نگاہ رحمت کے سایہ میں آ گیا۔

تو کہ کیمیا فروشی نظرے بقلب ما کن　　　　کہ بضاعتے نداریم وفگندہ ایم دامے

(اے کہ تو کیمیا فروش) مراد وہ دوا ہے جس سے معمولی دھاتیں سونا بن جاتی ہیں)
(میرے دل پر نگاہِ کرم ڈالئے، اگر چہ میرے پاس کوئی پونجی نہیں ہے، جو تھی وہ میں نے ضائع کردی)

مواجہ شریف میں کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے قبلہ کو پیٹھ کر کے، مزار انور کی طرف منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر نہایت ادب و وقار کے ساتھ ب آواز حزیں و درد آ گیں سلام عرض کرے، امام ابن حاج مکی مالکی (م ۷۳۷ھ) اپنی کتاب مدخل میں اور امام احمد قسطلانی مصری شافعی (م ۹۲۳ھ) اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں اور اسی طرح دیگر ائمہ دین فرماتے ہیں (عربی متن کا ترجمہ یہ ہے)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور وفات میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں، اور ان کی حالتوں ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا کوئی پوشیدگی نہیں''۔

فتاوی عالمگیری اور اختیار شرح مختار میں ہے **یقف کما یقف فی الصلوۃ** حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے (کتاب الحج کے اقتباسات ختم ہوئے)

☆☆☆☆☆

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قارئین کرام کے لئے کچھ مواد مہیا کر دیا جائے اس لئے کہ مادیت نے کئی حقیقتوں کو بدل دیا ہے اور امت کا ایک بڑا طبقہ غفلت اور کم علمی کے تہ بہ تہ پرتوں میں گم ہے۔

مشکاۃ شریف کے باب الصلاۃ فصل دوم اور زجاجۃ المصابیح (۱/۲۷۸) میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو بھی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں تاکہ میں اس کا جواب دوں (ابوداؤد، بیہقی، دعوات کبیر)

☆☆☆☆☆

حیاۃ النبی کے بارے میں حضرت محدث دکن کا ایک قول:

اس عاجز کے پیر و مرشد محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہ حدیث شریف میں مولانا عبدالرحمن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (مزار خطہ صالحین حیدرآباد دکن میں ہے) کے شاگرد ہیں اور آپ کی سند حدیث حضرت شاہ اسحاق محدث مہاجر مکی رحمہ اللہ علیہ تک پہونچتی ہے۔ جس وقت اس عاجز نے مذکورہ حدیث شریف اپنے پیر و مرشد کو سنائی تو آپ نے اپنے استاذ کے حوالہ سے اور استاذ محدث نے سلسلہ اساتذہ حدیث کے حوالہ سے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بعد پہلی مرتبہ جب آپ پر درود پڑھا گیا اور سلام کے جواب کے لئے روح مبارک جسم اطہر میں داخل ہوئی تو پھر نہیں

نکلی، اس کام کے لئے مقرر فرشتے دنیا کے گوشہ گوشہ سے تسلسل کے ساتھ امت کا تحفہ صلاۃ وسلام آپ کو پہونچاتے ہیں اور آپ جواب دیتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ ایک لمحہ کے لئے بھی منقطع نہیں ہوتا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن (ص ۲۸) میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ترجمہ حدیث شریف) اللہ تعالیٰ نے روئے زمین میں چند فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے جو اس غرض کے لئے سیاحت فرماتے ہیں کہ میری امت میں سلام پڑھنے والوں کے سلام میرے پاس پہونچائیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت سعید بن المسیب کا قبر اطہر سے اذان اور اقامت کا سننا:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت میں دو تاریخی واقعات بیان کئے جاتے ہیں ایک واقعہ سید التابعین، فقیہ مدینہ منورہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو ابن سعد نے اپنی طبقات کے جلد پنجم (ص ۱۰۰) پر بیان فرمایا ہے:

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا اس لئے کہ اس وقت تک اہل حرمین شریفین نے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، تین دن تک گفت وشنید ہوتی رہی، حضرات صحابہ اور

تابعین کرام اس فاسق وفاجر کے سامنے سرخم تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ نتیجتاً زبردست لڑائی شروع ہوئی۔ امام قرطبی کے بیان کے مطابق ایک ہزار سات سو مدنی قتل ہوئے جن میں سات سو حفاظ قرآن اور (۹۷) قریشی سردار تھے۔ قتل وغارت کا بازار جب گرم ہوا تو بعض حضرات نے شہر چھوڑ دیا اور بعض گھروں میں چھپ رہے تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ جماعت حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد نبوی میں پناہ لی اور فوجی مجھے دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیئے! گرد وغبار میں اوقات نماز بھی معلوم نہیں ہو رہے تھے فرماتے ہیں (آپ کے قول کا ترجمہ یہ ہے)

''جب بھی نماز کا وقت آتا تو قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا، پھر اقامت ہوتی اور اسی پر میں آگے بڑھ کر اپنی نمازیں ادا کر لیتا، مسجد میں میرے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا''۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضور کے دست مبارک کو حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے بوسہ دیا:

دوسرا واقعہ حضرت الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی قدس اللہ سرہ کا ہے۔ ۵۵۵ھ میں جب آپ مدینہ منورہ پہونچے تو روضہ اقدس میں مواجہ شریف کے روبرو عرض کیا السلام علیک یا جدی! جواب میں آواز آئی وعلیک السلام یا ولدی! اس پر حضرت رفاعی پر وجد طاری ہوا اور عرض کیا:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا　　تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت　　فامدد یمینک تحظی بھا شفتی

(جب میں دور تھا تو اپنی روح کو بھیجد یا کرتا تھا، وہ میری طرف سے نائب ہو کر آپ کی قدم بوسی کیا کرتی تھی اور اب تو میں اپنی شکل وصورت کے ساتھ در دولت پر حاضر ہو گیا ہوں اب آپ اپنا دست مبارک بڑھائیں تا کہ میرے لب اس کو چوم کر شرف اندوز ہوں)۔

یہ عرض کرنا ہی تھا کہ قبر اطہر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا اور شیخ معظم نے آگے بڑھکر دست مبارک کا بوسہ لیا۔ اس وقت تقریباً نوے ہزار زائرین کرام جمع تھے جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر قدس اللہ سرہ اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اولیاء عظام تھے (ملاحظہ ہو البنیان ترجمہ البرہان المؤید از حضرت السید احمد کبیر رفاعی ص ۲۵)۔

پچھلے چودہ سو برس کے دوران ہر صدی میں ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں جن کی حیثیت تواتر کی ہے، ایسی مبارک اور خوش تقدیر ہستیاں بھی ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے روضہ اطہر کے اندرون سے سردار دو عالم، سالار بدر وحنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے سلام کے جواب سنے اور بعض ہدایات فیض آیات سے شرف اندوز ہوئے اور ان پر عمل پیرا ہو کرامت کی اصلاح فرمائی (ملاحظہ ہو سیرت النبی بعد از وصال النبی از عبدالمجید سالک صدیقی لاہوری)۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کے والد ماجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصرت کا ایک واقعہ:

ہمارے بزرگ برادر طریقت اور خلیفۂ حضرت محدث دکن قدس سرہ حضرت سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ حیدرآباد سے حضرت کے اس مبارک سفر حرمین شریفین کی خبر پا کر کئی ارادتمند حضرات نے رفاقت سفر فرمائی جن کے پاس زادراہ کم تھا اور اس زمانے میں آج کل کی پابندیاں بھی نہ تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ جب واپسی کی تیاری شروع ہوئی تو بہت سارے احباب کے پاس واپسی کے لئے کرایہ نہ تھا۔ ہمارے حضرت کے والد ماجد حضرت حافظ مظفر حسین علیہ الرحمہ متفکر ہو گئے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک تاجر کے خواب میں تشریف لائے اور مولانا مظفر حسین صاحب کی جانب اشارہ کر کے فرمایا یہ حیدرآباد دکن کے بڑے نیک آدمی ہیں جن کے ساتھیوں کے پاس وطن واپس ہونے کے لئے خرچ نہیں ہے تم اس کا انتظام کرو، یہ تاجر حضرت کو ڈھونڈھتے ہوئے پہونچے اور واپسی کا خرچ دیا، حضرت مولانا مظفر حسین علیہ الرحمہ نے حیدرآباد واپس آ کر یہ قرضہ حسنہ واپس فرمایا۔

☆☆☆☆☆

چودھویں صدی میں تجدیدی کارنامے

مجدد کے بارے میں حدیث شریف:

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا"۔ (بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے

سرے پر ایک مجدد بھیجتا ہے جو اپنے رب کے دین کی تجدید فرمادیتا ہے) شیخ الاسلام بدر الدین ابدال رسالۃ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ میں فرماتے ہیں (ترجمہ) ''مجدد کی شناخت قرائن واحوال سے کی جائے، اور یہ دیکھا جائے کہ اس کے علم نے نیا نفع پہنچایا ہو، اور مجدد وہی ہوگا جو علوم دینیہ ظاہریہ اور علوم باطنہ کا عالم، عارف اور سنت نبویہ کا مددگار ہو اور بدعت کا قلع قمع کرنے والا ہو''۔

اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مرقات السعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں (ترجمۂ عبارت صدی کا مجدد وہ شخص ہوگا جو مشہور اور معروف ہو اور امر دین میں جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور پہلے بھی ہر صدی میں مجدد ہوئے ہیں اور مراد یہ ہے کہ مجدد گذشتہ صدی کے خاتمہ پر اپنی زندگی میں مشہور عالم اور علماء کا مشارالیہ رہ چکا ہو'' اھ

☆☆☆☆☆

مجدد کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ کی وضاحت:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ (م ١١٧٦ھ/ ١٧٦٢ء) اپنی کتاب ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' میں فرماتے ہیں، جس کا اقتباس حسب ذیل ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا ہوا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا! ہر صدی کے سرے پر ایسا مجدد ظاہر ہوتا رہا جس نے ازسرنو دین کا احیاء کیا، پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جنہوں نے بادشاہوں کے ظلم کو ختم کیا اور اچھی روایات کی بنیاد ڈالی، علم وفضل اور زہد سے آراستہ تھے، اور

آپ سے عمدہ آثار دنیا میں باقی رہے جن میں سے ایک علم حدیث کی کتابت اور احادیث کا جمع کرنا ہے اور دوسری عمدہ اثر اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لعن طعن کرنے سے روکنا ہے۔

تیسری صدی میں امام ابوالحسن اشعری (م ۳۲۴ھ/ ۹۳۶ء) ہوئے جنہوں نے اہل سنت کے لئے عقائد کے قواعد مستحکم کئے اور اہل بدعت کا مقابلہ کیا۔ چوتھی صدی ہجری میں جلیل القدر محدث حاکم صاحب مستدرک (م ۴۰۵ھ/ ۱۰۱۴ء) بیہقی صاحب سنن کبریٰ (م ۴۵۸ھ/ ۱۰۶۶ء) اور دوسرے حضرات پیدا ہوئے جنہوں نے علم حدیث کی بنیاد مضبوط کی اور دوسرے علماء نے فقہ میں فروعات کو واضح کیا، پانچویں صدی میں امام غزالی حجۃ الاسلام (م ۵۰۵ھ/ ۱۱۱۱ء) جنہوں نے فقہ، تصوف اور علم کلام کو ہم آہنگ کیا جس کی وجہ سے ان علوم کے حقائق اور معارف میں نزاع ختم ہوگیا۔ چھٹی صدی میں شیخ عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ) اور ساتویں صدی میں امام نووی (۶۴۲ھ/ ۱۲۷۷ء) نے علم فقہ اور حدیث اور امام رازی نے علم کلام کی اشاعت کی اسی طرح اس وقت تک ہر صدی کے سرے پر ایک امام اور مجدد ہوتا رہا۔ (ازالۃ الخفاء کا اقتباس ختم ہوا)

☆☆☆☆☆

فقیہ ہرات نے حضرت محدث دکن کو مجددین میں شمار کیا:

حضرۃ الاستاذ فقیہ العصر مولانا ابوالوفا افغانی علیہ الرحمہ نے اپنے شاگرد فقیہ ہرات (افغانستان) مولانا ابونصر محمد اعظم برنابادی علیہ الرحمہ کو زجاجۃ المصابیح تالیف حضرت محدث دکن قدس سرہ روانہ فرمایا کرتے تھے، زجاجۃ کی جب تیسری جلد فقیہ موصوف کے پاس پہونچی تو انہوں نے ان الفاظ میں حضرت محدث دکن کا شکریہ ادا کیا۔

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته جزاکم اللہ تعالی خیر الجزاء فقد فزت بما رجوت بعده دراسته الجزئین الاولین من وصول ثلاث نسخ من الجزء الثالث من افضالکم ۰۰۰۰ بارک اللّٰہ تعالیٰ فیکم فقلت الحمد للہ الذی انشأ رجالا یحیون رسوم الدین والصلاۃ والسلام علی من بشرنا بظھور المجددین للدین فی کل قرن وحین وعلی آله الھادین المھتدین ۰۰۰۰ الی آخر المکتوب)

(ترجمہ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے، آپ کے کمال عنایات سے (زجاجۃ) کی پہلی دوجلد کی تدریس کے بعد مجھے تیسری جلد کے تین نسخے وصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوتی رہیں اور (بے ساختہ) میری زبان سے یہ الفاظ نکل پڑے ہر قسم کی تعریف اللہ بزرگ وبرتر کو زیبا ہے جو دین کے آثار کو زندہ کرنے والے افراد کو معرض وجود میں لایا اور درود وسلام ہو اس ذات اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جس نے ہر زمانے میں ہم کو مجددین کے ظہور کی خوش خبری سے سرفراز فرمایا اور (درود وسلام ہو) آپ کی آل اطہار پر جو ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔

مذکورہ بالا عنوان کے تحت دین کے مجددین کے بارے میں یہ عاجز (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) کچھ معروضات پیش کررہا ہے۔ اس مواد کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ ہر زمانہ میں ہر ملک میں اس ملک کے احوال وظروف کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے دین مبین کی حجت پوری فرمانے کے لئے مجددین کرام کو ظاہر فرماتا رہے گا۔ یہاں چودہ سو برس کی تاریخ تجدید بیان کرنی مقصود نہیں بطور نمونہ عالم اسلامی کی چند ایسی ہستیوں کے تجدیدی کارناموں کو بیان کرنا پیشِ نظر ہے جنہوں نے اپنے اپنے ملکوں میں یہ

خدمت انجام دی ہے۔

یہ مرتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا   ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

واضح ہو کہ امت غراء محمدی کی جامعیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ رزم ہو کہ بزم ہو، فکر ہو کہ عمل ہو، حکمت ہو کہ ہدایت ہو، ظاہر ہو کہ باطن، دینی علوم ہوں کہ دنیوی، ہر میدان میں یہ ملت بیضاء (روشن ملت) اپنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھامے رہی ہے۔ اور اس کی خوش خبری زبان درفشانِ نبوی سے ہمارے ہاں موجود ہے:

کھیتی تری امت کی کیا خوب ہری نکلی

جو شاخِ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی

☆☆☆☆☆

امت کا ایک طبقہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

وعن معاویة رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یقول لایزال من امتی امة قائمة بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک۔ متفق علیہ (زجاجة المصابیح ۵/۴۰۰)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میری امت کا ایک طبقہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ہمیشہ قائم رہے گا، ان کو چھوڑنے والا، اور مخالفت کرنے والا ان کو نقصان نہیں پہونچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت آن پہونچے گی) اور وہ حق پر قائم رہیں گے۔ (بخاری اور مسلم)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکاۃ میں اس حدیث کی اس طرح شرح فرماتے ہیں کہ شریعت کے احکام جیسے کتاب اللہ کی حفاظت، علم حدیث شریف اور اس سے استنباط، جہاد فی سبیل اللہ، امت میں وعظ ونصیحت، الغرض تمام فرض کفایہ کے کام جاری رہیں گے۔ اور مسلمانوں کی شوکت بالکلیہ زائل نہ ہوگی اگر ایک علاقہ میں مسلمان کمزور ہو جائیں گے تو دوسرے علاقے میں اللہ تعالیٰ ان کو طاقتور بنادے گا جیسا کہ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

جہاں میں مردِ مؤمن صورتِ خورشید جیتے ہیں ادھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

چنانچہ اسپین میں مسلمانوں کا زوال جس سنہ میں ہوا اسی سنہ یعنی نویں صدی ہجری میں ہندوستان پر مغلیہ دور کے اقتدار کا آغاز ہوا جو انگریزوں کی آمد تک قائم رہا۔ ۱۹۴۸ء میں سلطنت آصفیہ ختم ہوئی تو ایک سال قبل ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام وجود میں آیا۔

اب اختصار کے ساتھ بیسویں صدی میں عالم اسلامی کے جن دانشوروں اور مجاہدین نے تجدیدی کام انجام دیئے ہیں ان کو بطور نمونہ بیان کرنے کی یہ عاجز عزت حاصل کرتا ہے (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) وھو الموفق للصواب (سیدھے راستہ کی توفیق حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے)۔

☆☆☆☆☆

مصر کے جامع ازھر کی بنیاد محدثین کی ایک جماعت کا اخلاص ہے:

عالم اسلامی میں مصر کے مجدد بانی "الاخوان المسلمون" شیخ حسن البناء شہید علیہ الرحمہ کے تجدیدی کارناموں کو اولاً بیان کیا جاتا ہے۔ مصر سے اس وجہ سے ابتداء کی گئی کہ اس ملک کے دارالحکومت قاہرہ میں عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی جامع ازہر ہے تقریباً ایک ہزار برس سے عالم اسلامی کے لئے علوم اسلامیہ کے حصول میں ایک سمندر کا کام کر رہی ہے۔ جامع ازہر کی بنیاد بھی محدثین کی ایک مقدس جماعت کے اخلاص پر رکھی گئی ہے۔ مصر میں ابن طولون کی حکومت کا زمانہ ہے، محدثین کی ایک جماعت مصر پہونچی اور یہاں ان کا زاد راہ ختم ہوگیا۔ انہوں نے قاہرہ کے گوشہ میں ایک دورافتادہ مسجد میں جس کو مقبرہ کی مسجد کہا جاتا تھا قیام کیا۔ تین دن کا فاقہ گذر چکا تھا، مشورہ کیا کہ ہم کو اب مانگنا جائز ہے تو یہ طے کیا کہ جماعت میں سے ایک شخص بازار جا کر کچھ مانگ لائے تاکہ قوت لایموت حاصل ہو جائے، چنانچہ ایک محدث کے نام قرعہ نکلا اور وہ بازار کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک مسجد پر سے گذرے یہ سوچا کہ مانگنا طے ہوا ہے تو کیوں نہ میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے رب سے مانگ لوں؟ چنانچہ مسجد میں داخل ہوئے تازہ وضو کیا اور دو رکعت صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے مولیٰ سے دست بدعاء ہوئے دیر تک آہ زاری کرتے رہے۔ ان کو ایسا القاء ہوا کہ ان کی دعاء قبول ہوچکی ہے۔ اس لئے بازار جانے کی بجائے الٹے پاؤں مقبرہ کی مسجد واپس ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ ابن طولون کا وزیر حاضر ہے اور ان محدثین کی خدمت میں ابن طولون کا ایک پیغام پہونچا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ ناشتہ کھا کر کے دن کے گیارہ بجے لیٹا ہوا ہے، نیم خوابی کا عالم ہے۔ ایک سوار اس

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حالت میں پہونچا اور یوں کہہ رہا ہے کہ ’’مقبرہ کی مسجد میں محدثین کی ایک جماعت مقیم ہے، ہلاکت سے پہلے ان کی خبر لے‘‘ بادشاہ بیدار ہوا تو اس اشارہ پر دھیان نہ دیا اور پھر سو رہا۔ کچھ دیر بعد وہی سوار خواب میں پہونچا اور وہی الفاظ دہرایا، بادشاہ نے خیال کیا کہ میرا پرانا خیال مجھ پر طاری ہے اور یہ سوچ کر پھر سو گیا۔ تیسری بار وہی سوار خواب میں آ دھمکا اور اپنے انہی الفاظ کو دہرایا کہ ’’مقبرہ کی مسجد میں محدثین کی ایک جماعت ہلاکت سے قریب ہے ان کی خبر لے‘‘ اور اپنے نیزہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک ضرب لگائی اور خون بہنے لگا۔ بادشاہ بیدار ہوا اور اپنے وزیر کو بلا بھیجا اور یہ واقعہ سنا کر وزیر کو مقبرہ کی مسجد کی جانب روانہ کیا۔ وزیر ان حضرات کے حالات دریافت کرنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں پہونچا اور تمام ماجرا بیان کر دیا۔ بادشاہ نے کھانا، غلہ اور کچھ رقم محدثین کے پاس روانہ کی اور وزیر کو حکم دیا کہ کل دربار بلایا جائے اور بھرے دربار میں محدثین کی اس مقدس جماعت کا استقبال ہو۔ وزیر کھانا غلہ اور بڑی رقم لے کر ان حضرات کی خدمت میں پہونچا اور ان چیزوں کو پیش کر کے دوسرے دن بھرے دربار میں ان کے تشریف لانے کی درخواست کر کے واپس ہو گیا۔ وزیر تو واپس ہو گیا لیکن ان محدثین کرام نے مشورہ کیا کہ ہمارا راز فاش ہو گیا معلوم نہیں ہماری تعظیم کس نوبت کو پہونچے؟ تو ہم مغرب کا انتظار کریں، یہاں سے کوچ کریں، اور قرب ترین سرحد پار کر کے مصر کے حدود سے نکل کر دوسرے ملک میں داخل ہو جائیں۔

محدثین نے نماز مغرب ادا کی اور مقبرہ کی مسجد کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن جب وزیر وہاں پہونچا تو دیکھا کہ محدثین کی جماعت غائب ہے، فوراً تیز گھوڑے سواروں کو چاروں طرف روانہ کیا گیا مگر ساری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور تمام سوار نامراد واپس آئے۔

بادشاہ نے بھرے دربار میں کہا کہ میں نے ایک عظیم دارالحدیث کے قیام کی رائے قائم کرلی تھی اب میں مایوسی کا شکار ہوں۔ حاضر علماء نے کہا کہ بادشاہ کا فیصلہ قابل قدر ہے۔ اور ایک دارالعلوم قائم کردینا چاہئے، چنانچہ ایک بڑی رقم سے ازہر نامی مسجد میں اس جامعہ کی بنیاد رکھی گئی جس کا باعث محدثین کی وہ گم نام مقدس جماعت ہے اور یہ جامعہ ایک ہزار برس سے عالم اسلامی کی دینی اور علمی پیاس بجھا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

مصر کے عظیم قائد شیخ حسن البناء شہید کا تجدیدی کارنامہ:

اسی شہر قاہرہ میں مصر کے عظیم قائد شیخ حسن البناء شہید نے ایک ایسا تجدیدی کارنامہ انجام دیا جس نے تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد مصر یورپ کے چنگل میں تھا۔ نئی نسل کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ اسلام ایک بے مایہ مذہب ہے۔ صدیوں پیشتر اس نے عربوں کو ایک مستحکم معاشرہ دیا لیکن اب بیسویں صدی میں عصر حاضر کی قیادت اور تنظیم اس کے بس کا روگ نہیں شاعر النیل حافظ ابراہیم جیسے نامور شاعر نے ۱۹۰۶ء میں مصر میں امریکن گرلز کالج کی تقریب میں اپنی نظم میں ایک شعر پیش کیا تھا:

لیتنا نقتدی بکم او نجاریکم   عسی نسترد ما کان ضاعا

(کاش ایک اہلِ مغرب ہم تمہاری پیروی کرتے یا تمہاری ہمنوائی کرتے اس طرح شاید ہم اپنی گم شدہ عزت کو بحال کر لیتے)۔

الغرض مادی ترقی کی یلغار نے مصریوں کے دل و دماغ کو مسحور کر لیا تھا۔ ہر جگہ شراب خانے کھل گئے، بڑے بڑے شہروں میں لائسنس یافتہ قحبہ گری کا آغاز ہو گیا۔ شخصی

آزادی کے نام پر کھلم کھلا برائیاں عام ہوگئیں۔

ان حالت میں حسن البناء نامی ایک ۲۲ سالہ نوجوان ایک نیا عزم لے کر اٹھا۔ ۱۹۲۸ء میں الاخوان المسلمون کی بنیاد رکھی اور ۲۰ سال کے اندر ایک ایسی تحریک ملک کے اندر کھڑی کردی جس نے مصر میں ایک ذہنی اور فکری انقلاب برپا کردیا۔ وہ قوم جو مغربی جاہلیت کے نرغے میں جاچکی تھی اسے دوبارہ اسلام کی طرف موڑ دیا اب مصریوں کا یہ نعرہ تھا اللّٰہ غایتنا (اللہ کی خوشنودی ہمارا اصلی مدعا ہے) الرسول زعیمنا (رسول ہمارے قائد ہیں) القرآن دستورنا (قرآن ہمارا دستور ہے) الجھاد سبیلنا (جہاد ہمارا راستہ ہے) الموت فی سبیل اللہ اسمی امانینا (اللہ کی راہ میں جان دینا ہماری بلند ترین آرزو ہے)

اس ایمانی فراست سے بھرپور تحریک کا یہ نتیجہ نکلا کہ مصر کے اندر الاخوان کے مخلص کارکنوں کی تعداد ۵ لاکھ تک پہونچ گئی اس کی شاخیں مصر میں دو ہزار اور سوڈان میں ۵۰ ہوگئیں اور دوسرے عرب ملکوں میں بھی اس کی ان گنت شاخیں قائم ہوگئیں۔ اس عظیم قائد کو شہید کرنے کے لئے انگریز، یہودی اور مصر کی کٹھ پتلی حکومت اور خود شاہ فاروق نے مل کر سازش تیار کی اور ۴۳ سالہ مجاہد اور مجدد کو ۱۹۴۹ء میں قاہرہ کی سب سے بڑی سڑک پر شہید کردیا گیا (ملاحظہ ہو حسن البناء شہید کی ڈائری از خلیل احمد حامدی)۔

سرکشتہ نیزہ ہمی زد نفس ۔۔۔ کہ معراج مرداں ہمین است وبس

(شہید کا سر نیزہ پر پکار رہا ہے کہ مردان خدا کی معراج تو یہی ہے)

کشتگان خنجر تسلیم را ۔۔۔ ہر زمان از غیب جانے دیگر است

(خنجر تسلیم کے شہیدوں کو غیب سے ہر زمانہ میں ایک اور جان ملتی ہے)

سنوسی تحریک کے تجدیدی کارنامے:

سنوسی تحریک کے بانی سید محمد بن علی السنوسی الجزائر کے شہر مستغانم میں ۱۷۸۷ء میں پیدا ہوئے اور مراکش کی مشہور یونیورسٹی جامعۃ القرویین میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کی، مکہ معظّمہ میں حج کے دوران مراکش کے شہرہ آفاق شیخ طریقت سید احمد بن ادریس الفاسی سے ملاقات ہوئی جو سلسلۂ خضرویہ کے ایک عظیم پیر طریقت تھے۔ شیخ سنوسی نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی اور دونوں یمن پہونچے اور جب شیخ الفاسی کا انتقال ہوا تو شیخ السنوسی مکہ معظّمہ واپس ہوئے اور یہاں سے واپس ہو کر لیبیا کے شہر بیضاء کے قریب ۱۸۴۲ء میں اپنی پہلی خانقاہ قائم کی جس کو افریقہ میں زاویہ کہا جاتا ہے۔ سنوسی تحریک کا مقصد خالص کتاب وسنت کی اساس پر عالم اسلامی کا مکمل دینی احیاء تھا۔ جب ان کے وطن الجزائر پر فرانسیسی قابض ہو گئے، تو انھوں نے اپنی تحریک کا مرکز صحراء کے ایک دور افتادہ علاقے جغبوب میں جو ایک ویران نخلستان تھا ۱۸۵۳ء میں منتقل کر لیا یہاں انہوں نے ایک بڑا زاویہ یعنی خانقاہ قائم کر لی اور اپنے مضبوط کردار اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب فرمان ''اپنے گردو پیش کے لوگوں میں امن وامان قائم کرو'' مقامی قبائل کے مابین اتحاد پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ شیخ سنوسی کو زبردست کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب زویا قبیلہ کی استدعاء پر مقام کفرہ میں اپنی خانقاہ قائم کی۔ یہ قبیلہ سیرینیکا اور جھیل شاد کے بیس ہزار مربع میل کے رقبہ پر نخلستانوں میں آباد تھا۔ اس کی وجہ سے ہزاروں قبائلی جو صدیوں سے برائے نام مسلمان تھے ان میں ایک زبردست روحانی انقلاب آ گیا اور ان کی زندگیوں کا رخ بدل گیا اس کے علاوہ افریقہ کے منطقہ حارہ کے بیشمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

سید محمد بن علی السنوسی کا ۱۸۵۹ء میں انتقال ہوا تو آپ کے بڑے صاحبزادے سید المہدی آپ کے جانشین ہوئے اور آپ کی قیادت میں سنوسی تحریک اپنے عروج پر پہونچ گئی۔ جغبوب درحقیقت ایک یونیورسٹی شہر (University Town) تھا جس کے گرد پاک صاف اور سیدھی سادھی جماعت کی زندگی مرتکز تھی۔ کالج کے اساتذہ صف اول کے علماء اور فضلاء تھے، اساتذہ عمامہ باندھتے، سفید ریش، سبز یا نیلے رنگوں کی عباء زیب تن کرتے۔ طلبہ کے لئے تحصیل علم کے علاوہ تربیت کا پورا پورا اہتمام تھا۔ طلبہ کو صنعت وحرفت بھی سکھائی جاتی تھی اور جمعہ کا دن فوجی تربیت اور جنگی مشقوں کے لئے وقف تھا۔ شیخ مہدی سنوسی اس طرح موجودہ لیبیا سے لیکر مغربی مصر اور شمال مغربی سوڈان پر حاکم تھے۔ لاکھوں نومسلم اسلام کے سایۂ رحمت میں داخل ہورہے تھے۔ سنوسی حضرات جب کبھی حج کرنے جاتے تو زائرین کرام تک احیاء اسلام کی دعوت پہونچاتے جس کے نتیجہ میں یہ تحریک ملایا، انڈونیشیا اور فلپائن جیسے دور افتادہ ملکوں میں بھی معروف ہوگئی۔

۱۹۰۲ء میں شیخ مہدی سنوسی کا انتقال ہوا اور تحریک کی قیادت ان کے عم زاد بھائی سید احمد الشریف نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور ادھر اٹلی نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کردیا، طرابلس اور بنغازی پر قبضہ کرنے کے لئے اپنی فوجیں روانہ کردیں۔ ترکی کے وزیر جنگ انور پاشا اور سید احمد الشریف اپنے جنگجو قبائل کو لے کر اٹلی کی طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگئے اور اس تعاون کے نتیجہ میں اطالویوں کی یلغار ناکام ہوگئی۔ لیکن فرانس نے جب یہ محسوس کیا کہ سنوسی تحریک سے ان کے استعماری مفادات متاثر ہورہے ہیں تو اس نے اس علاقے میں وسیع پیمانہ پر فوجی کاروئی شروع کردی اور انتہائی جان توڑ جدوجہد کے بعد

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

سنوسیوں کو ۱۹۱۹ء میں شکست ہوگئی اور فرانس کی افرادی طاقت، غیر محدود ذرائع، جدید ترین ہتھیار اور سامانِ جنگ کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ان حضرات کے ہاتھوں سے نکل گیا سنہ ۱۹۱۷ء میں سید احمد الشریف نے قیادت سید محمد الادریس کے سپرد کرتے ہوئے ترکی حکومت سے مؤثر امداد حاصل کرنے کے لئے آبدوز سے استنبول پہونچے لیکن ترکی حکومت کو بلاوجہ یہ بدگمانی پیدا ہوگئی کہ کہیں سید احمد الشریف عالم اسلامی کے خلیفہ بن جانے کا اعلان نہ کردیں انکو واپس ہونے نہ دیا اور ۱۹۱۸ میں عثمانیوں کو جب شکست ہوگئی تو سید احمد الشریف نے اناطولیہ کا میدان طے کرتے ہوئے مصطفی کمال اتاترک سے جاملے اور ترکی کو بربادی سے بچانے کی خاطر جد وجہد میں شریک ہوگئے۔ سید احمد الشریف سنوسی نے اس جد وجہد میں اپنے زبردست روحانی اور اخلاقی اثر کو لگا دیا اور جب کمال اتاترک کو کامیابی ہوگئی تو اس نے دین کی روحانی طاقت سے قطع تعلق کرلیا۔ عربی رسم الخط کو بدل دیا اذان اور نماز کو تک ترکی زبان میں منتقل کردی اور خلافت کو ختم کرکے خلافت عثمانیہ کو لادینی جمہوریت میں بدل دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ اپنے اس تاریخ ساز شعر میں یہی للکار رہے ہیں:

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی عبا　　　سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

مایوسی کے عالم میں سید احمد الشریف سنوسی ۱۹۲۳ء میں دمشق روانہ ہوگئے اور پتہ چلا کہ فرانسیسی حکومت ان کی گرفتاری کی دھن میں ہے تو یہ فوراً صحرائی راستہ سے مرکز اسلام میں داخل ہوکر مکہ معظّمہ پہونچ گئے جہاں ابن سعود نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

اور یہ عظیم مجدد اور مجاہد اور سنوسی تحریک کے قائد نے ۱۹۳۳ء میں اپنے نانا جان کی آغوش میں مدینہ منورہ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی اور اس طرح ایک تجدیدی

تحریک کا خاتمہ ہوگیا (ملاحظہ ہو Sanusia: The study of a Revivalist Movement in Islam by N.A Ziadeh & The Road to Mecca By Mohammaed Asad) قارئین کرام اور فرزندان اسلام کی خدمت میں اس عاجز راقم (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) یہ شعر پیش ہے:

ہم سے کتنے ہی تری راہ میں برباد ہوئے
تو سلامت رہے کوچہ ترا آباد رہے

پچھلے صفحات میں اس عاجز نے (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) مصر کے شیخ حسن البناء شہید اور سنوسی تحریک کے تجدیدی کارناموں کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ افریقہ کے متعدد ملکوں میں متعدد مجاہدین نے اپنے علاقوں میں طاغوتی طاقتوں کا قلع قمع کیا ہے جیسے شیخ عثمان مغربی القادری (م ۱۸۱۷ء) نے شمالی نائجیریا میں حضرت غوث اعظمؒ کے اشارہ پر، شیخ شامل داغستانی الغازی النقشبندی (م ۱۸۳۲ء) نے کاوکیسیا (روس) میں شیخ اویس البروانی القادری (م ۱۹۰۹ء) اور سید محمد عبداللہ الصومالی الشاذلی المجاہد نے صومالیہ میں، اور شیخ عبدالقادر الجزائری المجاہد (م ۱۸۸۳ء) نے الجزائر میں انگریز، اطالوی اور فرانسیسی حکومتوں کے تسلط سے اپنے ملکوں کو آزاد کروایا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں مجاہدین افغانستان نے روس کی عظیم یلغار کو تیرہ برس کی مدت میں جہاد کر کے اپنے ملک سے روس کو نکال باہر کیا اور اولین صدر جمہوریہ اسلامیہ افغانستان شیخ صبغۃ اللہ مجددی نقشبندی مدظلہ قرار پائے اور شاعر اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی — یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

بندۂ صحرائی عرب ہیں اور مردِ کہستانی افغان ہیں۔ مذکورہ فقرہ میں جن مجاہدین کرام کا ذکر کیا گیا ان میں یہ وصف پایا گیا کہ وہ کسی نہ کسی شیخ طریقت سے کسی نہ کسی سلسلہ میں بیعت ہیں۔ٹورنٹو کے امریکن نومسلم بھائی جناب عبداللہ حکیم کو یک کی بات یاد آئی کہ مسلمان کی باطنی قوت کا انحصار تصوف پر ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کا عنوان Interaction Between Shariah and Tasawwuf رکھا ہے۔

جو اصحاب تصوف کو غیر اسلامی سمجھتے ہیں ہوش میں آئیں۔

(The Reliance of the Travellerr P.1075)

☆☆☆☆☆

ہندوستان میں تجدیدی کارنامے:

پچھلی صدی میں مختلف اسلامی ملکوں میں تجدیدی کارناموں کا بیان آپ نے پڑھا۔مناسب ہوگا کہ ہندوستان میں ان تجدیدی کارناموں کا بھی کچھ تذکرہ ہوجائے۔سب سے پہلے مولانا الیاس کاندھلوی ثم دہلوی کی تبلیغی جماعت کا جائزہ لیا جائے۔اس صدی کے آغاز میں یہ کام شروع ہوا اور ابتداء میں یہ نماز، روزہ کی حد تک محدود تھی مگر بعد میں بے تربیت افراد کے ہاتھوں جس نوبت پر پہونچ گیا ہے اس عاجز کی زبان سے نہیں بلکہ مولانا الیاس کے برادر نسبتی مولوی احتشام الحسن صاحب سے سنیئے جو ان کے خلیفہ اول اور معتمد خصوصی ہیں اور جنہوں نے عمر کا طویل حصہ تبلیغی جماعت کی قیادت اور رفاقت میں گذارا ہے، نجدی حکومت کے ساتھ اس جماعت کے معاہدہ کا سارا مرحلہ آپ ہی کا انجام دیا ہوا ہے اور اب آپ نے دہلی کو چھوڑ کر کاندھلہ میں مستقل قیام کرلیا ہے۔ اپنی کتاب ''اصول دعوت وتبلیغ'' کے آخری

ٹائٹل پیج پر اور اپنی دوسری کتاب ''زندگی کی صراط مستقیم'' کے اخیر میں ''ضروری انتباہ'' کے عنوان سے فرماتے ہیں:

''میری عقل وفہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا الیاس کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف ''بدعت حسنہ'' کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جارہا ہے۔ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ میرا مقصد اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے''۔

جناب مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی دہلوی جنہوں نے مولانا الیاس اور مولانا محمد یوسف کے ساتھ ایک عرصہ دراز تک تبلیغی جماعت میں کام کیا ہے لکھتے ہیں ''خیال کیجئے جو تحریک علماء اور عوام میں ربط پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی تھی وہی تحریک آج علماء و مدارس سے بعد اور دوری کا سبب بنتی جارہی ہے۔ کچھ عجیب سی بات ہے جو تبلیغی جماعت سے جتنا قریب ہوتا ہے وہ اتنا دوسرے علماء سے بعید اور گستاخ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟

اور جس نے دو چار چلے دے دیئے تو پھر اس کی ترقی درجات کے کیا کہنے؟ پھر تو وہ علماء کی بھی کوئی حقیقت اپنے سامنے نہیں سمجھتا''۔ (اصول دعوت وتبلیغ ص ۵۰)۔ بہر حال ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم کے بعد ملک بھر میں مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے خون کی ندیاں بہادی گئیں، مگر ان جماعتوں کی نقل وحرکت سے مسلمانوں میں خود اعتمادی بحال ہوئی۔

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ نظامی اور انسداد ارتداد:

اسی طرح اس صدی کے تیسرے دہے کہ دوران شردھانند نے مسلمانوں کو آریہ بنانے یعنی مرتد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ تنہا خواجہ حسن نظامی علیہ الرحمہ اس شُدھی تحریک کے خلاف کھڑے ہو گئے اور لاکھوں مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا۔ گاندھی جی نے اپنے ہاتھ سے اردو میں خط لکھا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا دل بدل لیں، خواجہ صاحب نے جواب لکھا:

''میں جیسا تھا ویسا ہی ہوں، اگر اسلام کی خدمت کرنا اور ارتداد کے حملہ سے مسلمانوں کو بچانا تعصب ہے تو میرا یہ تعصب پیدائشی ہے۔ اگر خدانخواستہ اس سے محروم ہو جاؤں تو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور ایمان کی نعمت مجھ سے چھین لی ہے''۔

خواجہ حسن نظامی خود حملہ نہیں کرتے تھے مسلمانوں کو سمجھاتے تھے کہ اسلام مت چھوڑو آریوں سے نہیں الجھتے۔ مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے خواجہ صاحب نے کروڑوں کی تعداد میں ہینڈ بل، پوسٹر اور پمفلٹ شائع کئے۔ کاٹھیاواڑ میں ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کا نام وزیریہ تھا۔ والی ریاست نو مسلم راجپوت تھے جو ٹھاکر صاحب کہلاتے تھے وہ اور ان کے پانچ چھ لاکھ ہم قوم آریہ ہونے پر تل گئے خواجہ صاحب فوراً پہونچ گئے اور ان سے فرمایا کہ ہمارے علاقے کے مسلم راجپوتوں نے تو آریوں کو یہ جواب دے کر ان کو مایوس کر دیا کہ ''مسلمانوں کی تلوار سے بنیے نہیں ڈرے چمار چوہڑے نہیں ڈرے مگر بہادر راجپوت ڈر گئے؟ اور تلوار کی ڈر سے مسلمان ہو گئے؟ یہ ہمارے باپ دادا کی توہین ہے ہم تو بہادر ہیں اور ہم نے بہادروں کا دین قبول کیا ہے''۔

دوسرا واقعہ متھرا کے اطراف واکناف کا ہے، علماء نامدار ملکانہ کے راجپوتوں کو اسلام کی حقانیت کے دلائل دیتے دیتے تھک گئے تو خواجہ صاحب نے ان سے ایک فقرہ کہا، مجھے بتاؤ کہ کونسا دین سچا ہے؟ پکی نشانی والا یا کچی نشانی والا؟ دیہاتی مسلمان بولے۔ جی سچو وہ جس کی نشانی پکی! تو خواجہ صاحب نے فرمایا سن لو! ہندومت کی نشانی چوٹی ہے اور اسلام کی نشانی ختنہ! چوٹی ہر آن کٹ سکتی ہے، ختنہ مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ دیہاتی اس دلیل کو مان گئے اور اسلام پر قائم رہے۔

اس طرح خواجہ صاحب نے انسداد ارتداد کی گاڑی تنہا ایسی مستعدی سے اور ایسی ہوشیاری سے چلائی کہ ''شدھی'' کی گاڑی ہار مان گئی اور شردھانند حضرت خواجہ صاحب کے مقابلہ میں ایک جگہ بھی کامیابی حاصل نہ کرسکا، **جزاہ اللّٰہ عنا وعن الاسلام خیر الجزاء۔**

چنانچہ حضرت اکبر الہ آبادی نے خواجہ صاحب کے بارے میں لکھا:

حسن نظامی کو میں نے دیکھا، شریف خصلت فقیر صورت
عمل ہے اپنے ہی عنصروں میں، اگرچہ دہلی کی ہے ذہانت

گاندھی جی اور مسلمان کانگریسی لیڈروں نے خواجہ صاحب کو خوب سمجھایا مگر خواجہ صاحب کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ میں نے حملہ نہیں کیا ہے، میں مدافعت کر رہا ہوں، کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ شردھانند مسلمانوں کو آریہ بناتا رہے اور میں ٹک ٹک بیٹھا دیکھا کروں۔ آپ شردھانند سے کہئے کہ خیال خام سے باز آجائے اس کے باز آنے کے بعد میرا کام خود بخود ہو جائے گا (ملاحظہ ہو سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی از ملا واحدی)

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن ایک عظیم المرتبت مجدد:

جب بد مذہبی کی وبا عام ہوکر ادھر ادھر پھیلنے لگتی ہے، امت مسلمہ اسلام کی حقیقی راہوں سے ہٹ کر دوسری غلط راہوں پر چل پڑتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سستی پیدا ہونے لگتی ہے بندوں کے حقوق پامال ہونے لگتے ہیں، طریقہ رسول اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے آثار اور نقوش مٹنے لگتے ہیں، ایسے وقت ضرورت ہوتی ہے کہ پرستار حق پیدا ہو اور احیائے سنت اور تجدید ملت کا پرچم لے کر کائنات پر چھا جائے۔ گم گشگان راہ حقیقت کو ان کی صحیح راہ بتادے اور ایمان ویقین کے مٹتے ہوئے آثار ونقوش کو اپنے تجدیدی کارناموں سے اجاگر فرمادے۔ پچھلے اوراق میں مجدد کے عنوان پر صدر میں ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی بشارت پر حدیث شریف سنائی گئی۔ حضرت محدث دکن قدس سرہ کی تبحر علمی، مہارت علوم اسلامیہ، مستحبات سنن' واجبات اور فرائض کی پابندی، دنیا سے بے رغبتی، عالی ہمتی، مسلمانوں کی یاوری، وراثت نبوی، شریعت اور طریقت کی جامعیت، تقریر اور تحریر سے امتِ مسلمہ کی خدمت، اور خصوصاً فن حدیث میں زجاجۃ المصابیح جیسی ضخیم کتاب کی تالیف جس نے ہند، سندھ، افغانستان، عراق وحجاز اور انگلستان کے علماء سے عقیدت کے کلمات نذر حاصل کئے جن کو قارئین کرام نے سنا ہے ان سارے مناقب اور فضائل کی روشنی میں کیا یہ عرض کرنا غلط ہے کہ حضرت محدث دکن حقیقت میں اور دیگر مجددین کے دوش بدوش اپنے صدی کے ایک عظیم المرتبت مجدد ہیں۔ یقینا آپ مجدد ہیں ۱۲۹۲ھ میں سادات حسینی کے مقدس گھرانے میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانہ کے علماء سے استفادہ کے بعد پروان چڑھے اور علوم نبوت کے سرتاج ہوکر منصبِ ولایت اور طریقت کو

عزت بخشی اور چودھویں صدی میں اپنی تصانیف سے علوم کے دریا بہادیئے یہاں تک کہ عرب اور عجم نے سر عقیدت جھکا دیا۔تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ عاجز اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) حضرت مخدوم مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ اور والد ماجد علیہ الرحمہ کی منقبت میں جو اشعار شجرۂ منظومہ میں لکھے ہیں عرض کرتا ہے کیوں کہ وہ اشعار اس عاجز کے پیرومرشد پر بھی صد فی صد منطبق ہوتے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے:

حضرت محدث دکن کی منقبت میں چند اشعار:

وہ عبداللہ شہ قطب عالی گہر — مجدد تھے از قرن رابع عشر

ہوا ان سے روشن طریقِ صفا — ہوئی ان سے آباد راہ رضا

بنے ان کی صحبت سے صدہا ولی — میرے پیر ومرشد وہی ہیں وہی

کرم ہے خدا کا کہ مرشد ملا — وہ مرشد بھی ایسا کہ صل علا

وہ حسن مجسم وہ شمس کمال — وہ بستانِ حیدر کا ہے نونہال

وہ باغِ مجدد کا شیریں ثمر — لطافت میں بہ از نسیم سحر

وہ گلزار عرفاں کا سرو بلند — زمانہ میں اپنے وہی ارجمند

بہ ظاہر شریعت سے آراستہ — بہ باطن طریقت سے پیراستہ

رضائے خدا کے طلب گار تھے — وہ دل سے نبی کے پرستار تھے

زسر تا قدم غرقِ دریائے نور — ہمہ وقت در ذکر وفکر وحضور

حضرت محدث دکن کی تجدیدی حیثیث پر ہندوستان کے نامور علماء نے اپنی مہر توثیق ثبت کی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں مدیر الفرقان (لکھنو) مولانا منظور نعمانی حیدرآباد تشریف

لائے تو ملاقات فرمائی اور زجاجۃ المصابیح کی تالیف کی قدردانی کا اظہار فرماتے ہوئے یوں فرمایا: ''حضرت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قصر میں ایک اینٹ رہ گئی تھی الحمد للہ! آپ نے وہ رکھ دی ہے'' یعنی زجاجہ کی تصنیف سے حدیث شریف کا یہ قصر مکمل ہوا، حضرت محدث دکن نے مولانا منظور نعمانی سے زجاجہ کے بارے میں یہ سنا تو آنسو سے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول فرمالیں'' مولانا منظور نعمانی نے جب یہ سنا کہ یہ عاجز (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) زجاجہ کی طباعت میں حضرت محدث دکن کا خادم ہے تو اس عاجز سے فرمایا ''اس کام کو سلوک سمجھ کر کرو'' اس عاجز نے یہ بات حضرت پیرومرشد کو بتائی تو فرمایا: ''الحمد للہ''۔

اسی طرح مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق لکھنو نے لکھا ہے ''ایک ہزار برس حنفیوں کے ذمہ جو قرض تھا اس قرض کو اس حیدرآبادی فاضل نے ان سے سبکدوش کیا ہے''۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

زجاجۃ المصابیح کا دوسرا ایڈیشن:

زجاجۃ المصابیح کے استناد اور اس کی عالمگیر افادیت کے پیش نظر حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جانشین خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس اللہ سرہ کی تحریک پر کوئٹہ (پاکستان) کے ایک تاجر نے پہلے ایڈیشن کا زیراکس لے کر عمدہ زرد کاغذ پر اعلی معیار اور شایان شان تجلید کے ساتھ دوسرا ایڈیشن شائع کر دیا اور پہلی اشاعت کے نایاب ہونے سے پہلے پھر یہ مبارک تالیف شائقین کے ہاتھوں میں پہونچ گئی۔ جزاھم اللہ عنا عن الاحناف خیر الجزاء واحسنہ۔ ☆☆☆

حضرت مہدی علیہ السلام اور زجاجۃ المصابیح:

مرادآباد (یوپی۔انڈیا) کے ایک عظیم قائد جناب افتخار فریدی صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت محدث دکن قدس سرہ کی تالیف جلیل زجاجۃ المصابیح کی افادیت اس زمانہ میں عام ہوگی جب کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔اس لئے کہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنے کشف سے فروعات میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اختیار فرمائیں گے۔

حضرت محدث دکن کے اس تجدیدی کارنامے اور مسجد علی آقا حسینی علم (حیدرآباد دکن) جو مسجد کے ساتھ ساتھ ایک خانقاہ بھی ہوگئی تھی جہاں تلاوت کلام پاک اور ذکر الٰہی کی محفلیں، اور حدیث شریف کے مبارک کام کی مجلسیں سرگرم ہوا کرتی تھیں۔اس کے بارے میں ایک قصیدہ معمولی تبدیلی کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے، اس قصیدہ کو مولانا محمد حسنی لکھنوی علیہ الرحمہ نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی شان میں لکھا تھا اور جس کا عنوان ''ایک مرد باخدا'' (ملاحظہ ہو احوال العارفین از حافظ غلام فرید) یہ قصیدہ پیرومرشد حضرت محدث دکن پر من وعن صادق آتا ہے:

ایک مسجد ہے ''علی آقا'' شہر حیدرآباد میں ۔۔۔ اور قدیمی پل اس سے ذرا سا دور ہے
حوض ہے مسجد کے کنارے مسجد کے سایہ تلے ۔۔۔ ذاکروں کے ایک جہاں سے یہ جگہ آباد ہے
اس جہاں میں اللہ اللہ کرنے والے ہیں بسا ۔۔۔ اس جہاں کا ذرہ ذرہ ذکر سے معمور ہے
ایک مرد باخدا اللہ والوں کا امام ۔۔۔ جو خدا کے خلق کی اصلاح پر مامور ہے
شاہ عبداللہ عالی مرتبت والا ہمم ۔۔۔ جن کی ہستی مسند آرائے جہان نور ہے

جن کی صحبت سے یقین ہوتا ہے دل میں موجزن | زہد و تقوی جن کا عالم میں بہت مشہور ہے
ان کی مجلس میں جو بیٹھا تو ملا دل کو سکون | ان کی صحبت میں رہا جو، وہ بہت مسرور ہے
ان کی خدمت میں چلو تم ان کی صحبت میں رہو | گر تمہیں اصلاح باطن اپنی کچھ منظور ہے
مت کرو ضائع خدا را قیمتی لمحات کو | بجھ نہ جائے وہ کسی دم جو چراغ نور ہے
صبر و ہمت اور توکل، فکر و ایثار و غنا | راہ حق پر چلنے والوں کا یہی دستور ہے
راہ حق پر چلنے والے تیز کر اپنے قدم | شام تو ہونے لگی منزل ابھی کچھ دور ہے
تو جہان رنگ و بو کی ظلمتوں کا ہے شکار | اس جہاں کی فکر کر تو جو سراپا نور ہے
ہر دم و لحظہ تجھے اب فکر عقبی چاہئے | جس پہ تکیہ ہے ترا، وہ زندگی کافور ہے
کر عطا تو یا الٰہی دیدۂ عبرت نگاہ | رونقِ بزمِ جہاں سے چشم و دل مسحور ہے
خیر کر یا رب بڑی ہے گردش لیل و نہار | تیرا بندہ بے سہارا، بے بس و مجبور ہے

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اسلام کے تین دور:

اسلام پر تقریباً چودہ سو برس میں دو دور گزر چکے ہیں اور ایک طویل عرصہ سے وہ تیسرے دور سے گذر رہا ہے۔ پہلا دور کمال عروج اسلام کا تھا جو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی **"خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"** کے مطابق دور صحابہ، دور تابعین اور دور تبع تابعین ہے جس کو بہترین زمانہ فرمایا گیا۔ اس کے بعد دوسرا دور شروع ہو گیا جس میں مسلمانوں کا عروج اور زوال دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ یہ دور بھی الحمد للہ صدیوں تک چلتا رہا۔ اسلام دنیا میں پھیلتا بھی رہا اور مسلمان آپس میں لڑتا بھی رہا۔

اوراس سارے دور میں بداعتقادی پھولتی پھلتی رہی۔ یہ تیسرا دور جو مسلمانوں کے مستقل زوال کا دور ہے صدیوں سے چل رہا ہے۔اور ہم سب اسی دور سے گذر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ:

پچھلی امتوں میں بھی بننے اور بگڑنے کا مدار ہمیشہ ان کے عقائد کے بننے اور بگڑنے پر رہا ہے اور اب بھی نہ صرف مسلمان بلکہ ہر انسان کا بننا بگڑنا اس کی خوش اعتقادی اور بد اعتقادی پر موقوف ہے۔ یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں، رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور آپ کی پیشانی میں نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ودیعت فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کو ایسی عظمت ملی کہ رب العالمین کا فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔

اس حقیقت کو علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ (۱/ ۶۳) میں کس خوبی سے ادا فرمایا ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

لو ابصر الشیطان طلعة نوره

فی وجه آدم کان اول من سجد

(اگر شیطان نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چمک کو حضرت آدم علیہ السلام کے چہرہ انور میں دیکھ لیتا تو سجدہ کرنے والوں میں پہلا ہوتا)

اسی کو ایک فارسی شاعر ربانی نے ذیل کے شعر میں اس طرح ادا فرمایا ہے:

کے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی سجود　　نور تو در وے نہ بودے گر ودیعت اے ہدیٰ

(اے سراپا ہدایت! اگر آپ کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت نہ رکھا جاتا تو فرشتے آدم خاکی کو کب سجدہ کرتے)

ابلیس کیوں ملعون ہوا:

سارے فرشتوں نے بلا تامل حضرت آدم کو سجدہ کیا مگر شیطان نے جو معلم الملکوت تھا سجدے سے انکار کیا۔ شیطان کا یہ فعل خدا کی نافرمانی اور ایک جلیل القدر نبی کی توہین کا مسئلہ تھا۔ اس پاداش میں اس کو بہ یک بینی و دو گوش جنۃ الفردوس سے نکال کر باہر کیا گیا تو ابلیس توہین نبوی کی وجہ سے ملعون ہوا۔

یہ ابلیس ملعون موحد عابد پہلا جہنمی ہوا تو شرک کر کے نہیں بلکہ نبی اللہ کی توہین کر کے وہ جہنم کے لئے ابھی سے نامزد ہو گیا۔ اور سارے کافر، مشرک، مرتد اسی کے بہکانے سے واصل جہنم ہوں گے اور ان کا سردار وہی مدعی توحید ہوگا جو توہین سرکار نبوت کی پاداش میں واصل بہ جہنم ہوا ہے۔ قارئین کرام خوب یاد رکھیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین ایسا جرم عظیم ہے!

اسی توہین و بے اعتقادی کی وبا آج کل امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پھیل رہی ہے اور اس بے اعتقادی کی وبا کو اس دن سے قوت ملی جس دن سے نجدیوں نے ظلم وستم، انگریزوں کی سازش اور مدد سے حجاز مقدس پر حکومت اور اقتدار کو سنبھالا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بخاری اور مسلم میں روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز دربار رب العزت میں دعا فرما رہے تھے۔

اللھم بارک لنا فی شامنا، اللھم بارک لنا فی یمننا۔ الخ

(اے اللہ! تو برکت دے ہمیں ہمارے ملکِ شام میں، اے اللہ تو برکت دے ہمیں ہمارے ملک یمن میں)

نجد فتنوں کی سرزمین ہے:

بعض حاضر الوقت صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ و فی نجدنا یعنی اس دعاءِ خیر اور برکت میں نجد کو بھی شامل فرمالیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد سے نفرت اور بیزاری کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

هناک الزلازل و الفتن و بها يطلع قرن الشيطان

(اس جگہ یعنی نجد سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور وہیں سے شیطان کے سینگ ظاہر ہوں گے یعنی وہ نمودار ہوگا)۔

(بخاری و مسلم، مشکاۃ المصابیح، باب ذکر الیمن والشام، زجاجۃ المصابیح۔ باب ذکر الیمن والشام)

ترمذی شریف میں بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔

قام فينا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه و آله و سلم علی المنبر فقال ها هنا ارض الفتن و اشار الی المشرق حيث يطلع قرن الشيطان (ترمذی)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے اٹھ کر منبر شریف پر رونق افروز ہوئے اور مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے سرزمین فتنہ! یہیں سے شیطان ظاہر ہوگا۔ (ترمذی)

بخاری اور مسلم کی مذکورہ بالا روایتوں اور دیگر احادیث شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نجد سے فتنوں کا اٹھنا اور (دین میں) زلزلے آنا اور وہیں سے شیطان کا ظاہر ہونا وضاحت کے ساتھ ارشاد نبوی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں ایک روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

کان يری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه و آله و سلم ابليس فی صورة الشيخ النجدی

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کو اکثر شیخ نجدی کی صورت میں دیکھا کرتے تھے)۔

ابن عبدالوہاب کی تعلیمات:

تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں حسب ارشاد رسالت م آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرن الشیطان کا وہاں سے ظہور ہوا۔ حرمین شریفین میں ابن عبدالوہاب اوراس کے گروہ کے نادر شاہی قتل عام نے نجد کو تاریخ میں روشناس کروایا۔ ابن عبدالوہاب کی تعلیمات کا خلاصہ توہین رسالت م آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ابن عبدالوہاب کی ذہنیت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے اس کی کتاب التوحید سے دو ایک عبارتیں بطور نمونہ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

"اما السابقون فاللات والعزی والسواع۔ واما اللاحقون فحمدا وعلیا وعبدالقادر والکل سواء"۔

اگلے کافر (کفار مکہ) لات وعزی اور سواع (یہ تینوں نام بتوں کے ہیں) کو پوجتے تھے اور یہ پچھلے کافر (یعنی مسلمان) محمد، علی اور عبدالقادر کو پوجتے ہیں اور یہ سب برابر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس کے پیرو بھی یہی کہتے تھے:

"عصای ھذا خیر من محمد لانھا ینتفع بھا فی قتل الحیۃ ونحوھا ومحمد قدمات ولم یبق فیہ نفع اصلا"

(میری یہ لکڑی بہتر ہے (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس لئے کہ یہ سانپ مارنے میں کام آتی ہے اس کے اور بھی کام ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وفات پاگئے ان سے کوئی نفع نہ رہا)

یہ اور بھی کہتا تھا:

انما ھو طارش وقد مضی (ترجمہ) وہ ڈاکیہ جیسے تھے اور گزر بھی گئے (معاذ اللہ)

☆☆☆☆☆

تقویۃ الایمان اوراہانت انبیاء:

یہ تو کتاب التوحید کے چند نمونے تھے اب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بھی چند نمونے ملاحظہ ہوں:

ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کے آگے چوڑھے چمار سے زیادہ، ذلیل ہے، ایک اور جگہ یوں کہا ہے۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں''

یہ ان کی توحید کی جھلکیاں ہیں۔ اور خداوند عالم کا فرمان قرآن پاک میں ملاحظہ فرمایئے۔ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے عزت ہے لیکن منافق لوگ نہیں جانتے)

یہ ہے نجدیوں، وہابیوں غیر مقلدوں اور مودودیوں کے پاس اسلام کی نشاۃ ثانیہ۔

☆☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

قرآن پاک اور تعظیمِ انبیاء:

اللہ تعالیٰ تو اپنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں یوں ارشاد فرمائیں:

وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا (سورۃ الانبیاء آیت ۷۳)

اور ہم نے ان کو (لوگوں کا) امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کی) رہبری فرماتے تھے (یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی تکمیل بھی کرتے تھے) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یوں فرمایا:

ورفعنالک ذکرک (اورہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا)

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پاک کی شرح یوں فرماتے ہیں ''یعنی پیغمبروں میں اور فرشتوں میں آپ کا نام بلند ہے''

حدیث شریف میں ہے کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے اس آیت کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے، حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند کیا ہر خطیب ہر تشہد پڑھنے والا اشھد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ کا اعلان کرتا ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا ہے۔

اب رہا اولیاء اللہ کی شان میں رب العزت کا ارشاد ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ یونس آیت ۶۳)

(سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم)

☆☆☆☆☆

قرآن پاک اور اولیاء کی تعظیم:

اور رب العزت اپنے اولیاء کرام علیہم الرحمہ کے بارے میں یہ بھی فرمائیں:

لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ (سورہ یونس آیت ۶۴)

(انھیں خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی)

لاتبدیل لکلمات اللہ۔ ذلک ھو الفوز العظیم (ایضا ۶۴)

(بدلتی نہیں اللہ کی باتیں، یہی ہے بڑی کامیابی (سورہ یونس ۶۴)

بُشری (خوش خبری) کے بارے میں مفسرین کرام نے بتایا ہے کہ وفات کے وقت اور قبر سے اٹھتے وقت فرشتے ان کی ولایت کی گواہی دیں گے اور صاحبِ قبر کی کامیابی پر بشارت' قبروں سے اٹھتے وقت جنت کا مژدہ اور رضاء الٰہی کی خوشخبری سنائیں گے۔ یہ تھیں چند باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی تعریف اور منقبت میں خالق کائنات نے فرمائیں اور پھر اوپر ابن عبدالوہاب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ان مقدس ہستیوں کے بارے میں یاوہ گوئی پر غور کریں اور بتائیں کہ ایسا کہنا کس حد تک درست ہے اور کیا ایسے گمراہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کر سکتے ہیں؟ آخر میں تاریخ اسلام کے اس عظیم المیہ اور فتنہ کو واضح کرتا چلوں۔

حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نصرانی کاتب کو معزول کروایا:

(سورہ مائدہ آیت نمبر ۵۱) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیاء

(اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ)

اس آیت کی توضیح میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری بصرہ کے گورنر ہیں اور آپ کا کاتب نصرانی تھا حضرت امیر المؤمنین نے ان سے فرمایا کہ تم کو نصرانی سے کیا واسطہ؟ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی۔ یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود (الآیۃ) انہوں نے عرض کیا اس کا دین اس کے ساتھ مجھے تو

اس کی کتابت (یعنی دفتریت اور حساب دانی) سے غرض ہے۔اس کے بغیر بصرہ کی حکومت کا کام چلانا دشوار ہے! یہ سن کر امیر المؤمنین نے فرمایا اگر وہ مرجائے تو کیا کرو گے؟ اس وقت جو انتظام کرو گے وہی اب کرو اور اس سے ہرگز کام نہ لو یہ آخری بات ہے! (تفسیر خازن) اس آیت کی روشنی میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی روشنی کے خلاف ۱۹۹۱ء میں نجدی حکومت نے امریکہ کو جزیرۃ العرب میں بسا دیا اور انہی کے اشاروں پر نجدی حکومت کا نظم ونسق جاری ہے جس کی وجہ سے عرب کی آمدنی کا بڑا حصہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆☆☆

چودھویں صدی ہجری میں مسلمانان ہندو پاک کی حالت:

الغرض چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں مسلمانان پاک وہند کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور تمدنی حالات دگرگوں تھے۔نئے نئے خیالات، نئے نئے تصورات، نئے نئے نظریات سامنے آرہے تھے۔کوئی کہہ رہا تھا کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آجائے تو وہ اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مگن ہو جانے سے بدرجہا برا ہے۔کوئی کہہ رہا تھا جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔کوئی کہہ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بڑے بھائی کے برابر ہیں۔کوئی کہہ رہا تھا کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔کوئی کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔کوئی کہہ رہا تھا کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفلوں کو منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا جائز نہیں، خواہ شریعت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔کوئی کہہ رہا تھا کہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم

غیب ہے، ایسا علم تو بچوں، دیوانوں، جانوروں اور درندوں کو حاصل ہے۔ کسی نے قرآن پاک پر اعتراض کیا۔ کسی نے حدیث شریف پر اعتراض کیا۔ کسی نے ائمہ دین پر اعتراض کیا۔ کسی نے سلف صالحین پر اعتراض کیا۔ کسی نے صوفیاء کرام پر اعتراض کیا۔ کسی نے علماء حق پر اعتراض کیا اور دل کی وہ زمین جہاں کبھی یقین وایمان بسا کرتے تھے، اب وہاں شکوک وشبہات بسیرا کرنے لگے۔ یہ تھا اوائل چودھویں صدی کا مذہبی ماحول!

تہذیبی اور تمدنی حالات بھی اچھے نہ تھے، کھدر کی تحریک چلا کر ایک طرف، مسلمان پارچہ بافوں کی کمر توڑی گئی تو دوسری طرف کھدر کی گاندھی ٹوپی تیار کرا کے صافوں اور ترکی ٹوپیوں کی جگہ پہنائی گئی اور عمامے جن کو سیماء الملائکہ (فرشتوں کی علامات) فرمایا گیا اس سے امت کا ایک طبقہ دست کش ہو گیا اور آج اسی پر کاربند ہے۔ کفار ومشرکین سے اتحاد کیا گیا۔ ان کو بھائی بنایا گیا۔ ان کو منبر رسول پر بٹھایا گیا۔ ان کے لئے مسجدوں میں فاتحہ خوانی کی گئی۔ دین اسلام کے لالے پڑ رہے تھے۔ شعار دین پر دھاوے بولے جا رہے تھے۔ اسلامی تہذیب اور تمدن کے نشان مٹائے جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے تجدیدی کارنامے:

اس عاجز نے اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) پچھلے اوراق میں گزشتہ صدی کے تجدیدی کارناموں کی ایک جھلک دکھائی ہے۔ بے حد ناسپاسی ہوگی اگر یہ عاجز حضرت مولانا احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں کا ایک جائزہ نہ لے بلکہ اگر حضرت کا تذکرہ اس باب میں نہ ہو تو یہ باب ناقص ہی رہے گا۔

ہزار آندھیاں اٹھیں انہیں بجھانے کو　　حریم کعبہ کے پھر بھی چراغ جلتے رہے

بہر حال اس ظلمت کو بدلنے کے لئے ملک کے مختلف گوشوں سے اللہ کے بندے کھڑے ہو گئے مگر ان ساری گمراہیوں کو دور کرنے کے لئے بریلی سے ایک پیکر اخلاص اٹھا، اس نے عشق مصطفی کے ساتھ علم مصطفی کا بھی پرچار کیا۔ مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ان گستاخوں اور بے ادبوں کے منہ میں لگام دی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ دنیا جہاں کے علوم قرآن میں ہیں۔ اور قرآن سینہ مصطفی میں، تو پھر سینہ مصطفی میں دنیا جہاں کے علوم کیوں نہیں۔ ان کے نزدیک علوم ما کان و مایکون سے باخبری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا سب سے بڑا امتیاز ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ بھی مولانا احمد رضا کی تائید کرتے ہیں اور علوم غیبیہ کو نبوت کا امتیاز خاص قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

چشم او بر زشت وخوب کائنات　　در نگاہ او غیوب کائنات

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے پیش نظر شریعت مصطفوی تھی۔ دوست یا دشمن جس نے بھی شریعت کے خلاف قدم اٹھایا انہوں نے سخت گرفت کی پوری قوت سے اس کی مزاحمت کی۔ آپ کے سامنے شخصیات نہیں بلکہ شریعت تھی۔ آپ نے شریعت کو پیمانہ بنایا۔ یہی آپ کی فکر ارجمند کا امتیاز خاص ہے۔

مولانا احمد رضا کو یہ شکایت تھی کہ ان کے مخالفین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں گستاخیاں کیوں کرتے ہیں، مخالفین کی یہ شکایت تھی کہ مولانا احمد رضا ان کو اور ان کے اکابر کو برا کیوں کہتے ہیں؟ یہیں سے دونوں کے افکار کی بلندیوں اور پستیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان اور سیاسیات:

مولانا احمد رضا نے اپنے نور بصیرت سے سیاست میں بھی تجدیدی کارنامہ انجام دیا۔آپ نے دوقومی نظریہ کا نعرہ اس وقت بلند کیا جب علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح بھی ایک قومی نظریے کے دل وجان سے قائل تھے۔آپ کی آواز پاک وہند میں گونجی۔اور یہ گونج دونوں کے کانوں میں پڑی، سیاسی تجربوں نے اور آنکھیں کھولیں۔پھر یہ دونوں قائدین ایک قومی نظریے کے دلدل سے نکل کر دوقومی نظریے کی جنت میں آئے اور ایک جہان نو کی تعمیر کی۔غور کرنے کی بات ہے کہ کسی مکتب فکر کے علماء نے اتنا کام نہیں کیا جتنا مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے خلفاء تلامذہ اور متبعین نے کیا ہے اور یہ اسی ذہنیت کی برکتیں تھیں جس کی تعمیر وتربیت میں مولانا نے برسوں صرف کئے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں مولانا عبدالحامد بدایونی، شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، شاہ عارف اللہ قادری، علامہ ابوالحسنات قادری، علامہ عبدالغفور ہزاروی، علامہ عبدالمصطفی ازہری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، پیر مانکی شریف، پیر زکوڑی شریف، پیر گولڑہ شریف، پیر جلال پور شریف، پیر سیال شریف، پیر تونسہ شریف، وغیرھم ہیں۔(ملاحظہ ہو ص ۲۷۷۔اندھیرے سے اجالے تک")

مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ پر ایک الزام یہ ہے کہ ملت میں انتشار پیدا کیا اور تفرقہ کی بنیاد ڈالی۔یہ بات سرتا پا غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے قدیم عقائد اور افکار کو زندہ کیا اور ان کو زبان عطا کی۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل وطن کو شکست ہوئی انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی۔اس نے دیکھا کہ قرآن کی محبت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

عشق اور اہل اللہ اور اولیاء اللہ سے محبت اور عقیدت مسلمانوں کی طاقت کا راز ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور صفات کو موضوع بحث بنا کر اس محبت اور عشق کو ضعیف کیا گیا۔ انبیاء اور اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ بنا کر مسلمانوں کو ان سے روگرداں کیا گیا اور اس صف میں کھڑا کیا گیا جہاں ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم سے انکار کیا تھا۔ ایسے فتوے لکھے گئے کہ علماء سابقین اور لاحقین سب کافر اور مشرک قرار پائے اور مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے یہ سارے فرقے اور جماعتیں سب سعودی حکومت (جس کا باقاعدہ اعلان بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے دہے میں ہوا) اس کے بعد کی پیداوار ہیں۔

تھا جو نا خوب بہ تدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

☆☆☆☆☆

بریلوی مکتب فکر صدیوں سے اہل السنت والجماعت کی فکر ارجمند ہے بلکہ بدعت تو وہابیت ہے:

مولانا احمد رضا خان کے آفاقی پیغام کو بریلویت کے نام سے مشہور کر دیا گیا حالانکہ آپ اہل سنت کی علامت ہیں۔ دنیا میں لاکھوں کروڑوں ایسے سنی بستے ہیں جو بریلویت کی اصطلاح تک سے ناواقف ہیں مگر عقائد وہی رکھتے ہیں جن کی تبلیغ واشاعت مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ نے کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء عرب وعجم نے آپ کو چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کے مجددین میں شمار کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

انبیاء کی بشریت پر مولانا روم کے فرمودات:

اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود　　　نیک و بد در دیدِ شاں یکساں نمود

(بدنصیبوں کے پاس دیکھنے والی آنکھ نہ تھی، بھلا برا ان کو ایک سا معلوم ہوتا تھا)

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　　کم کسے ابدالِ حق آگاہ شد

(سارا جہاں اس سبب سے گمراہ ہوا کہ اولیاء اللہ کو بہت کم لوگ پہچان سکے)

ہمسری با انبیاء برداشتند　　　اولیاء را ہمچو خود پنداشتند

(انبیاء کرام سے برابری کا دعویٰ کیا۔ اولیاء کرام کو اپنے جیسا سمجھا)

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر　　　ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

(انہوں نے کہا وہ بھی بشر ہیں ہم بھی بشر ہیں۔ ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں)

گر دیو ابلیس گفت ایں فرع طین　　　چوں فزاید بر من آتش جبیں

(حضرت آدم کا خمیر دیکھ کر ابلیس نے انہیں مٹی کا بتایا۔ اور کہا کہ یہ مجھ آتش جبیں سے کیسے بڑھ جائے گا)

تا تو می بینی عزیزاں را بشر　　　دان کہ میراث بلیس دست آں نظر

(جب تک تو عوام الناس جیسا) ان عزت والوں کو بشر جانتا ہے۔ تو جان لے کہ تیری یہ نظر ابلیس لعین کا ترکہ ہے)

گر نہ فرزند بلیسی اے عنید　　　پس بہ تو میراثِ آں سگ چوں رسید

(اے دشمن محبوبان خدا اگر تو ابلیس کا فرزند نہیں ہے۔ تو اس کتے کی میراث تجھ تک پہنچی)

اس مقالہ کے آخر میں چند اہم باتیں جو ہمارے معاشرہ کو پریشان کررہی ہیں اور اسی ابلیسی توحید کو سامنے رکھ کرامت کو ایک گمراہ اقلیت تذبذب میں ڈال رکھی ہے۔ یہ عاجز (اللہ تعالیٰ اسے دارین میں عافیت سے رکھے) یہاں چند باتیں بیان کرنا چاہتا ہے۔ ان باتوں میں ایک اہم بات وسیلہ ہے۔ اس مقالہ میں یہ عاجز انگریزی مقالہ جونشریات اہل السنۃ والجماعۃ مسجد امام اوک لینڈ کیلیفورنیا ۱۹۹۳ء سے شائع کیا گیا ہے استفادہ کیا ہے۔ جزاھم اللہ عنا خیر الجزاء آمین۔

☆☆☆☆☆

توسل کا قرآن پاک سے ثبوت:

واضح ہو کہ توسل یا وسیلہ کا اختیار کرنا رب العزت کے فرمان عالیشان سے ثابت ہے۔ سورہ نساء کی آیت نمبر (٦٤) ملاحظہ ہو:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا۟ أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا۟ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔

(جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف فرمانے والا اور مہربان پائیں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تین روز بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور (فرط رنج وغم سے) مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! آپ نے جو فرمایا ہم نے سنا اور آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں یہ آیت بھی ہے:

ولو انهم اذ ظلموا الی آخرھا میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں اب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں آپ میرے گناہوں کی بخشش کروایئے۔ فنودی من القبر انه قد غفر لک (تو مرقد منور سے آواز آئی کہ تجھے بخش دیا گیا) قرطبی، بحوالہ ضیاء القرآن ج۱/ ۳۶۰)

اس واقعہ سے چند مسائل معلوم ہوئے (۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے (۲) قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جاءوک میں داخل اور خیر القرون کا معمول ہے (۳) بعد وفات مقبولان حق کو کلمہ (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے (۴) مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعاء سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ (۵) آیت صدر میں ظلمٗ ظالمٗ زمان اور مکان کسی قسم کی قید نہیں ہر قسم کا مجرم ہر زمانہ میں خواہ کسی قسم کا جرم کرے تمہارے آستانہ پر آجاوے۔ جاؤک میں یہ قید نہیں کہ مدینہ پاک میں ہی آئے بلکہ روضہ اقدس کی طرف توجہ کرنا یہ بھی بارگاہ شفیع المذنبین میں حاضری ہے اور اگر مدینہ پاک کی حاضری نصیب ہو جائے تو زہے نصیب!

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تکمیل الایمان'' میں راقم ہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو حضرات بحالت زندگی برکات دیا کرتے تھے وہ بعد از وفات بھی توسل اور برکت دینے کی اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح کا باقی رہنا حدیثوں اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

فتاوی سیدی جمال مکی قدس سرہ میں ہے کہ شیخ الاسلام شہاب رملی سے سوال ہوا کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنے کے لئے یا شیخ فلاں کہنا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا:

الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزة بعد موتھم (انبیاء ومرسلین اوراولیاء کرام سے ان کے وصال کے بعد مدد مانگنا جائز ہے)

شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ جن کے اشعار کو بلا لحاظ مذہب وملت تسلیم کیا جاتا ہے اولیاء کرام کی شان رفیع کا یوں ذکر کرتے ہیں:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ایک اور جگہ یوں للکارا ہے:

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

☆☆☆☆☆

حدیث نبوی سے توسل کا جواز:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

خطیب تبریزی نے ''مشکاۃ المصابیح'' کے باب فضل الفقراء میں حضرت عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ کان یستفتح بصعا لیک المھاجرین رواہ البغوی فی شرح السنة۔

(حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے (کفار اور مشرکین) پر نصرت اور کامیابی طلب کرتے تھے (بغوی در شرح السنہ)

شیخ وسیدی حضرت محدث دکن رحمہ اللہ علیہ نے بھی زجاجۃ المصابیح جلد چہارم میں اس حدیث کی روایت فرمائی ہے اور امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے مکتوبات (ج ا ح ۲) کے ص ۲۳۲ میں بھی اس حدیث کو بیان فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کو وسیلہ

بنانے کا عقیدہ خود سرورِ کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کے عمل سے ثابت ہے۔اس عقیدے کو شرک اور بدعت قرار دینا گمراہی ہے۔منکرین وسیلہ غور کریں (ابوالفداءعفی عنہ)

سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹ میں رب العزت کا فرمان عالیشان ہے:

وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

اور وہ (یعنی اہل کتاب) اس سے پہلے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) فتح طلب کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے بیشتر یہود کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار ومشرکین سے ان کی جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے ظاہری امکانات ختم ہو چکتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام کھول کر جہاں سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کی صفات وکمالات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھتے اور ان الفاظ سے دعاء کرتے۔

اللھم انا نسئلک بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعثہ فی آخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون (روح المعانی اور قرطبی)

(الٰہی۔ہم تجھے تیرے اس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جن کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے آج ہمیں دشمنوں پر فتح دے تو اللہ تعالیٰ انھیں فتح دیتا (روح المعانی، قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا سنت قدیمہ ہے اور اس کا منکر گویا یہود ونصاریٰ سے بدتر ہے (اعاذنا اللہ منہم)

اس سلسلہ میں نسائی اور ترمذی کی ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔اس حدیث کو دیگر محدثین کے علاوہ ابن تیمیہ اور ابن القیم نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔

ان رجلا ضریرا اتی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقال: ادع اللہ لی ان

یعافینی قال ان شئت دعوت و ان شئت صبرت و ھو خیر لک: قال فادعه فاسره النبی صلی اللہ علیه و آله و سلم ان یتوضا فیحسن وضوء ہ، ویدعو بھذا الدعاء، اللھم انی اسالک و اتوجه الیک بنبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیه و آله و سلم نبی الرحمة یا محمد! انی اتوجه بک الی ربی فی قضاء حاجتی لتقضی لی اللھم شفعه فی۔ فقام و قد ابصر۔

(ترجمہ) ایک نابینا صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ آپ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا دیدے۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا تم چاہو تو میں دعاء کروں اور چاہو تو تم صبر کرو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے انہوں نے جواب دیا۔ آپ دعاء ہی فرمادیں! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ وضوء کریں اور اچھی طرح سے وضوء کریں اور اسطرح سے دعاء کریں: الٰہی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کے نبی ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی رحمت ہیں ان کے وسیلہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوں! اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں اپنی حاجت براری کے لئے تا کہ میری حاجت پوری ہوجائے الٰہی میرے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرمالیجئے، جوں ہی انہوں نے یہ دعاء کی وہ بینا ہوگئے۔ اس حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو وسیلہ لیا گیا اور جس کی سردار جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی درحقیقت قرآن پاک کی اس آیت (سورة المائدة، ۳۵) و ابتغوا الیه الوسیلة (تم اللہ تک پہونچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرلو) کے حکم کے مطابق ہے۔

☆☆☆☆☆

شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی بھی وسیلہ کے قائل ہیں:

عربی زبان کی مستند ترین لغت (لسان العرب) میں ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الوسیلۃ فی الاصل مایتوصل بہ الی الشیء ویتقرب بہ الیہ یعنی جس چیز کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں چنانچہ علامہ زمخشری کشاف میں کہتے ہیں والوسیلۃ کل ما یتقرب بہ، ایمان، نیک عمل، عبادات، پیروی سنت، اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے، دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کرسکتا ہے، کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں ہزاروں کوس کی مسافت کو طے کیا ہے۔ اور ان کی روحانی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت وحکمت پر مہر وماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے بیعت مرشد ہے (قول جمیل) اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی لکھنا پڑا۔ ''اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک می فہمند ووسیلۂ مرشد را مے دانند' پس تلاشِ مرشد بنا بر فلاح حقیقی وفوزِ تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری ست، وسنت اللہ برہمیں منوال جاریست، لہذا بدون مرشد راہ یابی نادر است (صراط مستقیم)

(ترجمہ) یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تلاش مرشد از بس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ

نے سالکان راہ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔اسی لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے) ترجمہ ختم ہوا۔ ۱۲

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلامِ شمسِ تبریزی نہ شد

(حضرت رومی)

تخمِ دل ہرگز نہ روید از آب وگل　　بے نگاہے از خداوندانِ دل

دم عارف نسیم صبحدم ہے　　اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے

اگر کوئی شعیب آئے میسر　　شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(علامہ اقبال)

☆☆☆☆☆

ایصال ثواب مسنون ہے:

وسیلہ پر اس مفصل بیان کے بعد ایصال ثواب پر بھی کچھ بیان ضروری ہے اس لئے کہ وہابی حضرات کے نزدیک ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد سراسر بدعت ہے حالانکہ صحیح احادیث شریفہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ رواہ مسلم وفی المشکاۃ وفی زجاجۃ المصابیح فی باب العلم۔

(ترجمہ) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل (کے ثواب) کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔مگر

تین کاموں کا (ثواب) برابر جاری رہتا ہے صدقہ جاریہ (جیسے اوقاف قائم کرنا، مسجد اور کنویں بنانا) یا علم جس سے نفع حاصل ہو رہا ہو (جیسے کوئی کتاب لکھی یا قرآن کی تعلیم دی وغیرہ) یا صالح اولاد (جو مرنے کے بعد) اس کے لئے دعا کرے۔ صحیح مسلم شریف ہی میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے:

وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ یتدراسونہ بینھم الا نزلت علیھم السکینۃ وحفتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم فیمن عندہ رواہ مسلم وفی المشکاۃ وزجاجۃ المصابیح فی باب العلم۔

ترجمہ: جب بھی لوگ خدا کے گھر میں جمع ہو جاتے ہیں اور کتاب اللہ کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں ان پر تسکین نازل ہوتی ہے۔ اور رحمت خداوندی اِن پر چھا جاتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ (مسلم، مشکاۃ، زجاجہ)

صدیوں سے مذکورہ احادیث شریفہ کی روشنی میں اہل السنت والجماعت کا معمول ہے کہ جب کوئی عزیز یا دوست انتقال کر جائے تو ہم لوگ قرآن خوانی کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور پھر بعد قرآن خوانی مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کی جاتی ہے اور طعام ما حضر سے ضیافت کی جاتی ہے ایسے کاموں کو بدعت قرار دینا کس قدر بڑی گمراہی ہے۔

حضرت ابونصر حموی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء) فرمایا کرتے کہ ایسے مواقع میں جو ہمارے معمولات ہیں سب شرعاً مطلوب ہیں ان کو بدعت کہنا کہاں تک روا ہو سکتا ہے مثلاً مسلمانوں کا اجتماع شرعاً مطلوب ہے۔ تلاوت قرآن بھی شرعاً مطلوب ہے۔ کھانا کھلانا بھی شرعاً مطلوب ہے اگر مطلوبات شرعی کو بدعت کہا جائے تو ہم یہ کہنے میں بجا

ہیں کہ ایسی باتوں کو بدعت قرار دینے والے خود بدعتی ہیں! واللہ ھو الموفق للصواب۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مستطاب ''الادب المفرد'' جو اسلامی معاشرت پر احادیث شریفہ کا اعلیٰ ترین خزینہ ہے اس میں روایت فرمائی ہے کہ اہل جنت کے جنت میں درجے بلند کئے جاتے ہیں اہل جنت عرض کرتے ہیں الٰہی! ہمارے نیک اعمال تو منقطع ہو چکے ہیں۔ پھر یہ ترقی درجات کیا ہے؟ تو ارشاد ہوتا ہے تمہارے لڑکے نے دعاء کی ہے اللھم اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات آمین۔ اس عاجز کے مربی اور استاذ حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایصال ثواب کے بارے میں ایک دیوبندی عالم سے فرمایا: آپ حضرات نے اس راستہ کو بند ہی کر دیا ہے کہ جب اس مسنون عمل کو اپنی عصبیت اور گروہ بندی کے پیش نظر آپ بدعت قرار دیں تو نادان عوام کیوں اس کام کو کریں؟ تو موصوف لاجواب ہو گئے، نجدی اور وہابی اصحاب خود بدعت میں مبتلا ہیں اور اہل السنۃ والجماعت کو بدعتی قرار دیتے ہیں چنانچہ نمازوں کے بعد خصوصاً سنتوں اور نوافل کے بعد کی دعاء کو ''دعاء ثانی'' کا نام دیکر بدعت قرار دیتے ہیں جو سراسر غلط ہے اسی طرح دعاؤں کو اخفاء سے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ بات ثابت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم دعاء بالجہر فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے سینکڑوں ماثورہ دعائیں اس امت مرحومہ کو ملی ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ حرمین شریفین میں کسی نماز کے بعد دعاء ہی نہیں کی جاتی حالانکہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الدعاء مخ العبادۃ (دعاء عبادۃ کا مغز ہے) بہرحال قدم قدم پر ہم کو ان اہل نجد کے زلزلے اور فتنے عقائد، عبادات اور معاملات میں ملتے ہیں! اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہمیں اور پوری امت کو محفوظ رکھے، آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

پچھلے اوراق میں چند مسائل کی وضاحت بالارادہ اس لئے ضروری سمجھی گئی کہ ان باتوں کی دور حاضر میں شدید ترین ضرورت ہے علاوہ ازیں یہ مذکورہ تمام باتیں ہمارے حضرت محدث دکن قدس سرہ کے عقائد اور اعمال کے مطابق تھیں۔

☆☆☆☆☆

آثار مبارکہ سے حصولِ برکت کا قرآن پاک سے ثبوت:

آخر میں وہابی اصحاب کی ایک اور کوتاہی کا ذکر کرتا چلوں وہ یہ ہے کہ یہ اصحاب تبرکات کے بھی قائل نہیں حالانکہ قرآن پاک سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔سورہ سیدنا یوسف آیت نمبر(۹۳)میں ارشاد ربی ہے:

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَـٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا (ترجمہ)(میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرہ پر ڈالو وہ بینا ہو جائیں گے)۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ کرتا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا جو منتقل ہوتا ہوا آپ تک پہونچا۔اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے جسم سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں کی شفاء، دافع بلاء اور مشکل کشا ہوتی ہیں۔اسی طرح مدینہ منورہ کی مٹی خاک شفاء ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اس کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک سے مس نصیب ہے۔

☆☆☆☆☆

خاک طیبہ بیماریوں کے لئے شفاء ہے:

بخاری شریف کی کتاب الطب۔باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المؤمنین

سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان یقول للمریض بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا (حضور نبی کریم صلی الہ علیہ وآلہ وسلم بیمار پر اس طرح دعاء پڑھتے: اللہ تعالیٰ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی، ہمارے کسی کے لعاب کے ساتھ ہمارے بیمار کو شفاء بخشتی ہے ہمارے رب کے حکم سے) یہ حدیث مسلم، ابن ماجہ اور مسند امام احمد نے بھی روایت کی ہے۔

اس کے علاوہ سورہ یوسف کی آیت نمبر ۹۶ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیماروں پر بزرگوں کے تبرکات ڈالنا، چھڑکنا سنت پیغمبری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردے کے کفن میں کلمہ شریف لکھ کر رکھنا یا پیر کی قمیص یا تہبند رکھنا درست ہے کیونکہ یہ تبرکات بڑی بڑی مشکل حل کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق عصائے مبارک کو حضرت ابن انیس کے ساتھ کفنایا گیا:

مردے کے کفن میں کسی چیز کو بطور تبرک رکھنے کا ثبوت حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ملتا ہے کہ انہوں نے دشمن اسلام سفیان بن خالد ہذلی کو قتل کر کے اس کا سر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش فرمایا تو حضور نے ان کو ایک عصا مرحمت فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا ''تخصر بھذہ فی الجنۃ'' (اس عصا کے ساتھ تم کو جنت میں داخل ہونا ہے) یہ عصا حضرت ابن انیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو

آپ نے وصیت فرمائی کہ اس عصا کو ان کے کفن میں رکھ دیا جائے۔ چنانچہ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ۲/ ۳۹)

☆☆☆☆☆

تبرکات سے برکت حاصل کرنے کا ایک اور واضح ثبوت تابوت سکینہ ہے تابوت سکینہ میں کیا کیا آثار شریفہ موجود تھے۔ وہ اب کہاں ہے؟

سورہ بقرہ کی آیت نمبر (۲۴۸) ملاحظہ ہو:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی (حضرت شموئیل علیہ السلام) نے فرمایا اس کی (یعنی حضرت طالوت کی بادشاہت) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس (ازخود) تابوت آجائے جس میں تمہارے رب کی طرف سے (دلوں کا) چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں بھی جن کو آل موسیٰ اور آل ہارون چھوڑ گئے ہیں اور اس (صندوق) کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے بے شک اس واقعہ میں تمہارے لئے ایک نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔ تابوت سکینہ بنی اسرائیل کا اہم ترین ملی اور قومی ورثہ تھا۔ اس کے اندر اصل نسخہ توراۃ مع تبرکات انبیاء کرام محفوظ تھا۔ ان تبرکات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، آپ کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون کا عمامہ شریف اور منّ کے کچھ ٹکڑے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی تھی۔ بنی اسرائیل اس کو بڑا مقدس سمجھتے، سفر و حضر، جنگ اور امن ہر حال میں اسے بڑی حفاظت سے

رکھتے۔موجودہ علماء یہود کی تحقیق میں اس کا طول ڈھائی فٹ عرض ڈیڑھ فٹ اور بلندی بھی ڈیڑھ فٹ تھی۔ تابوت کی واپسی کے بعد یہ تابوت حضرت سلیمان علیہ السلام (م۹۳۳ق،م) کے قبضہ میں رہا۔اور بیت المقدس کی تعمیر کے بعد آپ نے اس کو ہیکل سلیمانی میں رکھ دیا تھااس کے بعد سے اس کا پتہ نہیں چلتا۔یہود کا عام خیال ہے کہ یہ تابوت اب بھی ہیکل سلیمانی کی بنیادوں میں دفن ہے(ملاحظہ ہوتفسیر ماجدی ص ۱۰۰)۔

☆☆☆☆☆

کعبۃ اللہ میں مقام ابراہیم کی حفاظت ہزاروں برس سے کی گئی:

تبرکات سے برکت حاصل کرنے کا ایک اور بین ثبوت سورہ بقرہ کی آیت نمبر (۱۲۵) ہے۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی۔(اور مقام ابراہیم کونماز کی جگہ بنالو)

واضح ہو کہ مقام ابراہیم وہ مبارک پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر آپ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی ہے۔اور یہ پتھر خانہ کعبہ سے چند ہی فٹ کے فاصلہ پر اب بھی شیشہ کے بڑے فانوس میں محفوظ ہے اور اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم دکھائی دیتے ہیں حج کے موقع پر اس کے سامنے طواف کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الطواف پڑھی جاتی ہے۔احناف اور مالکی حضرات کے پاس یہ نماز واجب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سنت ہے۔

☆☆☆☆☆

آثار شریف کی تعظیم کا قرآن سے ثبوت:

ان آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہوجائے وہ باعظمت ہوجاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عبادت کے موقع پر غیراللہ کی تعظیم درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبرکات کی تعظیم نص قرآنی سے ثابت ہے۔

سطور بالا سے واضح ہوگیا کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن، موئے مبارک تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے سر پر کپڑے کی ایک ٹوپی تھی جس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک موئے مبارک رکھا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ جس معرکہ میں یہ ٹوپی سر پر رکھ کر جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مجھے کامیاب اور کامران کرتا ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

نجدیوں نے دلائل الخیرات کی اجازت بند کردی:

نجدیوں نے اپنی حکومت کے زور سے جہاں کئی اور اسلامی شعائر اور دینی کاموں کو بند کیا ہے ان میں ایک دلائل الخیرات کی اجازت کی مسدودی ہے۔ دلائل الخیرات حضرت عارف باللہ ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی الحسینی الشاذلی المراکشی رحمہ اللہ (م ۸۷۰ھ) کی مبارک تالیف ہے۔ حضرت جزولی قدس سرہ نویں صدی ہجری کے نامور محدث، فقیہ اور مفسر ہیں آپ کے شاگرد بیس ہزار سے زیادہ تھے جنہوں نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے،

اس مبارک کتاب میں جو درود شریف ہیں علامہ جزولی نے وہ سب احادیث شریفہ سے جمع فرمائے ہیں سنہ تالیف سے لے کر آج تک اقصائے عالم میں ہزاروں مسلمان اس مبارک کتاب کو بطور وظیفہ پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس کے عامل تھے۔ ہمارے حضرت محدث دکن قدس سرہ بحالت اعتکاف رمضان المبارک کے آخری دہے میں قراءت سماعت کے بعد اس کی اجازت دیا کرتے تھے جو آپ نے بدوران قیام مدینہ شیخ الدلائل مدینہ منورہ سے حاصل فرمائی تھی اور الحمدللہ ہمارے تمام برادران طریقت اور ان کے وابستگان اس پر عامل ہیں آہ! صد آہ! ایسی مبارک کتاب جس کو دنیا بھر کے عالی مقام بزرگان دین پڑھتے ہیں اب اس کی اجازت حرمین شریفین میں بند کردی گئی۔

☆☆☆☆☆

درود شریف کی فضیلت:

درود شریف کی عظمت پر قرآن پاک ناطق ہے۔ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶) اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی کریم پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب اور محبت سے) سلام (بھی) عرض کیا کرو)۔

اس آیت کریمہ کی جلالت شان کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کے لئے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔ آیت شریفہ میں عمل صلوۃ (درود) کے تین فاعل ہیں (۱) اللہ تعالی (۲) فرشتے (۳) اہل ایمان۔

اللہ تعالیٰ کے صلاۃ پڑھنے کی وضاحت:

امام بخاری نے حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب صلاۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے حبیب کی تعریف وثناء کرتا ہے واہ۔علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں وضاحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے ذکر کو بلند کرکے، آپ کے دین کو غلبہ دے کر اور آپ کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کر اس دنیا میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت اور شان بڑھاتا ہے۔اور روز محشر امت کے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما کر اور حضور کو بہترین اجر وثواب عطا فرما کر اور مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اولین اور آخرین میں حضور کی عظمت کو نمایاں کرکے اور تمام مقربین پر حضور کو سبقت بخش کر حضور کی شان کو آشکارا فرمائے گا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

فرشتوں کے صلاۃ پڑھنے سے کیا مراد ہے:

صلاۃ (درود) کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہوتو صلوۃ کے معنی دعاء کے بھی ہیں کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دست بدعاء ہیں۔صدر کی آیت پر ترکیبِ نحوی کے اعتبار سے غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے یہ جملہ اسمیہ ہے لیکن اس کی خبر جملہ فعلیہ ہے۔اس میں راز یہ ہے کہ جملہ اسمیہ استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے اور جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث کی طرف

اشارہ کرتا ہے۔اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر دم، ہر گھڑی اپنے نبی مکرم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور آپ کی شان کو بلند فرماتا رہتا ہے اور فرشتے بھی آپ کی تعریف اور توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں عراقی نے کیا خوب کہا ہے:

ثنائے زلف ورخسار تو اے ماہ　　　ملائک وردِ صبح وشام کردند

(اے رسالت کے ماہ منیر اور بدر کامل آپ کی زلفِ عنبریں اور رخسار روشن کی تعریف صبح اور شام فرشتوں کا ورد اور وظیفہ ہے)۔

☆☆☆☆☆

اہل ایمان کے صلاۃ بھیجنے کا مفہوم:

جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر ہمیشہ اپنی برکتیں نازل فرماتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے آپ کی ثناء گستری میں زمزمہ سنج رہتے ہیں اور آپ کی رفعت شان کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں تو اے اہل ایمان تم بھی میرے حبیب کی رفعت شان کے لئے دعائیں مانگا کرو۔علامہ ابن منظور ''صلواۃ'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب مؤمن بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے۔ **اللھم صل علی سیدنا محمد فمعناہ عظمہ فی الدنیا باعلاہ ذکرہ واظھار دعوتہ وابقاء شریعتہ وفی الاخرۃ بتشفیعہ فی امتہ وتضعیف اجرہ ومثوبتہ** (یعنی الٰہی! دنیا میں اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما کر، آپ کے دین کو غالب فرما کر اور آپ کی شریعت کو باقی رکھ کر اور آخرت میں آپ کی شفاعت قبول فرما کر اور اجر وثواب کو کئی گنا کر دے۔

☆☆☆☆☆

درود میں اللھم صل میں کیا راز پوشیدہ ہے:

رب العزت نے ہمیں صلواۃ بھیجنے کا حکم دیا لیکن ہم کما حقہ شان رسالت کو نہیں جانتے ہیں اور اس کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے اس لئے اعتراف عجز کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں۔ اللھم صل الی آخرہ یعنی الٰہی تو ہی اپنے حبیب کی شان اور قدر و منزلت کو صحیح طور پر جانتا ہے اس لئے تو ہی ہماری طرف سے اپنے حبیب پر ان کے شایانِ شان درود بھیج (یہ لسان العرب کے قول کا مفہوم ہے) اسی مضمون کو اردو زبان کے نامور شاعر علامہ غالب نے ذیل کے شعر میں بیان کیا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کان ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

(غالب ہم خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کو خالق کونین کے سپرد کر دیتے ہیں اس لئے کہ رب العزت کی ذات عالی ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کو جانتی ہے)

صدر کی آیت میں ہمیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صلواۃ وسلام عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بے شمار احادیث شریفہ میں درود شریف کی فضیلت وارد ہے۔ صرف چند احادیث شریفہ یہاں تبرکاً بیان کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کرام کے دل میں اپنے رسول کریم، ہادی اعظم، شفیع بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود کا تحفہ بھیجنے کا شوق پیدا ہو۔

۱) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم من ذکرت عندہ فلیصل علی و من صلی علی مرۃ واحدۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ عشرا۔

AHL FIQA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

(حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں بھیجیں گے)۔

۲) وعن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه و آله وسلم ما جلس قوم مجلسا ولم يذكروا الله فيه ولم يصلوا علی نبيهم الا كان عليهم ترة يوم القيامة ان شاء عذبهم وان شاء غفر لهم۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھتے ہیں تو قیامت کے دن ایسی مجلس ان کے لئے وبال ہوگی چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو انکو بخش دے)۔

۳) وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه و آله وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائيا ابلغته رواه البيهقی فی شعب الايمان۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے اس درود کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہونچا دیا جاتا ہے۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے)۔

۴) وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه و آله

وسلم ان لله ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی والدارمی۔

(حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے چند سیاحت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو روئے زمین سے مجھے میری امت کے سلام کو پہونچاتے رہتے ہیں۔اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے)۔

۵)وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابوداؤد والبیھقی فی الدعوات الکبیر۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔اس کی روایت ابوداؤد نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔

☆☆☆☆☆

حیات النبی پر محدثین کرام کی وضاحت:

صدر کی اس آخری حدیث میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب حضور پر سلام بھیجا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضور کی روح کو سلام کا جواب دینے کے لئے لوٹا دیتے ہیں۔جب یہ عاجز (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) دوران طباعت

زجاجۃ المصابیح کے اس مقام پر پہونچا اور اپنے پیرو مرشد کو یہ حدیث سنائی تو حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت کو آپ کے استاذ حدیث مولانا عبدالرحمن سہارنپوری علیہ الرحمہ (مدفون خطۂ صالحین نام پلی، حیدرآباد) نے ان کے اپنے اساتذہ سے سلسلہ بہ سلسلہ یہ بات سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو جب دفن کیا گیا اور پہلی مرتبہ جب روح انور سلام کے جواب کے لئے لوٹائی تو پھر واپس نہیں ہوئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پہونچانے کا اقطاع عالم سے ایسا پیہم تسلسل قائم فرمادیا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی سلام اور جواب سلام کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور یہی حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے (ہمارے حضرت علیہ الرحمہ کا قول ختم ہوا)۔

درود شریف کے اس بیان کو تفسیر حسینی کی درج ذیل رباعی پر ختم کیا جاتا ہے:

یا سید الانام درودِ جناب تو ورد زبان ماست مہ وسال وصبح وشام

نزدیک تو چہ تحفہ فرستم با درود در دست ما ہمیں صلاتست والسلام

(اے مخلوق کے سردار، آپ کی بارگاہ میں درود شریف کا تحفہ ہمارے وردِ زبان ہے ہر مہینہ، ہر سال بلکہ صبح اور شام یعنی ہمیشہ درود شریف کے ساتھ ہم آپ کی بارگاہ عالی میں اور کیا تحفہ بھیجیں؟ ہمارے باتوں میں تو یہی صلاۃ اور سلام کا تحفہ ہے)۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

قیام بوقتِ سلام، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا معمول تھا:

وہابی حضرات جو مجلسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرنے کو ناجائز اور بریلویت کی ایجاد سمجھتے ہیں ان کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ آج سے چار سو برس پہلے کا معمول ہے جو اہل السنت والجماعت کے ہاں رائج تھا اور اس کو نجدی اور وہابی حضرات ناجائز قرار دیتے ہیں چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی نامور کتاب ''اخبار الاخیار'' کے ص ۶۲۴ پر کھڑے ہو کر سلام بحضور بارگاہ خیر الانام پیش کرنے پر بڑا عمدہ مضمون مرحمت فرمایا ہے:

''اے اللہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں، میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل اور لائق التفات ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری، محبت اور خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔ اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقینا تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعہ سے دعاء کرے وہ کبھی رد نہیں ہوگی (اخبار الاخیار ۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

☆☆☆☆☆

اہم تنبیہ:

اس موضوع کو ختم کرتے ہوئے مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء) کا یہ قولِ فیصل قارئینِ کرام کو سنا دوں:

''انگریزوں کے ہندوستان پر اقتدار کے بعد بدقسمتی سے مسلمان دو فرقوں میں بٹ گئے۔ دیوبندی اور بریلوی اور دونوں میں غلو ہے''۔

اس کے بعد مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی مدظلہ کی کتاب ''حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی'' سے ایک متوازن مضمون سنا کر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں:

''ہمارے یہاں عرصہ سے ہو یہ رہا ہے کہ دین وسیاست ہو یا علم وادب، زندگی کے ہر شعبہ میں خانے بنائے گئے ہیں، خطوط کھینچ کر ان خانوں کی تحدید کر لی گئی ہے اور اب ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ان فقہی، کلامی، تاریخی، ادبی، سیاسی مکاتب میں سے کسی ایک مکتب سے کلیتاً اتفاق کرے یا کلیتاً اختلاف اور ان خانوں میں سے کسی ایک خانہ میں خطوط سے بہت دور ہٹ کر دامن سمیٹ کر کھڑا ہو۔ اب اگر کوئی غریب اپنے دماغ سے بھی سوچنے کا عادی ہے، مسائل میں اس کی اپنی بھی رائے ہوتی ہے۔ اور وہ تحقیق کے بغیر کوئی قول تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور کسی ایک گروہ سے عمومی اور دوامی وابستگی ضروری نہیں سمجھتا اور ان قانون کے حدود کا شدت سے پابند نہیں، کسی مسئلہ میں خط کے اس پار والوں سے بھی متفق ہو سکتا ہے تو وہ ان دونوں خانوں کے ''مکینوں'' کی نظر میں اجنبی اور مشتبہ ٹھہرتا ہے کہ ہر مسئلہ میں جماعت سے متفق کیوں نہیں ہے؟ گروہ کا صد فی صد وفادار کیوں نہیں ہے؟ دوسری جماعت اور گروہ کو شر محض کیوں نہیں سمجھتا؟ اس کی رائے کے ساتھ اس کی نیت میں بھی اسے کلام کیوں نہیں ہے؟

بعض مسائل میں اس سے متفق کیوں ہے؟ افکار کے ساتھ کردار پر بھی نکتہ چینی اس کے مسلک میں ناروا کیوں ہے؟ جزئیات میں اختلاف کو اہمیت کیوں نہیں دیتا'' (مذکورہ کتاب ص۱۶،۱۷)

اس تنبیہ سے مقصد یہ ہے کہ برادران اسلام اپنے اندر قوت برداشت پیدا کریں اندھا دھند کفر اور نفاق کے فتوے صادر نہ کریں اور حضرت مولانا روم قدس سرہ کے اس شعر کو یاد رکھیں:

تو برائے وصل کرون آمدی　　　نے برائے فصل کردن آمدی

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کے بعض مشہور کرامات:

بارگاہ رسالت م آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت محدث دکن قدس سرہ کو شریعت اور طریقت دونوں کی دولت نصیب ہوئی۔ جس طرح آپ علومِ ظاہری میں تبحر رکھتے تھے اسی طرح طریقت میں آپ اپنے زمانے کے راہبر اور امام تھے۔ شریعت غراء (روشن) محمدی کا مبارک دامن اپنے ہاتھوں سے تھامے ہوئے راہ سلوک ایسے شاندار انداز میں طے فرمائی کہ دیکھنے والے حیران و ششدر رہ گئے۔ ایک طرف شریعت کے آئین و دستور کا حد درجہ ادب اور احترام ہے تو دوسری طرف طریقت میں بے انتہا احتیاط اور پاس ہے۔

برکفے جام شریعت برکفے　سندانِ عشق
برہوسنا کے نہ داند جام وسندان باختن

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

بزمِ محدث دکن میں شریعت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور معرفت کا پر کیف جام بھی پلایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! حضرت محدث دکن کی حیات طیبہ میں ظاہر اور باطن کا کتنا حسین امتزاج ہے۔ عارف رومی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اولیاء راہست قدرت از الہ　　تیر جستہ باز گردانند ز راہ

(اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک طاقت ملتی ہے کہ وہ نکلے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لوٹا دیتے ہیں)

اس حقیقت کی روشنی میں بھی عظیم البرکت حضرت محدث دکن قدس سرہ کی ذات پاک شمع محفل کی طرح جگمگاتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ لیکن کسی بھی روشنی کو دیکھنے کے لئے ظاہری روشنی کی نہیں ایمان ویقین، محبت اور عقیدت کے نور کی ضرورت ہے:

دل بینا بھی کر خدا سے طلب　　آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

ایک شعر اور بھی ملاحظہ فرمالیں:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

آنکھ والے تیرے جلووں کا تماشا دیکھے　　دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

موضوع سخن پر آنے سے پہلے قارئین کرام کو بخاری شریف کی ایک حدیث جو زیر نظر عنوان سے متعلق ہے سنانے کی عزت حاصل کی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

مقام محبوبیت رب العزت کی دین ہے:

عن ابی هريـرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب و ما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه و ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه وما ترددت عن شیء انا فاعله ترددی عن نفس المؤمن یکره الموت و انا اکره مساءته ولا بدله منه رواه البخاری وفی المشکاة للخطیب التبریزی وفی زجاجة المصابیح لابی الحسنات السید عبداللہ شاہ محدث الدکن الحیدر آبادی الهندی فی باب ذکر اللہ عزو جل والتقرب الیه۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ جس چیز کے ذریعہ مجھ سے نزدیکی حاصل کرتا ہے وہ چیز ہے جس کو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور (بندہ کا یہی عمل) مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ (فرائض اور نوافل کے جمع کرنے کی وجہ سے) میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں

بن جاتا ہوں جس کے ذریعہ سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور جب وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور جس کام کو میں کرتا ہوں اس میں تردد اور توقف نہیں کرتا لیکن اس بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں مجھے تردد اور تامل ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا سمجھتا ہے حالانکہ جس چیز کو وہ برا سمجھتا ہے میں اس چیز کو پسند کرتا ہوں اور موت سے کسی حال میں چارہ نہیں۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور خطیب تبریزی نے مشکاۃ میں اور محدث دکن مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نے زجاجۃ المصابیح میں ''باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ''میں بیان کیا ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ان مبارک بندوں یعنی اولیاء اللہ کے کانوں ان کی آنکھوں اور ان کے باقی اعضاء میں غیر اللہ کا حصہ ہی نہیں رہ گیا۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو ہمیں پھر یہ کہنے دیجئے کہ یہ ایک عظیم مقام اور مرتبہ ہے اس کے مقابلہ میں سانپ یا درندے کی تسخیر، غیب سے روٹی کی عطاء، انگور کے گچھے کا حصول یا پانی کا گھونٹ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ جب مولائے کریم اپنے بندے کو محض اپنی نوازش سے ایسے بلند درجات عطا فرمادیتے ہیں تو صحرا میں ایک روٹی یا چند گھونٹ پانی کیوں نہ عطا فرمائے گا۔

☆☆☆☆☆

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی ایک کرامت کا قرآن سے ثبوت:

اس حدیث قدسی کے بعد قرآن پاک کی آیت کے حوالہ سے حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم کرامت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ فلما راہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی (سورۃ النمل آیت ۴۰) (ترجمہ) جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یعنی حضرت آصف بن برخیا) نے عرض کیا میں اسے (یعنی حضرت بلقیس کے تخت کو) آپ کے پل مارنے سے پہلے حاضر کردوں گا پھر جب آپ (یعنی حضرت سلیمان) نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کی مہربانی سے ہے۔

تفصیل تو سورہ النمل آیت نمبر ۱۵ سے ۴۴ تک کی آیات میں ملاحظہ فرمائیں یہاں اتنا بتانا کافی ہے کہ جب ہدہد نے یمن کی ملکہ حضرت بلقیس کے تخت کی خبر دی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے تخت کو یہاں ملک شام میں کون لائے گا تو ایک جن نے عرض کیا کہ میں آپ کے اجلاس کے ختم ہونے سے پہلے لاؤں گا وہ تخت اسی (۸۰) گز لمبا، چالیس گز چوڑا اور (۸۰) گز بلند تھا حضرت آصف بن برخیاء نے چشم زدن میں لاکر رکھ دیا۔

صدر کی آیت سے ولی کی قوت، ولی کی رفتار، ولی کا حاضر و ناظر ہونا معلوم ہوا کیوں کہ حضرت آصف بن برخیاء کسی سے پوچھے بغیر ایسے وزنی تخت کو بغیر چھکڑے یا گاڑی کے آناً فاناً ہزاروں میل دور سے لا حاضر کردیا۔ یہ تخت حضرت آصف کی روحانی بشری قوت سے آیا۔ بنی اسرائیل کے ایک ولی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیاء کرام کی طاقت کا کیا حال ہوگا اور پھر خاتم النبیین کو کیسی عظیم طاقت ملی ہے، کیا کوئی اس کا اندازہ کرسکتا ہے۔ شاعر اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے دستِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ایک اور جگہ علامہ علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب وکار آفری، کارکشا کارساز

☆☆☆☆☆

کرامت اول:

اس تمہید کے بعد حضرت محدث دکن کی چند مشہور کرامتیں درج ذیل کی جاتی ہیں:

ا۔''نیکی گھر سے شروع ہوتی ہے'' اس قول کے مطابق یہ عاجز سب سے پہلے ان کرامتوں کا ذکر کرتا ہے جو اس عاجز سے متعلق ہیں۔ یہ عاجز انٹرمیڈیٹ کالج گلبرگہ شریف (کرناٹک) سے شعبہ دینیات کے برخاست ہونے کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی سے تخفیف کی زد میں آکر ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے سبکدوش کردیا گیا۔ اس دوران حضرت محدث دکن کی عظیم تالیف زجاجۃ المصابیح (عربی) کی طباعت شروع ہوئی۔ حضرت قدس سرہ نے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا پیلے کاغذ پر کاتب کے لکھے ہوئے اجزاء کا مقابلہ، پھر کاپی کو پتھر پر ڈالنے کے بعد پروف کا مقابلہ ہوگا اس کے لئے تم کو میرے ساتھ کام کرنا ہے! یہ عاجز حیران ہے کہ شہر کے بڑے بڑے اہل علم کو چھوڑ کر نظر انتخاب اس ناتجربہ کار اور ایک یونیورسٹی کے فارغ مرید پر کیوں پڑی، کہنے والے نے سچ کہا ہے:

داد حق را قابلیت شرط نیست

بلکہ شرط قابلیت داد اوست

ABUL EIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس فراغت کے زمانہ میں الحمدللہ دن کا بڑا حصہ ہمارے حضرت قدس سرہ کے ساتھ گذرتا۔ دفعۃً دائرۃ المعارف عثمانیہ یونیورسٹی فبروری ۱۹۵۲ء میں مصحح کی خدمت پر بغیر درخواست اور سفارش کے تقرر کا مراسلہ پہونچا۔ اور اس خدمت پر وہی کام انجام دینا تھا جو اس فراغت کے زمانہ میں یہ عاجز اپنے پیرومرشد کے ساتھ کام انجام دیا کرتا تھا۔ درحقیقت یہ میرے پیرومرشد کا تصرف اور کرامت تھی لیکن کیا ارشاد ہوا دیکھو تم نے حدیث شریف کی جو خدمت کی ہے یہ ملازمت اسی کا صلہ ہے یہ عاجز اسی ملازمت سے ۱۹۶۰ء میں دوبارہ شعبہ عربی میں بحیثیت لکچرار مامور ہوا اور ترقی کرتے کرتے پروفیسر اور صدر شعبہ بنا اور ۱۹۸۴ء میں وظیفہ حسن خدمت پر علحدہ ہوا۔ والحمدللہ علی ذلک۔

کرامت دوم:

۲۔ دوسری کرامت جو اس عاجز ہی سے متعلق ہے یہ ہے کہ ۱۹۸۶ء میں اس عاجز کو زبان عربی کی خدمات کے صلہ میں صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ عطا ہوا اور اعلان سے ایک ماہ قبل پیرومرشد قدس سرہ نے اس عاجز کو عالم رؤیا میں خوش خبری دی اور دلی یونیورسٹی کے پروفیسر عربی جناب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صاحب نے اس ایوارڈ کی خوش خبری سناتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ ''یہ آپ کے پیرومرشد کا تصرف ہے'' ورنہ کہاں یہ دورافتادہ دکن کا رہنے والے اور کہاں دلی کی وزارت تعلیم کا فیصلہ، سچ ہے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس سلسلہ میں ایک بات عرض کرنی رہ گئی ۱۹۵۲ء میں اس عاجز کو دائرۃ المعارف میں تقرر کے مراسلہ سے صرف ایک دن پہلے حکومت عدن کی طرف سے اس کے دارالحکومت مکلہ سے نظارت تعلیم پر چھ سو روپیہ سکہ کلدار کے مشاہرہ پر تقرر کا مراسلہ وصول ہوا۔ جب اس عاجز نے اپنے حضرت قدس سرہ سے عرض کیا تو ارشاد ہوا۔ ''میاں جاؤ کیا کریں گے، یہاں تو کوئی سلسلہ ملازمت نہیں'' دوسرے دن پھر جب دائرۃ المعارف (۸۰ تا ۱۲۵) سکہ عثمانیہ پر تقرر کا مراسلہ موصول ہوا تو یہ عاجز پھر حاضر ہوا تو ارشاد ہوا'' اب اس چھوٹے مشاہرہ کو چھوڑ کر بڑے مشاہرہ پر جانا لالچ ہے'' بس اس عاجز نے اپنے ارشاد پیر کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اس کے برکات کو زندگی بھر دیکھا اور اب بھی دیکھ رہا ہے۔ **والحمد للہ علی ذلک۔**

کرامت سوم:

۳۔ تیسری کرامت بھی جو اس عاجز ہی سے متعلق یہ ہے کہ یہ عاجز بچپن سے کمزور رہا ہے اور کثرت مطالعہ اور دورانِ تعلیم سخت محنت کی وجہ سے کئی بیماریوں کا شکار رہا۔ قبض معدہ دائمی تھا اور تالو میں اس شدت کا درد ہوتا تھا کہ جب درد زور پکڑتا تو فرش پر لیٹ جاتا اور اس بات کا انتظار کرتا کہ سر پھٹ جائے گا اور موت واقع ہو جائے گی مگر عظیم البرکت پیر کی خدمت میں شب و روز حاضری اور حضرت کے ساتھ آپ کی کتاب زجاجۃ المصابیح کی طباعت میں مشغولی نے ان ساری بیماریوں کو بغیر کسی یونانی یا انگریزی دواؤں کے کافور کر دیا اور الحمد للہ و ما شاء اللہ کہ ہم عمر احباب حیران رہتے ہیں کہ اس کی کیا اچھی صحت ہے۔

والحمد للہ علی ذلک ما شاء اللہ کان و ما لم یشأ لم یکن، و ھذا من فضل اللہ و کرمہ۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

کرامت چہارم:

۴۔ حضرت محدث دکن قدس سرہ نے زندگی بھر کوئی ملازمت نہیں کی، توکل کے وادی ایمن میں فن حدیث کی عظیم کتاب کی تکمیل میں جو ضخیم پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اپنی مبارک عمر کے چالیس سال گذارے۔ (۱۳۱۷ھ تا ۱۳۵۸ھ) یہ کتاب زجاجۃ المصابیح (عربی) حقیقت میں علماء کی ایک جماعت کا کام تھا یہ کتنی عظیم کرامت ہے کہ اذکار واشغال اور مریدین کی تربیت اور اصلاح اور گھریلو زندگی کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اتنی عظیم علمی دینی خدمت انجام دی۔

ہمارے حضرت نے اس مبارک تالیف کی تکمیل کے بعد اس کتاب کی طباعت کے لئے نہ تو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور نہ کسی امیر یا رئیس کے خزانوں کی طرف نظر اٹھائی بلکہ بارگاہ رب العزت میں یوں دعاء فرمایا کرتے: الٰہی کتاب کی تکمیل تو اس عاجز نے کردی، تیرے غیب کے بہت سے خزانے ہیں ان سے اس کی اشاعت کا سامان فرما۔'' جامعہ نظامیہ سے ملحق ایک ادارہ ''اشاعت العلوم'' کے نام سے ایک خطیر اور کثیر سرمایہ سے حکومت آصفیہ نے قائم کیا کہ علمی کام اس ادارہ سے شائع ہوں۔ تین سال تک زجاجۃ المصابیح اس ادارہ میں پڑی رہی مگر ارباب انتظام نے کوئی توجہ نہیں کی حالانکہ ہندوستان کے علماء کے کئی علمی کارنامے جیسے مولانا ادریس کاندھلوی کی التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح اس ادارہ کی رہین منت ہیں کہ کثیر صرفہ سے یہ کام شائع ہوئے مگر خود دکن کے اس فاضل گرامی کا کام ادارہ کی مطبوعات میں شامل نہ ہوسکا۔ بالآخر ہمارے حضرت نے اپنی اس کتاب کو واپس منگوالیا۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں حکومت ہند نے پولیس ایکشن کے نام سے فوجی کاروائی کرکے آصفی حکومت کے دوسوسالہ مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ

کردیا اوراس برصغیر پر بغداد اور قرطبہ کی روایات کو برقرار رکھنے والی ریاست کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون و ذلک تقدیر العزیز العلیم۔

برادر طریقت بیڑ کا مکاشفہ اور زجاجۃ المصابیح کی طباعت کا انتظام:

۱۹۵۱ء میں ہمارے ایک برادر طریقت حاتم دوران جناب الحاج محمد عبدالرزاق علیہ الرحمہ گتہ دار ضلع بیڑ (مہاراشٹرا) حسب معمول ذکر الٰہی میں مشغول ہیں مکاشفہ میں انہوں نے دیکھا کہ ہمارے حضرت کے گرد نور کا ایک ہالہ (کنڈل) ہے لیکن اس نور کو پھیلنے کا راستہ نہیں! انکو بڑی حیرانی ہوئی، ہمارے حضرت کے ایک شاگرد مولانا حکیم محمد صابر علیہ الرحمہ اورنگ آباد کالج (مہاراشٹرا) میں استاذ عربی تھے، ملاقات ہوئی تو اپنے اس مکاشفہ کا ذکر کیا تو موصوف نے فرمایا آپ کا مکاشفہ صدفی صد صحیح ہے۔ حضرت نے تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ کے نورانی ارشادات یعنی احادیث شریفہ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تالیف فرمائی ہے جو سراسر نور ہی نور ہیں اور راستہ یوں بند ہے کہ حضرت کے پاس اس کی اشاعت کے لئے کوئی سرمایہ نہیں ہے، تم راستہ نکالو اور ثواب دارین حاصل کرو۔ بس اللہ تعالیٰ ہمارے اس برادر طریقت کو جزاء خیر عطا فرمائے اور موصوف نے آخرت کی فلاح وکامرانی کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم کرلیا موصوف نے تخمینہ مصارف کے بعد آٹھ ہزار روپیہ فوراً روانہ کردیا اور الحمد للہ طباعت کا آغاز ہوگیا اور الحمد للہ صرف سات سال کے اندر یعنی ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۰ء تک زجاجۃ المصابیح (عربی) کی پانچوں جلدیں جو تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں زیور طباعت سے آراستہ ہوگئیں اور عالم اسلامی میں بالعموم اور عامۂ احناف کے لئے بالخصوص اور شائقین حدیث نبوی کے لئے ایک قیمتی تحفہ کی صورت میں جگمگا رہی ہیں۔ اس کتاب کا دوسرا

ایڈیشن کوئٹہ (پاکستان) سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا اور ابھی یعنی ستمبر ۱۹۹۳ء میں توثیق کے ساتھ یہ خبر ملی کہ دوسرا ایڈیشن بھی نایاب ہوگیا اور الحمد للہ تیسرا ایڈیشن بیروت سے شائع ہورہا ہے جو چند ماہ کے اندر شائقین کے ہاتھوں میں پہونچ جائے گا۔

زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ اس کے چار حصے نور المصابیح کے نام سے الحمد للہ حضرت محدث دکن کی حیات باکرامت میں زیورطبع سے آراستہ ہوگئے اور پھر آپ کے وصال پرملال کے بعد مزید چار حصے ۱۹۸۹ء تک شائع ہوگئے اس کے علاوہ زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ عربی متن کے ساتھ مع اعراب فرید بک اسٹال لاہور سے شائع ہورہا ہے۔

کرامت پنجم:

۵۔ برادر دینی ومحبِّ راہ یقینی نواب یوسف یار جنگ بہادر مرحوم وزیر فوج حکومت آصفیہ ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء بعزم حج بذریعہ طیارہ روانہ ہوئے۔ موصوف کو حضور غوث پاک ؓ سے بے پناہ عقیدت تھی، ہمارے حضرت نے بیان کیا کہ حضور غوث پاک نے نواب صاحب کو عالم رؤیا میں اپنی زیارت سے مشرف کیا اور ارشاد فرمایا کہ ’’تم تو ہمارے معتمد ہو، ہمارے پاس آجاؤ‘‘ قارئین دیکھ لیں ارشاد غوثیت م آب کن حالات میں تکمیل پایا۔ نواب صاحب کا طیارہ بمبئی سے جب روانہ ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ ڈائرکٹ فلائٹ ہے درمیان میں اس کا کہیں Stop نہیں ہے ورنہ یہ عقیدت مند دل وجان سے آرزومند تھے کہ بغداد شریف میں دوران وقفہ حضور غوث پاک کی زیارت کر کے حجاز مقدس روانہ ہوں۔ مگر دربارِ غوثیہ کا بلاوا کہ عین اس وقت جبکہ طیارہ بغداد کے قریب پہونچا اس میں کوئی فنی خرابی لاحق ہوئی اور چار و ناچار چند گھنٹوں کے لئے طیارہ کو ایمرجنسی اسٹاپ لینا ناگزیر ہوگیا، بہر حال بغداد ایر پورٹ پر

طیارہ اتر گیا۔نواب صاحب نے دریافت کیا کہ کتنی دیر یہ ٹھہرے گا؟ کپتان نے جواب دیا چار چھ گھنٹہ ٹھہرے گا، اس فرصت کو غنیمت جان کرنواب صاحب مرحوم ٹیکسی میں اپنے مرکز عقیدت دربار غوثیہ پہونچے، فاتحہ گذارنی اور ابھی درگاہ شریف میں ٹھہرے ہی تھے کہ دل کا دورہ پڑا اور جان عزیز کو کوئے جاناں کی خاک بنا دیا۔

جان ہی دیدی جگر نے آج پائے یار پر عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

اور ادھر حیدرآباد سے روانہ ہونے سے پہلے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر نواب صاحب نے عرض کیا تھا:

''حضرت اس دفعہ عید قربانی کے موقع پر اس خادم کو حضرت کیساتھ عید گاہ چلنے کا شرف حاصل نہ ہوسکے گا'' یہ سن کر حضرت محدث دکن، پیر روشن ضمیر نے فرمادیا تھا:

''اس وقت تک تو آپ غریقِ رحمت ہوجائیں گے''۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

قارئین دیکھ لیں:

''گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

یہ ہمارے حضرت کی کیا روشن کرامت ہے! واقعہ ہونے سے پہلے آپ نے اس کو بیان فرمادیا! برادرِ طریقت حضرت حسانِ دکن خواجہ عبدالعلی صدیقی نقشبندی القادری رحمہ اللہ نے ہمارے حضرت قدس سرہ کے ارشاد پر نواب یوسف یار جنگ علیہ الرحمہ کے اس واقعہ کو نظم فرمادیا یہاں نقل کیا جاتا ہے:

سلام تجھ پہ ہوا اے یوسف ابوالحسنات ترا نصیب ہے بدرِ منیر کیا کہنا
وہ لطفِ خاص وہ ہمدردی ذوی القربیٰ امیر ہاتھ کے دل کے فقیر کیا کہنا
ہو تیرے دل میں نہ کیوں اپنے شیخ کی عظمت ضمیر پھر ترا روشن ضمیر کیا کہنا
ہے تیرے ہاتھ میں فیضان دست قدرت کا یہ ہاتھ اور یہ دامانِ پیر کیا کہنا
یہ اوج اور یہ معراج اے خوشا تقدیر یہ تیرا سر یہ دستگیر کیا کہنا
ترا وصال بھی ہے راز قدرتِ قادر ہے تجھ پہ فضل خدائے قدیر کیا کہنا
تجلیوں کی ہے برسات صبح وشام جہاں وہاں کی خاک ہے تیری خمیر کیا کہنا
سلام اہلِ وطن کا قبول فرمالے پیام مضطربانِ دکن کا پہنچادے
الم ہے، یاس ہے، توہین ہے، اسیری ہے ہر اک غلام کو درکار دستگیری ہے

کرامت ششم:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۶۔ جناب میر بہادر علی جوہر جانشین صفی اورنگ آبادی نے حضرت محدث دکن کی یہ کرامت بیان کی ہے (ملاحظہ ہو حیات حسنہ از حسان دکن خواجہ عبدالعلی صدیقی علیہ الرحمہ ص ۵۳)

نواب ہاشم جاہ بہادر کی اہلیۂ محترمہ نظام ہفتم نواب میر عثمان علی خان بہادر کی بہو تھیں، سخت بیمار ہوگئیں، رسولی کا عارضہ تھا۔ آپریشن سے قبل محترمہ نے حضرت محدث دکن قدس سرہ سے ملاقات کی چوں کہ خطرناک آپریش کا موقع تھا اوران کی دانست میں زندگی کی امید نہ تھی دعاء مغفرت کی درخواست کی ہمارے حضرت نے یوں دعاء فرمائی:

''اللہ تعالیٰ عمل جراحی کامیاب فرمائے، صحت کاملہ اور شفاء عاجلہ عطا فرمائے، عمر دراز کرے، فلاح دارین عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر کرے''۔

اس طرح قطب زمانہ کی دعاء لے کر دواخانہ عثمانیہ میں شریک ہوگئیں آپریشن سے دو روز قبل موصوفہ نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ نے بنفس نفیس عمل جراحی فرمایا، رسولی نکالدی ہے اور ٹانکوں کی بجائے شکم کے دونوں پردے ملا کر اپنا لعاب دہن لگا دیا ہے۔

اس خواب کے تیسرے دن ڈاکٹر بہادر خان نے مقررہ تاریخ پر آپریشن کے لئے تیار ہوجانے کا انتظام کرنا چاہا موصوفہ نے ڈاکٹر صاحب سے کہا: اب آپریشن کی ضرورت نہیں، آپ ایکسرے کے بعد مجھے ڈسچارج فرما سکتے ہیں۔ بیگم صاحبہ کے اصرار پر جب ایکسرے لیا گیا تو ڈاکٹر بہادر خان سکتہ کے عالم میں تھے کہ رسولی کا پتہ تک نہ تھا۔ شاعر قرآن علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کار کشا کارساز

کرامت ہفتم:

۷۔ ہمارے حضرت کے چھوٹے صاحبزادے میاں سید شاہ رحمت اللہ۔ ایم۔ اے دام فضلہ سابق اکاؤنٹ آفسر زرعی یونیورسٹی آندھرا پردیش نے اس عاجز سے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے پائجامے جوانی کے عالم میں کافی لمبے سلوائے جو ٹخنوں سے کافی نیچے تھے، اتفاقاً ان پائنچوں پر ہمارے حضرت کی نگاہ پڑگئی، بیحد ناگواری کا اظہار فرمایا۔ جب

دیکھا گیا تو دھلے ہوئے اور نئے پائجامے سب کے سب خود بخود بغیر کترن کے ٹخنوں سے اوپر ہو گئے۔ میاں صاحب کو بڑی حیرانی ہوئی اور اس عاجز سے اس واقعہ کو بیان فرمایا۔ **اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا! آمین**

کرامت ہشتم:

۸۔ ہمارے حضرت کے ایک نواسے عزیزم سید شاہ محمد قادری بن سید شاہ احسان اللہ قادری (مقیم ٹورنٹو، کینڈا) نے بیان کیا کہ حضرت ناشتہ پر ہیں۔ اچانک ذرا سا توقف فرمایا اور زبان مبارک پر یہ الفاظ آ گئے "انا للہ و انا الیہ راجعون" پیرانی ماں صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا بھی دستر خوان پر تشریف فرما تھیں۔ یہ الفاظ سن کر فرمانے لگیں "کس کو مارے؟" فرمایا۔ ارے کس خیال میں یہ الفاظ نکل گئے اور سکوت اختیار فرمایا۔ اسی روز بارہ بجے دن شولا پور (مہاراشٹرا) سے تار وصول ہوا کہ ہمارے حضرت کے بڑے داماد مولانا سید یوسف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام و خطیب جامع مسجد شولا پور کا انتقال ہو گیا۔

☆☆☆☆☆

کرامات نور بصیرت کا نتیجہ ہیں:

واضح ہو کہ مذکورہ بالا سطروں میں کرامات کے عنوان سے حضرت محدث دکن قدس سرہ کے جن واقعات کا بیان قرطاس اور قلم کی زینت ہوا وہ نور بصیرت کی جلوہ سازیاں تھیں، در حقیقت مولائے کریم کے لطف اور عنایت نے ان حضرات کو عالم علوی سے ملا دیا ہے۔ اور ان عظیم انسانوں کو صفات ملائکہ سے متصف فرما دیا ہے اور اس ملکوتی تزکیہ اور صفائی کی وجہ سے

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

عجیب وغریب خارق عادات اس سے ظہور پاتی ہیں اوران مشاہدات سے تسخیر کائنات حاصل ہوجاتی ہے۔اس کوصوفیۂ کرام دل کی آنکھ کھلنے سے تعبیر فرماتے ہیں جب یہ آنکھ کھلتی ہے اور بصیرت کی کھڑکی کھل جاتی ہےتو کائنات کے اسرار اپنی کمین گاہوں سے نکل آتے ہیں اورانوار اپنی سیر گاہوں سے تجلی ریز ہونے لگتے ہیں،دل سے حجابات چھٹ جاتے ہیں،معانی الہیہ اور اسرار علویہ کاظہور ہوتاہےاور جب خیال کے آئینہ میں یہ انواراوراسرار تجلی فرماتے ہیں توچشمِ باطن ان کواس طرح ملاحظہ کرتی ہے جیسے ظاہری آنکھ عالم ظاہر کو پا کر دل وجود کی کچھاروں میں چھپی چیزوں کوملاحظہ کرتاہےاور ضمیرودل کے بھیدوں سے یہ نگاہ واقف ہوجاتی ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اس حقیقت کوشاعرحقیقت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے ایک اور پیرائے میں بیان کیا ہے وہ عارف ربانی کواسرار اور معارف اور معانی وحقائق کا شکاری قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس شکاری کا ادنی شکار تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسا عظیم المرتبت فرشتہ ہےفرماتے ہیں:

دردشتِ جنون من جبریل زبوں صیدے

اوراس شکاری کی نگاہ کہاں ہوتی ہے،اقبال پکاراٹھتے ہیں کہ:

یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

اللہ! اللہ! عارفوں کا کیا اونچا مقام ہے؟

ایسے ہی حضرات کے مکاشفات اورتصرفات کودیکھ کرعلامہ اقبال کی روح وجد میں آکر پکاراٹھی تھی:

ما ہنوز اندر ظلامِ کائنات　　او شریک انتظام کائنات

(کہ ہم عوام تو ابھی کائنات کے اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں اور بندۂ خدا حکم خداوندی سے کائنات کے انتظام اور اہتمام میں مشغول ہے)

اور یہ ''حقیقت میں دل کی جلوہ سامانیاں ہیں اور دل کی بیداریاں ہیں۔ چنانچہ علامہ اقبال دل کی بیداری ہی کو فاروقی اور کراری سمجھتے ہیں:

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری　　مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر! کہ دل خوابیدہ ہے جب تک　　نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

حضرت محدث دکن کے شمائل یعنی عادات اور اخلاق:

ما کہ در شکل یار حیرانیم　　سرِ اوصاف او کجا دانیم

ہر قوم اپنی تاریخ رکھتی ہے۔ لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ، ہم مسلمانوں سے زیادہ مستند تاریخ کسی قوم کے پاس نہیں پھر ہمیں تمام اقوام عالم میں اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ اسلام سیرت و کردار کا جو سانچہ اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے، تاریخ کے ہر دور میں اس سانچہ میں ڈھلی ہوئی بے شمار شخصیتیں ایک سے ایک عظیم تر دکھائی دیتی ہیں۔ دوسرا کوئی دین اور قوم ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان بلند و بالا شخصیتوں نے اپنے کردار کے چراغ جلائے ہیں۔ یہ حضرات بلاشبہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی زبان مبارک میں زمین کا نمک اور پہاڑی کے چراغ ہیں، جن سے نہ صرف ان کی ہم عصر دنیا رشد و ہدایت کا نور حاصل کرتی رہی بلکہ آج کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھی ان کے کردار کی شعاعوں سے ہم اپنی زندگیاں منور کر سکتے ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سیرت اولیاءکرام کی زندگیوں میں دیکھی جاسکتی ہے:

مذاہب عالم کو دیکھئے اور پیشوایانِ مذاہب کے حالات تلاش کیجئے یا تو وہ معدوم ہوگئے یا مسخ ہوکر رہ گئے۔ محبت اندھی ہوگئی، عشق رسوا ہوگیا، لیکن محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو دیکھئے کہ آپ کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا محفوظ ہے اور یہی آپ کی سیرت شریفہ کا اعجاز ہے:

کتنے نظام و فلسفے زیر و زبر ہوئے مگر
فرق کوئی نہ آسکا، اس کے کسی بھی بات میں

نہ صرف یہ کہ حیات طیبہ کتابوں میں محفوظ ہے بلکہ چودہ سو برس گذر جانے کے بعد آج بھی عرفاء اور اولیاء کی پاک زندگیوں میں دیکھی جاسکتی ہے ایسی جیتی جاگتی سیرت سے جو اہل اللہ کی زندگیوں میں موجود ہے روگردانی نوع انسانی کی بدنصیبی ہے جس کی وجہ سے عرب اور عجم تیرہ وتار ہے:

عالم ہمہ ویرانہ از چنگیزی افرنگ
معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

علماء ربانیین درحقیقت ''ورثۃ الانبیاء'' (انبیاء کے جانشین) ہیں۔ چنانچہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عالمتاب ''غنیۃ الطالبین'' (ص ۱۷۰) میں فرمایا ہے: ''علماء کی مجلس اختیار کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علماء کی ہم نشینی عبادت ہے نیز آپ نے فرمایا دل کے ساتھ سوچ بچار، جسم کے ساتھ محنت اور آنکھوں سے رونا اختیار کرو''۔

حضرت محدث دکن کا حلیہ مبارک:

حضرت محدث دکن کے شمائل کی ابتداء یہ عاجز (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) آپ کے حلیہ مبارک سے کر رہا ہے اور یہ پیروی ہے شمائل ترمذی کی جو اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عربی زبان میں امام ترمذی کی مقبول ترین کتاب ہے۔ حضرت محدث دکن کے چہرۂ مبارک پر ہر چیز نہایت موزوں اور مناسب تھی، بلند پیشانی، بینی مبارک ستواں تھی، ہر دو آنکھیں بہت موزوں اور خوبصورت تھیں۔ نگاہ مبارک میں تیز روشنی، ہر دو ابرو کمان ابرو کے پورے مصداق، کنپٹیاں اپنی جگہ بہت مناسب تھیں، داڑھی مبارک گھنی بڑی خوبصورت گرداور تھی۔ سر مبارک پر زلف سیمیں کانوں کی لو تک جھولتی رہتیں۔ سر مبارک پر ہمیشہ ہلکے زرد رنگ کا عمامہ بندھا رہتا جس کے اندر ہمیشہ ٹوپی جس پر نعلین مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقش کاڑھا ہوا تھا۔ سینہ مبارک چوڑا گویا صحنِ باغِ اصفیاء کیوں نہ ہو کہ وہ شاہ کونین کے شرح صدر کا حاشیہ ہے۔ گردن صراحی دار تھی اور بلند تھی جو سرداری کی علامت ہوتی ہے۔ آپ کا قد میانہ گویا سرو باغ مصطفی تھا۔ ہر موسم میں سواء موسمی لباس کے آپ سپید ہی کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ زرد رنگ کا منقش صدریہ پہنا کرتے، عباء کبھی زرد ہوتی کبھی سیاہ، ہتھلیاں پُر گوشت ریشم سے زیادہ نرم ملائم، کلائیاں لمبی لمبی، جس پر دست کرم پھیرا شفایاب ہوا۔ شکم مبارک سینے سے بالکل ہموار۔ پائے مبارک پر گوشت اور گہرا، پائجامہ شلوار نما چست جو نصف پنڈلی تک رہتا۔

اس موقع پر ایک صحابی کا واقعہ یاد آ گیا۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

صحابی کو ملاحظہ فرمایا کہ نیچا تہبند باندھے جارہے ہیں۔ منع فرمایا اور ارشاد ہوا:

امالک فی اسوۃ

(کیا میرے طرز عمل میں تمہارے لئے نمونہ نہیں؟)

بیشک عاشق کو حکم کی ضرورت نہیں۔ نشان قدم کی ضرورت ہے۔ وہ اسی پر مرمٹتا ہے۔ موشگافیاں اہل عقل کو مبارک ہوں۔ اسی موقع پر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فلاحق للازار فی الکعبین (تہبند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں ہے)

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ ازارۃ الخ)

اللہ اللہ! دنیا میں حقوق کی ایسی پاسداری کس نے کی ہوگی؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بات سب نے سنی ہوگی لیکن حقوق الاعضاء کی بات نہ سنی ہوگی۔ کیا خوب ارشاد ہے کہ جسکا جو حق ہے وہی اس کو ملنا چاہئے۔ ایک کو زیادہ دے کر دوسرے کا حق تلف کرنا بڑا گناہ ہے۔ ہماری بربادی کی اصل وجہ یہی حق تلفیاں ہیں:

انقلابات جہاں کی بنیاد
حق جو حق دار کو نہیں ملتا

ہمارے حضرت قدس سرہ نے ہمیشہ ہندوستانی جوتا پہنا، جسے سلیم شاہی پاپوش کہتے ہیں۔ آپ کی رفتار ایسی نرم تھی کہ برابر کے آدمی کو کبھی چلنا محسوس نہ ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عباد الرحمن کی شان میں جو ارشاد ربی ہے "یمشون علی الارض ھونا" (زمین پر فروتنی کے ساتھ یعنی دبے پاؤں چلتے ہیں) اس کی تفسیر عملاً آنکھوں سے دیکھی جارہی ہے۔ یہ رحمان کے خاص بندے ہیں ان کی چال ہی نرالی ہوتی ہے ان کی رفتار دیکھ کر اندازہ ہوجاتا ہے کہ

وقار و متانت کا ایک پیکر رعنا چلا آ رہا ہے جس میں نہ مغرور لوگوں کی رعونت کا کوئی نشان ہے نہ بے فکرے، سفلی مزاجوں کا چھچھوارا پن ہے۔

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کی سادگی کا بیان:

ہمارے حضرت قدس سرہ کی گذر اوقات بہت ہی سادہ تھی۔ گھر میں فرش زمین پر ایک گدا ہوتا اس پر استراحت فرماتے تھے، غذا دو دو وقت تناول فرماتے تھے۔ صبح بعد اشراق۔ دو روٹیاں، ایک روٹی عموماً نہاری کے ساتھ اور دوسری روٹی دودھ اور موسمی میوہ جیسے موز یا آم کے موسم میں آم کے ساتھ کھانے کے بعد اور سہ پہر میں چائے بھی نوش فرماتے۔

گھر پر یا مسجد میں ہٹو! بڑھو! رکو! کا کوئی سوال نہیں ہمیشہ دربار ہر ایک کے لئے کھلا رہتا تھا۔ ہندوستان کے ایک عالم جو استاذ محترم مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ) کے قریبی عزیز تھے حیدرآباد تشریف لائے، کسی نے ہمارے حضرت کا پتہ دیا تو سہ پہر حسینی علم پہونچے، ہمارے حضرت کی مسجد کے سامنے سڑک پر دریافت کیا کہ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب کا مکان کہاں ہے؟ ملنے کے اوقات کیا ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت کے پاس یہ سارے تکلفات نہیں ہیں، مسجد کے اندر تشریف لیجائیں اور ملاقات فرمالیں۔ موصوف سرتا پا حیران! کہ ایسی عظیم ہستی اور یہ سادگی! مسجد کے اندر تشریف لائے اور دیکھا کہ ہمارے حضرت تشریف فرما ہیں بے حد متاثر ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر کہہ پڑے:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اک اشارہ میں بدل دیں جو نظام ہستی

مسجدوں میں کہیں ایسے بھی امام ہوتے ہیں

اس موقع پر ہمارے حضرت کی سادگی اور آپ کے قلمی فیضان خصوصاً عربی میں زجاجۃ المصابیح فن حدیث کی معرکۃ الآراء کتاب کی تالیف اور اردو میں دس معیاری کتابوں کی تصنیف سے شریعت اور طریقت کے میدان میں جو عظیم نفع امت کو پہونچ رہا ہے، اس کی روشنی میں ذیل کے اشعار آپ پر حرف بہ حرف صادق آتے ہیں:

ایں سادگی اوست کہ بسمل دو جہان است　　در دست نہ تیر یست نہ در دست کمان است

در میکدہ از مستی چشمِ تو نشان است　　در مدرسہ از جنبش لعل تو حکایت

☆☆☆☆☆

کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھو کر نہ پونچھنے میں کیا حکمت ہے:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ہمارے حضرت کی عادت تھی کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر نہ پونچھتے۔ اس مبارک سنت کی حکمت ایک دوست نے سمجھائی۔ فرمایا کہ ایک سرجن ہاتھ دھو کر سیدھے آپریشن تھیٹر میں تشریف لے گئے جب ان سے پوچھا کہ ہاتھ دھو کر کیوں نہ پونچھتے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہر چیز پر جراثیم موجود رہتے ہیں تولئے پر بھی جراثیم موجود رہتے ہیں، اگر پونچھ لیتا تو بالکل ممکن تھا کہ جراثیم منتقل ہو کر میرے ہاتھ پر آتے اور پھر مریض کے جسم میں منتقل ہو جاتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فائدہ میں وہی رہے جنہوں نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنتوں پر آنکھیں بند کر کے عمل

کیا، جنہوں نے آنکھیں کھولیں اور عقل کو کام میں لگایا نقصان میں رہے۔ جو بات عقل والوں کو چودہ سو برس بعد سمجھ میں آئی وہی بات دل کو اس وقت سمجھ میں آ گئی تھی۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیسی دل لگتی بات کہہ دی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ’’انسانی کوششوں کو بہت ہی مختصر کردیا‘‘ یعنی جو بات صدیوں میں سمجھ میں آ سکتی تھی، منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں سمجھا دی۔ اسی لئے ہمارے بزرگ کہتے ہیں شرعی معاملات میں عقل کو کام میں نہ لاؤ، دل کو کام میں لاؤ اور دیوانہ وار کام کرو۔

شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

کھانے کے آداب میں سرکار مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

فسم اللہ تعالی و کل بیمینک مما یلیک (شمائل ترمذی حدیث نمبر ۳)

(بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور جو کچھ سامنے رکھا ہوا ہو اسکو داہنے ہاتھ سے کھاؤ)۔

افسوس کہ تہذیب جدید میں اسی مبارک سنت کا کیسے مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اغیار نہیں ہم خود مجرم ہیں۔ کیسی بسم اللہ کس کی بسم اللہ بیٹھے بیٹھے کھڑے ہو گئے اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر چلتے پھرتے کھاتے پیتے ہیں۔ کس کا داہنا ہاتھ اور کیسا اپنے آگے سے۔ سب کے آگے سے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آج تجدید عہد کی ضرورت ہے کہ ہم ہر اس رسم کو خاک میں ملا دیں جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

حضرت محدث دکن قدس سرہ کو خوشبو بیحد مرغوب تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ سراپا مہک ہیں۔ خصوصاً رمضان المبارک میں نماز عشاء کے آغاز سے پہلے جب عطر لگایا جاتا تو ماشاءاللہ پوری مسجد مہک اٹھتی تھی۔

چہرہ مبارک ہمیشہ روشن رہتا تھا، تبسم زیر لب رہتا، ایسی خندہ پیشانی کے دیکھنے والے کے دل کی کلیاں کھلتی رہتیں، اس میں ایک عظیم درس ہے شاہ اور وزیر، علماء مشائخ، حاکم اور افسر سب کے لئے ہمارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ بڑائی کا راز منہ بسورنے میں ہے۔ یہ محض خام خیالی ہے بڑائی تو اس کی ہے جس کی ٹھوکر میں دنیا ہو پھر بھی وہ مغرور نہ ہو بلکہ مسکراتا ہو۔

ہمارے حضرت مجلس میں ایسے شرمائے شرمائے بیٹھتے کہ کوئی کیا بیٹھے گا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھتے تھے۔ ایسی بے حیائی تو ہم کو جدید تہذیب نے سکھائی ہے۔ ہمارے حضرت گفتگو فرماتے تو صاف صاف، ٹھہر ٹھہر کر، آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے، ہر بات کو دہراتے کہ سمجھنے والا اچھی طرح سمجھ لے، نہ ضرورت سے زیادہ گفتگو فرماتے اور نہ ضرورت سے کم۔ لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ بولنے پر آئیں تو بولتے چلے جائیں اور عمل سے بیگانہ۔ یہ حضرات تو سراپا کتاب اور سراپا عمل تھے۔

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کی دلدہی کی چند باتیں:

ہمارے حضرت اتباع سنت میں مزاح بھی فرمایا کرتے تھے کہ مزاح بہار حسن ہے۔ ایک مرتبہ حضرت کی مجلس میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب چائے نہیں پیتے ہیں، یہ سن کر ارشاد ہوا میاں! بہت اچھا ہے خرچہ کم ہوتا ہے۔ کبھی کوئی واقعہ بھی حاضرین کی دلجوئی کے لئے سنا دیا کرتے ایک بڑا دلچسپ واقعہ سنایا۔ پچھلے زمانہ میں شہر حیدرآباد میں آبرسانی کا انتظام ناقص تھا۔ مضافات شہر میں جل پلی پہاڑی شریف سے قریب ایک چھوٹا

قریہ ہے وہ پائیگاہ کا علاقہ تھا وہاں سے پانی کی سربراہی صرف علاقہ پائیگاہ کے ملازمین کے لئے مختص تھی اور یہ پائیگاہ کے نواب صاحب کا حکم تھا دوسرے لوگوں نے پانی کی عدم سربراہی سے پریشان ہوکر اس محلہ کے ایک شاعر صاحب سے اس کا ذکر کیا۔تو ان شاعر نے ایک شعر لکھا اور کہا کہ اس شعر کو پانی کے نل کے پاس لٹکادیں وہ شعر یہ تھا:

فرات اس نے کیا بند اس نے جل پلی

امیر شام کا بیٹا ہے یہ امیر کبیر

پائیگاہ کے نواب صاحب کو خبر پہونچادی گئی کہ کسی صاحب نے پانی کی سربراہی کی جگہ یہ شعر لٹکادیا ہے۔نواب صاحب یہ سن کر بیحد پشیمان ہوئے اور حکم دیا کہ بھائی پانی کی سربراہی سب کے لئے عام کردو!اس شاعر نے تو مجھے یزید بنادیا۔اللہ مجھے معاف فرمادے۔

ہمارے حضرت کو نعت شریف سننا بیحد پسند تھا۔اکثر مجلسوں میں نعت خوان اصحاب نعتیہ اشعار اور قصیدے سنایا کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ نعتیہ اشعار سننے سے حب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تازہ ہوتی ہے اور طبیعت میں نرمی اور توازن پیدا ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت کے اخلاق حسنہ سے متعلق بہت سی باتیں قابل ذکر ہیں،آپ نرم طبیعت تھے،نہ کسی کی مذمت فرماتے اور نہ کسی کا عیب بیان فرماتے،کوئی بھی کچھ مانگتا فوراً عطا فرمادیتے،اکثر نادار طلباء حاضر خدمت ہوتے اور مدرسہ کی فیس اور امتحانات کی فیس کی ضرورت عرض کرتے فوراً عنایت فرمادیا کرتے۔

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت نامعقول بات پر تنبیہ بھی فرمادیا کرتے:

ہمارے حضرت کی ایک عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ ہرایک ایسی دلدہی اور رغبت سے باتیں فرماتے کہ اس کا جی خوش ہوجاتا۔ ناگوار بات کا زبان سے اظہار نہ فرماتے بلکہ حاضرین چہرہ مبارک سے اندازہ لگالیتے البتہ بعض وقت حاضرین میں سے کوئی خلاف ادب بات کرتا تو اس کو فوراً متنبہ فرمادیتے۔ چنانچہ ایک صاحب نے سوال کیا آپ ارشاد فرمائیں کہ حضرت علی حق پر تھے یا حضرت معاویہ؟ یہ سن کر ہمارے حضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ارشاد فرمایا:

''میاں! خوب یادرکھو قیامت میں آپ کو منصف بناکر آپ سے یہ سوال ہونے والانہیں ہے کہ آپ کو ان حضرات کے بارے میں فیصلہ دینا ہے، میاں! آپ اپنی قبر کو روشن کرنے کے کام کرو، ایسی باتوں میں کیوں پڑتے ہو جن کا سوال تم سے ہونے والانہیں''۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کی نماز کا حال:

ہمارے حضرت کی عبادت اور ریاضت کا حال نہ پوچھیئے۔فرض ہو یا سنت ہو یا نفل ایسا طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدہ ہوتا کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ قدم مبارک متورم رہتے۔ ہر رکعت پانچ منٹ سے کم میں پوری نہیں ہوتی تھی۔ اللہ! اللہ!۔ اولیاء اللہ کی کیسی نیاز مندی ہوا کرتی تھی۔ حدیث شریف میں جو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ''ان فی الصلاۃ لشغلا'' (بیشک نماز میں ایک بڑی مشغولی ہے) اس کا پورا نقشہ عملی صورت میں دیکھنے والے کے سامنے آجاتا تھا۔ دورانِ نماز بحالتِ قیام سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی

جیسے جوش مارتی پتیلی سے آتی ہو۔

ہم غلامان محبوبین بارگاہ ایزدی سبحانہ وتعالیٰ تو یوں دعاء کرتے ہیں:

تہجد کی جاگی نگاہوں کا صدقہ
مرے بختِ خفتہ کو آکر جگادے
(کاوش)

ایک محفل میں داعی محفل نے اس عاجز سے تلاوت کلام پاک کی فرمائش کی تو اس عاجز نے سورہ یونس کی آیت نمبر (٦١) سے آیت نمبر (٦٥) تک پانچ آیتیں تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی اور جب ”الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون“ پر پہونچا تو اس عاجز گناہ گار نے دل میں خیال اپنے پیر و مرشد قدس سرہ کا رکھا۔ جب تلاوت ختم ہوئی تو حضرت قبلہ نے فرمایا۔ جزاک اللہ خیراً۔

ہمارے حضرت کی مزاح اور دلدہی کی باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا کہ عبادت اور ریاضت کا ذکر آ گیا۔ اب ایک اور واقعہ حضرت کا بیان کیا ہوا سن لیں، تاکہ مسلمانوں کے اخلاق حسنہ کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

حکومت آصفیہ کے چھٹے بادشاہ حضرت میر محبوب علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا دور اقتدار ہے۔ سالار جنگ اول وزیر اعلی ہیں۔ اس وزیر کے ایک عالم دوست تھے اور وہ ضرورتمندوں کی خوب سفارش کیا کرتے۔ سالار جنگ اول سفارش سنتے سنتے تھک گئے تو کہا: حضرت اب یہ آپ کی آخری سفارش ہے۔ آئندہ آپ زحمت نہ فرمائیں۔ دوسرے دن ایک اور ضرورت مندان حضرت کے پاس پہونچ گئے۔ یہ حضرت ان کو پھر لیکر سفارش کے

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

لئے سالار جنگ اول کے پاس حاضر ہوئے اور کہا۔ جناب عالی! یہ تلوار بھی ساتھ ہے آپ میری زبان کاٹ دیں، یہ آخری سفارش قبول کرلیں آئندہ نہ تو زبان رہے گی اور نہ میں سفارش کرسکوں گا! سالار جنگ بیحد متاثر ہوئے اور کہا حضرت آئندہ سے آپ کی ہر سفارش قبول کی جائے گی آپ سفارش کرتے جائیں اور میں سفارش قبول کرتا رہوں گا۔

☆☆☆☆☆

ہمارے دادا پیر اور نظامِ ششم:

نظام ششم کا ذکر آ گیا تو ایک اور واقعہ ہمارے حضرت کی زبان سے سنا ہوا قارئین کرام کو بھی سنا دوں۔

نواب میر محبوب علی خان بڑے ولی صفت بادشاہ تھے اور اہل اللہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔شہر کے اولیاء کرام کی خدمت میں حاضری دیا کرتے چنانچہ ہمارے دادا پیر حضرت سید محمد بادشاہ بخاری (م ۱۳۲۸ھ) قدس سرہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے اور دل میں یہ خیال رہتا کہ حضرت کچھ فرمائیں اور میں تعمیل حکم کروں! لیکن ہمارے دادا پیر قدس سرہ کبھی کچھ نہیں فرماتے۔ایک مرتبہ جب بادشاہ اٹھنے لگے تو فرمایا: بادشاہ! آپ سے کچھ کہنا ہے۔ بادشاہ بیحد خوش ہوئے اور ہمہ تن گوش بن کر ادب سے کھڑے ہو کر سننے لگے، ہمارے دادا پیر حضرت نے فرمایا: آپ آئندہ سے تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ آیا کریں گے، لوگوں کو معلوم ہو جائے گا اور لوگ سفارش کے لئے فرمائش کریں گے اور میں آپ کے پاس سفارشی خطوط لکھا کروں گا یہاں تک کہ آپ کو نا گوارا

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ہونے لگے گا اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کو ناگوار خاطر ہو:

بندۂ مومن کا دل بیم و رجا سے پاک ہے　　　قوتِ فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

(علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

ہمارے حضرت کا انداز تربیت عجیب تھا ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ انسانوں میں کمتر ذات دو ہیں ایک دھیڑ دوسرے مانگ۔ گویا مانگ یعنی لوگوں سے سوال کرنا انسان کے لئے بدترین ذلت وخواری کی بات ہے۔

ہمارے حضرت قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ دینداری کا کمال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا مسلمان کو کامل اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ہمارے حضرت اتباع سنت میں ہر اچھے کام کو داہنی طرف سے شروع فرماتے جیسا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک جوتا پہنے تو چاہئے کہ داہنے جانب سے پہلے جوتا پہنے اور جب کوئی جوتا اتارے تو بائیں جانب سے اتارنا چاہئے، دایاں پاؤں جوتا پہننے میں مقدم ہو اور اتارنے میں مؤخر، ہمارے حضرت جب مسجد سے باہر نکلتے تو بایاں پاؤں پہلے باہر نکال کر بائیں جوتے پر رکھتے پھر داہنے پیر کو سیدھے جانب کے جوتے میں ڈالتے، بعدازاں بایاں جوتا پہنتے۔ اور جب مسجد میں داخل ہوتے تو اس کی برخلاف عمل ہوتا یعنی جب مسجد میں داخل ہوتے تو پہلے سیدھے پیر کو مسجد میں داخل فرماتے پھر بائیں پیر کو جوتے سے نکال کر جوتے پر رکھتے پھر سیدھے پیر کو جوتے سے نکالتے اور سیدھے پیر کو مسجد میں داخل فرما کر مسجد میں تشریف لاتے۔

☆☆☆☆☆

عمامہ باندھنے کی سنت عوام وعلماء دونوں نے ترک کردی ہے:

پچھلے سطور میں ہمارے حضرت کے عمامہ باندھنے کا ذکر گذرا ہے اس سلسلہ میں یہ بات یاد رہے کہ اس مبارک سنت کو نہ صرف عوام بلکہ علماء نے بھی ترک کردیا ہے حالانکہ جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا (شمائل ترمذی) حضرت علامہ یوسف نبہانی (م ۱۹۳۱ء) قاضی القضاء بیروت (لبنان) اپنی کتاب وسائل الوصول الی شمائل الرسول میں تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا عمامہ باندھا، اس کا ایک گوشہ میرے مونڈھے پر ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے بدر اور حنین کے دن ایسے فرشتوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی جو اس طرح عمامے باندھے ہوئے تھے۔ یہ بھی فرمایا ''عمامہ مسلمان اور کافر کے درمیان ایک امتیازی فرق ہے''۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کسی شخص کو اس وقت تک کسی شہر کا حاکم مقرر نہیں فرماتے تھے جب تک کہ اس کو عمامہ نہیں بندھواتے تھے، عمامہ کا طرز یہ ہوتا کہ اس کا ایک پلہ دائیں مونڈھے پر کان کی طرف ڈالا جائے۔

حضرت عبداللہ بن خازم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وہ جمعہ، عیدین اور جب لڑائی میں فتح پاتے تو بطور تبرک پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنایا تھا (اصابہ، طبقات ابن سعد ۵ / ۳۴)

پچھلے اوراق میں ہمارے حضرت علیہ الرحمہ کی دلدہی کی باتیں بیان کی گئیں دو ایک باتیں رہ گئیں ان کو بھی سن لیں۔

علم حدیث میں ہمارے حضرت کے استاذ مولانا عبدالرحمن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو اپنے والد مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت شاہ اسحاق دہلوی کے شاگرد ہیں۔ مولانا عبدالرحمن سہارنپوری فرمایا کرتے ”**لکل شیء آفة وللعلم آفات**“۔

یعنی ہر چیز کے حاصل ہونے میں ایک نہ ایک رکاوٹ ہوا کرتی ہے اور علم کے حاصل ہونے کے لئے رکاوٹیں ہی رکاوٹیں ہوا کرتی ہیں۔ **وللعلم** کے بعد آفات کے الف کو بڑی دیر تک لانبا کر کے پڑھتے تھے جیسے مد طویل کو دراز کیا جاتا ہے۔

مولانا سہارنپوری کے درس میں کئی طلباء تھے ان میں ایک طالب علم خود کو بڑا معقولی اور بڑا دانشور سمجھتا تھا اور ان میں خوب احساس برتری تھا سارے طلباء جیسے ہی وہ آتے تو ان کو **لاشی** ”لاشی“ (یعنی کوئی چیز نہیں، کوئی چیز نہیں) کہہ کر آواز دیا کرتے۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت پیر جماعت علی شاہ نقشبندی اور وہابیت کا رد:

ایک اور ایسا ہی واقعہ ہمارے حضرت سنایا کرتے تھے اس واقعہ میں ایک قسم کا مزاح (دلدہی) بھی ہے اور ایک مسئلہ کا حل بھی۔

وہابی لوگ ایصال ثواب کے بارے میں ایک نامعقول بات یوں بیان کرتے ہیں کہ ایصال ثواب مردوں کے حق میں درست ہے مگر دن، تاریخ اور وقت اس سلسلہ میں جو مقرر کیا جاتا ہے وہ بدعت ہے امیر الملت محدث علی پوری حضرت پیر جماعت علی شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۵۱ء) اس کا جواب یوں دیا کرتے:

''ارے وہابی سے پوچھو کہ وہابی کے باپ نے اس کی ماں سے جب شادی کی تھی تو دن، تاریخ اور وقت مقرر کر کے اس کی ماں کو لایا تھا یا دن تاریخ اور وقت کے تعین کے بغیر سسرال کے گھر میں اچانک گھس کر وہابی کی ماں کو اٹھا کر لے آیا''۔

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کی اعمال پر مداومت:

اخلاق کا سب سے مقدم اور ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس کام کو اختیار کرے اس پر اس قدر استقامت کے ساتھ قائم رہے کہ گویا وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ انسان کے سوا تمام دنیا کی مخلوقات صرف ایک ہی قسم کا کام کرسکتی ہیں اور وہ فطرۃ اسی کی پابند ہے۔ آفتاب صرف روشنی اور گرمی بخشتا ہے، اس سے تاریکی ظاہر نہیں ہوسکتی۔ رات تاریکی ہی پھیلاتی ہے اس سے روشنی نہیں نکل سکتی۔ درخت اپنے موسم ہی میں پھلتے ہیں اور پھول ایام بہار ہی میں پھولتے ہیں۔ حیوانات کا ایک ایک فرد اپنے مقررہ افعال اور صفات سے سرِ مو تجاوز نہیں کرسکتا۔ لیکن انسان اپنے مالک کی طرف سے مختار پیدا ہوا ہے وہ آفتاب بھی ہے اور رات کی تاریکی بھی۔ اس کے جوہر کا درخت ہر موسم میں پھلتا ہے اور اس کے اخلاق کے پھول ایام بہار کے پابند نہیں وہ حیوانات کی طرح کسی ایک ہی قسم کے اعمال اور اخلاق پر مجبور نہیں۔ وہ با اختیار پیدا کیا گیا ہے اور یہی اختیار اس کے مکلف اور ذمہ دار ہونے کا راز ہے۔

لیکن اخلاق کا ایک دقیق نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی شدت سے پابندی کرے اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر عمل کرے کہ وہ اپنے اختیار کے باوجود گویا وہ اس کام کے کرنے پر مجبور ہے اور لوگ دیکھتے

دیکھتے یہ یقین کرلیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات اس شخص سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی گویا اس سے یہ افعال اس طرح صادر ہوتے ہیں جیسے آفتاب سے روشنی، پھل دار درخت سے پھل اور پھول سے خوشبو، کہ ان سے کسی حالت میں الگ نہیں ہوسکتیں۔ اسی کا نام استقامتِ حال اور مداومت عمل ہے چنانچہ یہ مشہور قول ہے "الاستقامة فوق الکرامة" (استقامت کرامت پر فوقیت رکھتی ہے)۔

ہمارے حضرت قدس اللہ سرہ اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے۔ جس کام کو جس طریقہ سے جس وقت آپ نے شروع فرمایا اس پر برابر شدت کے ساتھ قائم رہتے تھے۔ آپ کے معمولات کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے" جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہوا ہوگا کہ آپ کے تمام اخلاق اور اعمال کس قدر پختہ اور مستحکم تھے کہ کبھی زندگی بھر ان میں ذرہ برابر بھی فرق پیدا نہیں ہوا۔ نمازوں کی پابندی، مستحب اوقات میں پنجگانہ نمازوں کو باجماعت ادا کرنا، نماز فجر کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ تک ذکر اور مراقبہ کی مجلس کا برپا کرنا۔ نمازوں کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا، رمضان کے مبارک مہینہ میں تراویح میں ایک قرآن کا سننا اور آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا اور تہجد کی نماز میں ایک اور قرآن پاک کا دور سننا یہ اور اسی قسم کی کئی باتیں ہیں جس کی ہمارے حضرت نے پابندی فرمائی ہے جیسا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادتوں اور اعمال کے متعلق ام المؤمنین نے جواب دیا: کان عمله دیمة آپ کا عمل جھڑی ہوتا تھا یعنی جس طرح بادل کی جھڑی جب برسنے پر آتی ہے تو نہیں رکتی اسی طرح آپ کا حال تھا کہ جو بات ایک دفعہ آپ نے اختیار کرلی، ہمیشہ اس کی پابندی کی۔ چنانچہ صحیح بخاری کے کتاب الادب اور ابوداؤد کے آخر

کتاب الصلوۃ میں ارشاد ہے:

ان احب العمل الی اللہ ادومہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ کام ہے جس پر انسان سب سے زیادہ مداومت کرے)

جس کام کے کرنے کا جو وقت آپ نے مقرر کرلیا تھا اس میں کبھی اختلاف نہیں ہوا، نماز اور تسبیح وتہلیل کے اوقات، نوافل کی تعداد، خواب اور بیداری کے مقررہ ساعات، ہر شخص سے ملنے جلنے کے طرز وانداز میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اور یہی مسلمانوں کی زندگی کا دستور العمل ہونا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کا توکل:

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کیمیائے سعادت'' میں فرماتے ہیں، توکل، اللہ تعالی کے مقرب اور محبوب لوگوں کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ اللہ تعالی نے توکل ہی کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے اور حکم دیا کہ ہر آدمی کیلئے توکل ضروری ہے۔ ارشاد ہورہا ہے، ان اللہ یحب المتوکلین، یعنی خداوند عالم توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ، (جو آدمی خدا پر توکل کرتا ہے خداوند قدوس اسکے لئے کافی ہے) ألیس اللہ بکاف عبدہ (کیا خداوند عالم اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں) اور بھی کئی آیتیں توکل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اگر بندہ خداوندِ قدوس پر توکل کرے تو وہ اسکو اس طرح روزی پہونچاتا ہے جس طرح پرندوں کو، کہ وہ صبح بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جو بندہ مجھ پر توکل کرتا ہے، میں اس کو دنیا کے تمام مکر وفریب سے نجات دلاتا ہوں اور اسکی ساری مشکلات حل کرتا ہوں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے ایک راہب (تارک الدنیا) سے دریافت کیا کہ تیری روزی کا کیا ذریعہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ روزی دینے والے سے دریافت کرو کہ کہاں سے دیتا ہے؟

توکل ایمان کی روشنی سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک کیفیت ہے جو دل میں ایمان کی وجہ سے جاگزیں ہوتی ہے اور اسی کا نتیجہ توکل ہے۔ اولیاء اللہ اسی توکل پر اپنی خانقاہوں کا نظام چلایا کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اعرابی نے دریافت کیا کہ اونٹ کو نکیل باندھ کر توکل کروں یا یوں کھلا چھوڑ دوں؟ ارشاد ہوا! اعقل و توکل (باندھکر توکل کر) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے جو سمجھ بوجھ دی ہے۔ انسان اسکو کام میں لائے اور پھر اپنے کاموں کو اللہ تعالی کے حوالے کردے۔ ہمارے حضرت محدث دکن قدس سرہ کی پوری زندگی توکل کا پیکر تھی۔ صرف دو واقعات پر یہاں اکتفاء کیا جاتا ہے، ہمارے حضرت نے روزی کے لئے کسی قسم کی ملازمت اختیار نہیں فرمائی زندگی بھر حدیث نبوی پر مشتمل کتاب عربی زبان میں جو پانچ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اس کی تکمیل میں لگے رہے۔ جب کتاب تکمیل پا چکی تو اسکی طباعت کا مرحلہ آیا۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کی نگرانی میں علمی کتابوں کی اشاعت کا ایک ادارہ قائم ہے۔ جس کا نام نامی اشاعت العلوم ہے اس ادارہ سے ہندوستان کے علماء کے علمی کارناموں کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔ ہمارے حضرت نے اس کتاب کو اس ادارہ میں بغرض طباعت روانہ فرمایا لیکن یہ کتاب ادارہ کے اشاعتی پروگرام میں

شامل نہ ہوسکی۔اس کی تفصیل اس عاجز نے کتاب ہذا کے ص ۱۶۸،۱۶۹ پر (کرامت چہارم کے تحت) بیان کردی ہے۔ ہمارے حضرت بارگاہ رب العزت میں یوں دعاء فرمایا کرتے: الہی! میں نے کتاب تو لکھ دی، لیکن میرے پاس اس کی اشاعت کے لئے سرمایہ نہیں ہے تو ہی اپنے خزانہ غیب سے اسکی اشاعت کا انتظام فرما۔حکومت آصفیہ ابھی باقی تھی اور یہاں جن کی ارباب اقتدار تک رسائی تھی ان کے لئے گویا جود وسخا کی گنگا بہہ رہی تھی مگر توکل کی وادی ایمن کے اس پیر طریقت، نقشبندیت کے تاجدار اور قادریت کے علم بردار نے کسی مادی ذریعہ کی طرف اپنی نگاہ نہ اٹھائی۔ایک ارادتمند ضلع بیڑ (مہاراشٹرا) کا رہنے والا اسکے نصیب جاگے، مقدر چمکا اور اسکو مکاشفہ ہوا اور اس نے اس عظیم الشان کتاب کی اشاعت کا انتظام کردیا۔مردے از غیب بروں آید و کارے بکند، کہنے والے نے سچ کہا ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور یہ بھی ایمان افروز مصرعہ قارئین کرام یاد رکھ لیں:

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

ہمارے حضرت کے توکل کی ایک زندہ مثال تھی کہ اپنا کام کرلیا اور آگے کے کام کو خلاق عالم کے سپرد کردیا کہ بغیر کسی کی احسانمندی کے اللہ تعالی کے فضل اور اسکی مہربانی سے یہ عظیم الشان کتاب احناف کے ہاتھوں پہونچ گئی اور فن حدیث کی یہ عظیم خدمت ہمارے حضرت کے ہاتھوں شہر حیدرآباد فرخندہ بنیاد کو میسر ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک حمدا کثیرا!

اس موقع پر بطور تحدیثِ نعمت یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے، واما

بنعمة ربک فحدث (اور جو احسان ہے تیرے رب کا، سو وہ بیان کر) یہ عاجز راقم اس احسان کو بیان کرنا چاہتا ہے ۱۹۵۱ء میں الحمد للہ زجاجۃ المصابیح کے طباعت کا انتظام ہوگیا تو ہمارے حضرت نے اس عاجز کو یاد فرمایا اور ارشاد ہوا: عبد الستار صاحب! الحمد للہ زجاجۃ المصابیح کی طباعت کا انتظام ہو چکا ہے، اب تم کو میرے ساتھ کاپی اور پروف کا مقابلہ کرنا ہے۔

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

یہ عاجز جامعہ عثمانیہ سے ایم۔اے (عربی) کامیاب، تین سال لکچراری کی خدمت سے تخفیف کی زد میں آکر گھر بیٹھا ہوا تھا حاضر خدمت ہوگیا اور دن رات طباعت کے مرحلے شروع ہوئے، خوشنویس پہلے پیلے کاغذ پر کاپی نویسی کرتا تو اصل کتاب سے اس کا پہلا مقابلہ ہوتا، پھر جب پتھر پر لیتھو پرنٹ کے اعتبار سے پروف نکلتا تو دوسرا مقابلہ ہوتا، اصل کتاب کے اوراق ہمارے حضرت کے دست فیض رجت میں رہتے اور ہمارے حضرت دونوں مقابلوں کے وقت سماعت فرماتے اور یہ عاجز قرأت کرتا اس طرح اس عاجز نے پوری زجاجۃ المصابیح دو مرتبہ اپنے حضرت کو سنائی ہے اور تیسرا دور استاذ مکرم، مربی بے بدل حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمۃ اللہ علیہ کو درساً درساً سنانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ البتہ زجاجۃ المصابیح کی پانچویں جلد مناقب سیدنا ابی بکرؓ الصدیق رضی اللہ عنہ کے ختم پر حضرت مولانا ابوالوفا علیہ الرحمہ کا درس ختم ہوا۔ اور حضرت مولانا کی وفات ہوگئی۔

اس عاجز پر اللہ تعالی کا کتنا عظیم احسان ہے کہ الحمد للہ شہر حیدر آباد میں اس وقت بڑے بڑے علماء اور اصحابِ فضل موجود تھے مگر پیرِ روشن ضمیر کی نگاہ بندہ نواز اس عاجز پر پڑی اور یہ فضیلت اس ہیچدان کو مل گئی۔ والحمد للہ حمدا کثرا طیبا مبارکا فیه۔

اے خدا قربان احسانت شوم   ایں چہ احسانہاست قربانت شوم

ہمارے حضرت کے توکل کی ایک اور مثال عرض کردی جائے، ہمارے حضرت کو یومیہ یعنی ماہانہ منصب ملا کرتا تھا اور وہ غالباً پچاس روپیہ تھا، حکومت آصفیہ کے اختتام پر وہ ختم کردیا گیا ہمارے چند برادران طریقت نے ایسا انتظام کیا کہ کم از کم اتنی ہی رقم ہر ماہ حضرت کی خدمت میں حاضر کردی جائے۔اس بات کو ہمارے حضرت کے سامنے بیان کردیا گیا، ہمارے حضرت نے جواب دیا، آپ کا شکریہ! اللہ تعالی آپ کو جزاء خیر دے، مگر تصفیہ بھی سن لو آپ حضرات کے اس پیشکش کی ضرورت نہیں! مجھے میرے اللہ کے حوالے کردو وہی میرا کارساز ہے اور آپ نے اس پیشکش کو قبول نہیں فرمایا۔

ہمارے حضرت کے اس واقعہ کو سن کر حضرت غلام علی شاہ نقشبندی دہلوی قدس سرہ کا واقعہ یاد آتا ہے۔امیر ٹونک (راجستھان) میر خان نے یہ استدعاء پیش کی کہ وہ اپنی حکومت کی جانب سے خانقاہ کے خرچ کے لئے ماہانہ کچھ معاش مقرر کرنا چاہتا ہے! ارشاد ہوا جواب میں یہ شعر لکھ کر روانہ کردو:

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم   با میر خاں بگوئی کہ روزی مقدر است

(ہم فقر وقناعت کی آبرو کو چھوڑنا نہیں چاہتے ہیں میر خان سے کہہ دو کہ روزی مقدر ہے)

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کی مسجد نشینی:

ہمارے حضرت محدث دکن قدس سرہ نے تحصیل علوم کے بعد طریقت میں قدم رکھا

اورحضرت سید محمد بادشاہ بخاری قدس سرہ سے بیعت فرما کرسلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور خرقۂ خلافت کے حصول کے بعد دنیا اور مشاغل دنیا یعنی روزی اور معاش کے لئے کسی قسم کی ملازمت اختیارنہیں فرمائی یوں فرمایا کرتے کہ میں نے ملازمت تونہیں کی لیکن حدیث شریف کی خدمت زندگی بھرکی اور مسجد علی آقا حسینی علم حیدرآباد کوطالبین راہ سلوک کے لئے مرکز اور گوشۂ مسجد کو خانقاہ اور درس حدیث شریف کے لئے مدرسہ بنایا۔اس موقع پر یہ عاجز حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث شریف سنا کر اپنے موضوع پرآئے گا:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله سلم ان الله یقول:ابن آدم تفرغ لعبادتی املا صدرک غنی واسد فقرک وان لا تفعل ملات یدک شغلا ولم اسد فقرک رواہ الامام احمد وابن ماجة۔

(حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالی یوں فرماتے ہیں آدم کے بیٹے!میری عبادت کے لئے تو خود کو فارغ کرلے تو میں تیرے دل میں استغناء بھردوں گا اور تیرے فقر اور احتیاج کے(سوراخوں کو)بند کروں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے ہاتھوں کو(دنیا کے)مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرے فقرو افلاس کے(سوراخوں کو)بند نہ کروں گا۔امام احمد اور ابن ماجہ نے اسکی روایت کی ہے۔صدر کی حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو بندہ خود کو عبادت کے لئے فارغ کرلیتا ہے تو اللہ تعالی اسکے دل کو غنی کردیتے ہیں اور عبادت کے لئے فارغ کرلینا بجز گوشہ نشینی ممکن نہیں،امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے''کیمیائے سعادت''میں گوشہ نشینی کے فائدوں پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور صالحین امت کے بڑے عمدہ اقوال بیان فرمائے ہیں،حضرت وہب بن الورد فرماتے ہیں

کہ عقلمندی دس باتوں میں پوشیدہ ہے نو عقلمندیاں خاموشی میں اور ایک گوشہ نشینی میں ہے۔ایک بزرگ کا قاعدہ تھا کہ یا تو کتاب بینی کرتے یا قبرستان جا کر تنہا بیٹھتے۔لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا گوشہ نشینی سے بہتر کوئی چیز اچھی نہیں ہے،اور قبر سے زیادہ کوئی بہتر نصیحت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا اور کسی کو کتاب سے بڑھ کر اچھا ساتھی نہیں دیکھا۔عربی کے نامور شاعر متنبی کا ایک شعر ہے:

اعز مکان فی الدنی سرج سابح　　　وخیر جلیس فی الزمان کتاب

(دنیا میں سب سے بڑا مرتبہ گھوڑے کی زین یعنی شہ سواری ہے اور زمانہ میں بہترین ساتھی کتاب ہے)

☆☆☆☆☆

گوشہ نشینی سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے:

ایک بزرگ کا قول ہے کہ گوشہ نشینی سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔اگر انسان دنیا میں رہتے ہوئے عبادت کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا تو اس کو گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہئے۔ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں گوشہ نشین ہوئے اور نبوت کے منصب سے سرفراز ہوئے،علامہ اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کے کام دیکھو کیا بعد ہے کیا پہلے　　　نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر تو ہم لوگوں میں تھے لیکن آپ کا قلب مبارک خداوندِ عالم کی طرف تھا۔آپ کا ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو دنیا میں دوست بناتا تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتا لیکن خدا کی محبت میں اب گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔حالانکہ

صحابہ کرام میں ہر صحابی یہ سمجھتے تھے کہ حضور کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جن کا لقب عابد الحرمین ہے فرماتے ہیں کہ رات کی تاریکی سے میں خوش ہوتا ہوں کہ خدا کی عبادت کا وقت ہے اور دن نکلنے پر رنج ہوتا ہے کہ ملنے جلنے کی وجہ سے لوگ دنیا کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بطورِ خلاصہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی میں خداوند عالم کی معرفت کی صلاحیت اور عبادت کی اہلیت موجود ہے تو اسکے پاس الحمدللہ دنیا کے کاموں میں افضل ترین عمل ہے۔ کیونکہ عبادت خدا تمام نیکیوں کی بنیاد ہے اور جب انسان دنیا سے آخرت کی طرف جائے تو اسکے دل پر اللہ تعالی کی محبت غالب رہے اور حب الٰہی خداوند عالم کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے اور محبت معرفت کا ثمرہ ہے اور معرفت عبادت کا نتیجہ ہے اور یہ تمام باتیں گوشہ نشینی سے حاصل ہوتی ہیں۔

واضح رہے کہ ہمارے حضرت، محدث دکن قدس سرہ نے ان ہی باتوں کے پیش نظر گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور مسجد علی آقا حسینی علم کو اپنی شب و روز کی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ من کان للہ کان اللہ لہٗ (جو اللہ کا ہو جائے تو اللہ تعالی بھی اسکے ہو جاتے ہیں) کا مجسم پیکر اپنی مبارک زندگی کے ۹۲ برس کس شان اور آن سے گذارے کہ دنیا کا کوئی کام نہ رکا نہ ادھورا رہا۔ اس گوشہ نشینی اور توکل کی وادی ایمن میں چاروں صاحبزادے اور تین صاحبزادیوں کے گھر دار الحمد للہ وقار اور معیار کے ساتھ انجام پائے اور پھر دین کی خدمت، لاکھوں ارادت مندوں کی روحانی سرپرستی اور علم حدیث میں ڈھائی ہزار صفحات کی کتاب عربی زبان میں۔ زجاجۃ المصابیح۔ اور اردو زبان میں دس کتابیں جو دکنی زبان کے

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

شاہکار ہیں تکمیل پا کر شائع ہوئے یہ سب اسی گوشہ نشینی کے نتائج اور ثمرات ہیں۔اس عنوان کو یہ عاجز حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے نامور شاعر حلمی افندی کے شعر پر ختم کرتا ہے:

جو یاد میں محبوب کی کھو جاتے ہیں　　　واللیل کی زلفوں میں وہ سوجاتے ہیں
ہوتے نہیں دنیا کے وہ بندے حلمی　　　اللہ ومحمد کے جو ہو جاتے ہیں

ہمارے حضرت کا جود وسخا:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’کیمیائے سعادت‘‘ میں سخاوت پر احادیث شریفہ کے علاوہ عمدہ ترین اقوال جمع فرمائے ہیں جن میں یہاں چند بیان کئے جاتے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی شان ہے کہ سخاوت بہشت میں ایک درخت ہے اور سخی آدمی اسکی شاخ پکڑے رہتا ہے۔اور اسی طرح حریص اور کنجوس دوزخ کے درخت کی شاخ پکڑے رہتا ہے۔دو عادتیں خداوند قدوس کو بے حد پسند ہیں: ایک سخاوت اور دوسری اچھے اخلاق۔اسی طرح دو عادتیں خداوند قدس کو ناپسند ہیں ایک بخل اور دوسری بدخوئی۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ سخی اور نیک خو کا میں خود ضامن ہوں اور اگر وہ گناہ بھی کرے تو میں اسکو معاف کردوں۔حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے لوگ صرف روزہ نماز کی وجہ سے جنت میں نہ جائیں گے بلکہ سخاوت اور خوش اخلاقی کی وجہ سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان نوازی سے بہت خوش ہوتے تھے اور بغیر مہمان کے کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔اور آج بھی آپ کے مزار پر مہمان رہتے ہیں۔امیر المؤمنین حضرت علیؓ ایک مرتبہ گریہ فرمارہے تھے،لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ہفتہ گذر گیا اور میرے یہاں کوئی مہمان نہیں آیا۔

ہمارے حضرت کا جود وسخا فضل خداوندی کا ایک کرشمہ تھا جس کی مثال بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ ہمارے حضرت دینی اور روحانی نعمتوں کی عطا کے ساتھ مال ومتاع دنیوی سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ سخاوت یہ نہیں ہے کہ کسی کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں اور وہ ان میں سے دس بیس، سو دوسو یا ہزار دو ہزار بخش دیتا ہے تو وہ سخی ہے۔ بلکہ سخاوت کا مطلب یہ ہے کہ اسکے پاس کچھ نہ ہو وہ اپنی عادت مستمرہ کے مطابق خوش دلی کے ساتھ دیتا رہے بلکہ تنگی کے وقت جب اسکے پاس کچھ بھی نہ ہو اس وقت بھی خندہ پیشانی کے ساتھ سائل کو اس کی ضرورت اور سوال سے زیادہ عطا کرے۔ سخی کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اسکے پاس کچھ ہے یا نہیں۔ بخشش اور عطا اسکی عادت بن جاتی ہے۔ سخاوت کے درجہ سے بھی آگے بڑھتا ہے تو اس میں جواد کی صفت پیدا ہوجاتی ہے، اور جود وسخا اب اسکی طبیعت اور سرشت بن جاتا ہے۔ وہ سائل کے سوال کا بھی منتظر نہیں ہوتا ہے، اپنی عادت اور سرشت کے مطابق ہر ایک کو اپنے عطیات سے سرفراز کرتا رہتا ہے۔ جو لوگ ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں انکو بخوبی علم ہے کہ حضرت جود وسخا کے رتبہ عالی پر فائز تھے اور ہر وقت، ہر حالت میں ہر شخص کو اپنے فیض عام سے نوازتے رہتے تھے۔

سخیاں زاموال بر می خورند　　　　بخیلاں غمِ سیم وزر می خورند

ہمارے حضرت وہبی طور پر امیر تھے آپ نے تحصیل دولت کے لئے کوئی کام کبھی نہیں کیا، آپ کی عمر مبارک کا ہر لمحہ اللہ تعالی کے دین متین کی خدمت اور خلق کی ہدایت میں گذرا۔ رب العزت کا آپ پر خاص کرم تھا کہ خزانہ غیب سے آپ کو عطایا ملتے اور آپ بھی سنت نبوی پر عامل رہے کہ جو بھی آتا سائلوں اور ضرورت مندوں کو بخش دیتے تھے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ہمارے حضرت کی مہمان نوازی:

ہمارے حضرت کا دستر خوان وسیع تھا، دن رات مہمان آتے اور جاتے رہتے تھے کبھی کسی کو بغیر کھانا کھلائے واپس جانے نہیں دیا۔آپ کی اپنی خوراک نہایت سادہ اور مختصر ہوتی تھی مگر مہمانوں کے لئے لذیذ کھانے تیار کرواتے تھے۔حضرت کی حیات تک نہ صرف صاحبزادوں کے تمام متعلقین بلکہ سید احسان اللہ صاحب قادری سب میں چھوٹے داماد کے تمام متعلقین خورونوش کی ذمہ داری ہمارے حضرت ہی نے لے رکھی تھی جس کا فائدہ یہ ہوا کہ جناب سید احسان اللہ صاحب نے اپنے مشاہرے سے پس انداز فرما کر اپنا ذاتی مکان کرلیا۔ہمارے حضرت کے وطن مالوف نلدرگ (عثمان آباد، مہارشٹرا) سے عزیز وقریب، چھوٹے بڑے جو بھی آتے وہ ہمارے حضرت ہی کے مہمان رہتے، دنوں بلکہ مہینوں رہتے، نہ تو ہمارے حضرت پر اور نہ حضرت کے اہل بیت پر کسی قسم کا بوجھ ہوتا کہ یہ اتنے زیادہ عرصہ سے یہاں فروکش ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

پیرزادگان اور ساداتِ کرام کی تعظیم اور تکریم:

ہمارے حضرت اپنے پیرزادگان اور سادات کرام کا جیسا احترام فرماتے تھے اسکی مثال کم ملتی ہے۔ہمارے دادا پیر سید محمد بادشاہ بخاری قدس سرہ (م ۱۹۲۸ء) کے پوتے اور پڑپوتے سجادہ نشین ایک مرتبہ دونوں حضرات ہمارے حضرت کے پاس تشریف لائے تو ہمارے حضرت بیحد خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا ''آج شمس وقمر دونوں ایک برج میں جمع ہیں''

ہمارے دادا پیر کے پوتے ہر سال حضرت دادا پیر کے عرس کے موقع پر نیاز کا اہتمام فرماتے تھے اور چوں کہ ان حضرت کا مکان چھوٹا تھا اس لئے شہر کے مختلف مقامات پر اپنے عزیز یا قریب کے گھر اس نیاز کا انتظام فرماتے اور ظاہر ہے کہ اس میں کافی تاخیر ہو جاتی مگر ہمارے حضرت کبھی اف فرمانا تو کیا ماتھے پر شکن بھی نہ لاتے اور جو بھی ما حضر ہوتا بڑی خوشدلی کے ساتھ تناول فرماتے اور اس دن کسی کی دعوت قبول نہ فرماتے اور نہ کسی تقریب میں تشریف لے جاتے۔

یہ واقعہ ہمارے حضرت کے پیر زادگان کا تھا۔اس سے بڑا ایک اور واقعہ بھی سنادوں جس میں ہمارے حضرت کی اعلیٰ ظرفی اور اولیاء کرام کی اولا دامجاد کی تعظیم وتکریم کی ایک عظیم مثال ملتی ہے۔اس عاجز کا بچپن اور جوانی محلہ بیرون لال دروازہ حیدرآباد میں گذرا۔ہمارے پڑوس میں برادر طریقت جناب عبدالجبار صاحب خوشنویس نے ایک دن صبح کو ہمارے حضرت کو ناشتہ پر بلایا۔یہ عاجز بھی حضرت کے ساتھ مدعو تھا۔اس زمانہ میں چائے نوشی دعوت کا لازمی جز نہ تھا اس لئے اس عاجز نے حضرت سے عرض کیا کہ چائے اس عاجز کے غریب خانہ پر نوش فرمائی جائے حضرت نے منظور فرمالیا۔ان دنوں حضرت سید محمد محمد الحسینی دام مجدہ سجادہ نشین آستانۂ خواجہ بندہ نواز گلبرگہ شریف (کرناٹک) کے بڑے صاحبزادے عزیزم جناب خسرو پاشا سلمہ اس عاجز سے عربی زبان کا درس لے رہے تھے خسرو پاشا سلمہ بھی اسی وقت اپنے درس کے لئے آگئے۔اس عاجز نے خسرو پاشاہ سلمہ کا تعارف کروایا۔اتنے میں چائے آگئی۔حسب آداب چائے ہمارے حضرت کی خدمت میں پیش کی گئی۔ہمارے حضرت نے خسرو پاشا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

’’پہلے حضرت (یعنی خسرو پاشا) کو چائے دی جائے‘‘۔

اللہ اکبر! خسرو پاشا انیس بیس سالہ جواں لڑکا اور اس عاجز کا شاگرد مگر ہمارے حضرت نے خسرو پاشا کی نسبت علیہ کا لحاظ فرما کر اپنی زبان درفشان سے ’’حضرت‘‘ کے لفظ سے خطاب فرمایا۔ اخلاق کریمانہ کی اس واقعہ میں کتنی بلند مثال ہے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تواضع زگردن فرازاں نکوست　گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

(گردن فراز یعنی بڑے لوگوں کا تواضع کرنا بڑی نیکی ہے اگر گدا اگر تواضع کرے یہ تو اسکی عادت ہی ہے)

مولانا سید جعفر محی الدین قادری عرف عظمت پاشا امد اللہ حیاتہ للاسلام والمسلمین، مولوی کامل جامعہ نظامیہ، فاضل جامع ازہر مصر، حال مقیم شکاگو فرماتے ہیں کہ جب بھی میں حضرت سے بغرض ملاقات جاتا تو حضرت قبلہ قدس سرہ مجھے ہمیشہ ’’مشائخ صاحب‘‘ سے خطاب فرمایا کرتے۔

☆☆☆☆☆

پابندئ شریعت:

ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ نے الحمدللہ (۹۲) برس کی طویل عمر پائی اس تمام مدت میں نمازوں کے قضاء ہونے کا کیا سوال بیٹھ کر بھی نماز ادا نہیں فرمائی نوافل بھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے اور تہجد میں بھی ایک دور قرآن پاک کا ہوتا، ظاہر ہے بعض مرتبہ ایک ایک گھنٹہ طویل قیام ہوا کرتا مگر کبھی آپ نے

بیٹھ کر تہجد ادا نہیں فرمائی۔ اللہ اکبر! یہ ہے تقوی اور پرہیزگاری کا کمال! یہ ہے روحانیت کا کرشمہ کہ ضعیفی کے عالم میں بھی بیٹھ کر نماز ادا نہیں فرمائی اور کھڑے ہو کر سارا کلام مجید سنا۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہمارے حضرت علوم نقلی و شرعی کے جید عالم، فقیہ اور محدث تھے چنانچہ آپ کامل طور پر احکام شرعیہ کے پابند رہے۔ اور مریدین اور معتقدین کو راہ شریعت دکھاتے اور مسائل شرعیہ پر کاربند رہنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ شاہبازِ اوج طریقت تھے تمام عمر یارانِ طریقت کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب فرماتے رہے اور کتنوں کو اعلی روحانی مدارج پر پہنچا دیا۔ آپ کو از حد التزام تھا کہ ہر امر میں حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیروی فرمائیں اور دوسروں کو بھی سنت نبوی پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے رہتے۔ ایک برادر طریقت نے دریافت کیا کہ مسلمان کے لئے کمالِ اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''اتباع سنت نبوی صلی اللہ علی وسلم میں کمال حاصل کرنا''۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

عورتوں کو احکام شریعت کا پابند بنانا:

عورتیں اکثر جاہل اور اکھڑ ہوتی ہیں مگر ہمارے حضرت قدس سرہ کے فیض اور توجہ سے سینکڑوں، ہزاروں عورتیں بے حد نیک اور پارسا بن گئیں آپ عورتوں کو نماز روزہ کے مسائل بتاتے، اذکار اور وظائف بھی سکھاتے، عورتوں کے خاص مسائل سے ان کو واقف کرتے، خانگی ذمہ داریاں، خاوند کے حقوق اور خاندان میں صلہ رحمی کے احکام تفصیل سے ان کو بتاتے اور ان پر کاربند رہنے کی سخت تاکید کرتے، پردے کا حکم تاکیدی طور پر دیتے اگر کوئی عورت حکم شرعی کے مطابق لباس پہنے ہوئے نہ ہوتی تو اسے آپ متنبہ فرماتے، آج کل

عورتوں کا لباس کرتے کی بجائے خصوصاً بلاؤز ہو گیا ہے اس پر آپ نے سخت نکیر فرمائی اور وعظ میں فرمایا کہ ہماری بہنوں نے ہندوؤں کی چولیوں کو کرتے چھوڑ کر اپنا عام لباس بنالیا ہے۔

ماہر نفسیات کی تحقیق یہ ہے کہ اگر عورت اپنے پورے جسم کو ڈھانکنے والا لباس نہ پہنے تو نفس کی خواہشات اس پر غالب آجاتی ہیں اور وہ شیطان کا کھلونا بن جاتی ہے۔اسی بے پردگی اور عریانی لباس کے استعمال نے ہمارے معاشرہ کو تباہ کر دیا ہے۔

ہمارے حضرت کے ارشاد اور فرمان پر عامل اور کاربند ہو کر بعض عورتیں تو اپنے شوہروں سے زیادہ پرہیز گار اور صالحہ بن جاتی تھیں اس طرح مردوں اور عورتوں کو ہزاروں کی تعداد میں آپ نے احکام شرعیہ کا پابند اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرو بنایا آج تک وہ لوگ الحمدللہ اور ان کے گھر ہمارے حضرت کی توجہ سے پکے مسلمان اور اچھے دیندار بنے ہوئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ہمارے حضرت کا تصوف:

انہی الفاظ سے پھر ذہن خفتہ کو جگانا ہے　　شریعت سر جھکانا ہے، طریقت دل لگانا ہے

(حضرت صفی اورنگ آبادی)

حقیقت شریعت پر اطمینان قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا اصل تصوف ہے۔حدیث شریف میں ارشاد ہے، لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل (میرا بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے) ہمارے حضرت کا اسی پر عمل تھا اور آپ حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی کی ازبس تاکید فرماتے تھے۔

ہمارے حضرت کا تصوف ترکِ دنیا نہ تھا، الحمدللہ آپ اچھا کھاتے، پاکیزہ لباس پہنتے اور دنیوی کاموں میں شریعت حقہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا التزام آپ کی عادت اور سرشت بن گیا تھا جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے آپ خود بھی شریعت غراء محمدی پر مدت العمر عامل رہے اور برادران طریقت کو بھی یہی تاکید فرماتے رہے۔ جو لوگ اطمینان قلب کے ساتھ ایسا کرتے ہیں ان کے قلوب پر صفات الٰہی کا پرتو پڑتا ہے اور وہ روحانیت کے مقاماتِ بلند پر فائز ہوتے ہیں یہی تصوف کی حقیقت ہے اور یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ!

☆☆☆☆☆

قدیم شرعی تصوف کا احیاء:

ہمارے حضرت نے قدیم شرعی تصوف کو زندہ کیا اور ان روایات سے کوئی واسطہ نہیں رکھا جو احکام شرعیہ کے مطابق نہیں ہیں۔ آپ کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ تھا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ شریعت کی تقلید اور اتباعِ سنت کی از بس تاکید فرماتے رہے اور یہی شیوہ اور طریقہ ہمارے حضرت کا تھا جملہ عبادات اور طاعتوں کو سنت کے مطابق انجام دینے کو آپ تصوف کی روح سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، تہجد کی پابندی کرنا، درود شریف پڑھنا، نماز روزہ اور دیگر فرائض اور واجبات وسنن کو لازم بنانا، حقوق العباد ادا کرنا، اخلاق، اعمال اور عبادات میں صاحب خلق عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنا، جملہ منہیات اور مکروہات سے کامل پرہیز کرنا یہ سب آپ کی اصلی تعلیم اور تربیت تھی آپ جو وظائف تلقین فرماتے وہ عموماً بہت آسان قسم کے ہوتے تھے۔

نفس امارہ کوزیر کرنا:

نفس امارہ پر قابو پانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ آپ ہی کا کمال تھا کہ ادھر مخلوق میں شامل رہتے تھے تو ادھر اللہ سے واصل تھے "دل بہ یار و دست بکار" پر آپ کا عمل تھا "بے ہمہ و باہمہ" آپ کا روزہ مرہ کا معمول تھا۔ خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا اور انہیں پابندِ شریعت اور متبع سنت بنانا حضرت ہی کا کمال تھا۔ ہمارے حضرت نے ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کی اصلاح کر کے ان کو ذاکر و مشاغل بنایا اور نفس مطمئنہ کے رتبہ پر پہنچایا۔ یہی آپ کے تصوف کا اور آپ کی طریقت کا عظیم کارنامہ تھا۔

امیر کے انتخاب کے بعد کفار کے ساتھ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ لیکن اپنے نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرنا سب پر فرضِ عین ہے۔ دنیوی امور میں احکام شریعت پر کاربند ہونا اور اپنی خواہش سے ان میں کمی نہ کرنا لازم ہے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو دوسروں تک پہنچانا اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادہ کرنا شریعت اور طریقت کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غرق رہ کر اس سے کامل رابطہ رکھنا اور اسکے ساتھ نفس اور شیطان کو قابو میں رکھ کر دین اور دنیا کو سدھارنا ریاضت اور مجاہدہ کی اصل ہے۔ اسی پر ہمارے حضرت کا عمل تھا اور آپ برادران طریقت کو بھی اسی صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ طریقۂ نقشبندیہ میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفس امارہ کی خواہشات کو قابو میں لایا جائے اور اسکے لئے اتباعِ احکام شریعت اور پیروی سنت پر کاربند ہونا لازم جانے۔

اس لئے کہ نفس امارہ پر سب سے زیادہ مشکل یہی بات ہوتی ہے کہ اسے شریعت کے اوامر و نواہی کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔اس واسطے اسی کا کامل اہتمام ضروری ہے۔اگر ایسے مجاہدات یا ریاضتیں اختیار کی جائیں جو تقلیدِ سنت کے دائرہ میں نہیں آتیں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

دریں طریق ریاضت ومجاہدات بانفس امارہ باتیان احکام شرعیہ است۔والتزام متابعت سنت سنیہ۔علی صاحبہا الصلاۃ والسلام والتحیہ۔زیرا کہ مقصود از ارسال رسل وانزال کتب رفع ہواہائے نفس امارہ است۔کہ بہ معادات مولائے خدجل سلطانہ منتسب گشتہ است پس رفع ہوائے نفس باتیان احکام شرعیہ است۔ہرقدر کہ در شریعت راسخ تر باشد از ہوائے نفس بعید تر بود۔پس ہیچ چیز برنفس امارہ شاق تر از امتثال اوامر ونواہی شریعت نبود۔وخرابی او جز در تقلید صاحب شریعت متصور نباشد۔ریاضات ومجاہدات کہ بہ ماورائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست۔کہ جوگیان وبراہمہ ہندو فلاسفۂ یونان دریں امر شرکت دارند۔وآں ریاضات درحق ایشاں جز ضلالت نمی افزاید وغیر خسارت راہ نمی نماید،(مکتوبات امام ربانی۔دفتر اول۔مکتوب ۱۲۲)

☆☆☆☆☆

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی افضیلت:

اسی بنیاد پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ اختیار کرنا سب سے افضل ہے۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو پندرہ سلاسل طرق تصوف میں اجازت اور خلافت حاصل تھی۔مگر آپ طریق نقشبندیہ کو سب سے افضل جانتے تھے اس لئے کہ یہاں سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔حضرت مجدد قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کو اگر اتباع سنت کی دولت حاصل ہو اور دوسرے احوال حاصل نہ ہوں تو بھی وہ خوش رہتے ہیں اور اگر احوال حاصل ہو جائیں مگر اتباع سنت میں فتور رہ جائے تو یہ حضرات ایسے احوال کو پسند نہیں کرتے۔اسی لئے ان کے یہاں سماع اور رقص کا کوئی ذکر نہیں آتا اور ان کے ذریعے جو احوال حاصل ہوں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے تو ''ذکر جہر'' کو بھی بدعت جانا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

حضرت مجدد قدس سرہ العزیز کے فرمودات:

''درمیان طرق صوفیہ اختیار کردن طریقہ علیہ نقشبندیہ اولی وانسب است۔چہ ایں بزرگواران انتظام متابعت سنت نمودہ اند واجتناب از بدعت فرمودہ۔لہذا اگر دولت متابعت دارند واز احوال ہیچ ندارند خورسند اند۔واگر باوجود احوال در متابعت فتور دانند آں احوال رانمی پسندند۔ازیں جاست کہ سماع ورقص را تجویز نہ کردہ اند۔واحوالے کہ براں مترتب شود اعتبار نہ نمودہ، بلکہ ذکر جہر را بدعت دانستہ منع آں فرمودہ اند۔وثمراتے کہ براں مترتب شود التفات باں نہ نمودہ''۔(مکتوبات امام ربانی۔دفتر اول۔مکتوب ۲۶۶)

نقشبندی تصوف:

ہمارے حضرت قدس سرہ اسی ''نقشبندی تصوف'' پر سختی سے عامل تھے اور بزرگان سلسلہ عالیہ کے تصوف کی تجدید اور توسیع میں مدت العمر کوشاں رہے۔ بزرگان ملت نے فرمایا ہے کہ جس طرح شریعت کے پانچ رکن ہیں اسی طرح طریقت کے بھی پانچ رکن ہیں جن کی بنیاد شریعت کی پابندی اور سنت کے اتباع سے پختہ اور مستحکم ہوتی ہے۔ طریقت کے یہ پانچ رکن: ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ، اور رابطہ ہیں۔

بلکہ بعض اکابر تو فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے رابطہ مضبوط ہوجائے تو باقی ارکان خود بخود فیضان الٰہی سے حاصل ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا ۔۔۔ او نشیند در حضور اولیاء

حضرت خواجہء خواجگان خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ العزیز (م ۷۹۱ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

''طریقہ ما از نوادر است و عروۃ الوثقی است مارا از فضل آوردہ اند،

دریں طریق باندک عمل مفتوح بسیار است، اما رعایت سنت

کارے بزرگ است''

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کی انشاء اور خطابت:

ہمارے حضرت کی زبان مبارک سے مواعظ، خطبات، مکالمات اور مسائل سننے والے آج بھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں بقید حیات ہیں اور وہ گواہ ہیں کہ ہمارے حضرت کی سادہ باتوں میں جو اثر، تاثیر، لطف اور دل نشینی ہوتی تھی وہ بڑی بڑی سحر آفریں تقریروں اور فصیح وبلیغ خطبات میں بھی نہیں پائی گئی۔ آپ کے علمی اور ادبی کمالات جتنے کسبی تھے یقیناً اس سے کچھ زیادہ ہی وہبی بھی تھے اور اس شعر کے مصداق

فیض روح القدس ار باز مددی فرماید دیگراں ہم بکنند آنچا مسیحا می کرو

☆☆☆☆☆

عربی، فارسی اور اردو ادب پر کامل عبور:

ہمارے حضرت قدس سرہ کے اساتذہ کرام میں سے جو اسماء گرامی قدر اس عاجز کو تحقیق ہو سکے ان حضرات کرام کا ذکر خیر پہلے گذر چکا ہے۔ یہ حضرات اپنے دور کے جلیل القدر علماء تھے جو علوم عقلی اور نقلی میں فضل وکمال کے لئے گذشتہ صدی کے نصف آخر میں پورے برصغیر میں مشہور اور معروف تھے بلکہ بعض کا فیض تو اس صدی کے اوائل تک جاری رہا۔ ہمارے حضرت کی بابت یہ بات تو تحقیق کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے عقلی اور نقلی علوم میں عبور کامل حاصل فرمایا تھا۔ عربی زبان اور ادب کے علاوہ فارسی شعر وادب پر پوری دستگاہ حاصل تھی اور ان کا صحیح ذوق اور تینوں زبانوں کی ادبیات پر گہری استعداد ماہرانہ اور ناقدانہ حیثیت سے حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرت کی روزمرہ گفتگو، مکاتیب، مواعظ اور

خطبات میں کثرت کے ساتھ موزوں اشعار بیان میں آتے تھے۔اقوال اورضرب الامثال جن کو آپ مناسب موقع اور مطابق محل ارشاد فرمایا کرتے تھے ان سے آپ کے تبحر علمی وادبی کی روشن شہادت دستیاب ہوتی ہے مقام حیرت ہے کہ ہمارے حضرت کی باتوں اور تالیفات میں جدید تحقیقات کا ذکر بھی ملتا ہے۔

☆☆☆☆☆

سادگی و پرکاری:

ہمارے حضرت کی تحریر اور تقریر میں سادگی کے ساتھ پرکاری کا اعجاز پایا جاتا تھا،قرآن ،حدیث، اشعار، اقوال، روایات سلف کے شواہد اور اسناد آپ کے سادہ اور دل نشین اسلوب بیان میں ڈھل کر دلوں میں اتر جاتے تھے اور ’’از دل خیز دو بر دل ریزد‘‘ کی بے مثال نظیر قائم کرتے تھے آپ دھیمی اور معمولی آواز میں گفتگو فرماتے تھے اور وعظ میں بھی آپ کا یہی طریق ہوتا تھا لیکن اعجاز بیانی کے ساتھ ساتھ اسی سادہ، دھیمی اور معمولی آواز بیان کے اثر اور تاثیر سے اجتماع کبھی جوش میں آجاتا اور کبھی دہاڑیں مار مار کر رونے لگتا تھا اور کبھی بے تاب اور بے اختیار ہو جاتا تھا۔

اس عاجز کا ارادہ ہے اللہ تعالی اسکو اپنے محض فضل و کرم سے عملی صورت سے اجاگر فرمائے کہ اس مبارک تذکرہ کے بعد، ارمغان حضرت محدث دکن، کے نام سے ہمارے حضرت کے علمی کارناموں کے بیان کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم کا ایک جائزہ بھی لیا جائے اس لئے اس باب کو اسی پر ختم کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حدیث الوصال:

دریں حدیقہ بہار وخزاں ہم آغوش است

زمانہ جام بدست وجنازہ بردوش است

موت العالمِ موت العالَم ”عالم کی موت ایک سرچشمۂ علم کی موت ہے“

۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء

☆☆☆☆☆

موت کی حقیقت:

رب العزت کا ارشاد (سورہ ملک ۲۹ پ) تبارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرِ۔ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ (بڑی برکت ہے اسکی جس کے ہاتھ ہے راج اور وہ سب چیز کرسکتا ہے جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے اور وہ زبردست ہے بخشنے والا)

ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ہے اور حاشیہ پر اسکی شرح یوں فرمائی کہ، یعنی مرنا نہ ہوتا تو بھلے برے کام کا بدلہ کہاں ملتا، ہمارے حضرت کے وصال مبارک کے تذکرہ سے پہلے یہ عاجز چاہتا ہے کہ موت اور حیات کے بارے میں چند سنجیدہ باتیں قارئین کرام کی نذر کرے اس لئے کہ مادیت نے جہاں ہزاروں حقیقتوں کو چھپادیا ہے وہاں بیسوں صداقتوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور لاکھوں کروڑوں انسان گمراہی کے شکار ہو چکے ہیں، پرایوں کی کیا فکر اپنے بھی حق سے دور، باطل کے اندھیروں میں

بھٹک رہے ہیں! اللہ تعالی سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے بحرمۃ سید المرسلین و آلہ الطاہرین و اصحابہ الاکرمین!

(ذیل کا مضمون حیات سروری تالیف حضرت عبدالحمید سروری قادری کلاچوی سے لیا گیا ہے) جس چیز کو ہم موت کہتے ہیں وہ تو صرف مادی لباس اتار کر روحانی لباس پہننے کا نام ہے، انسان جب قید آب وگل سے آزاد ہوجاتا ہے تو اسے زندگی کے تمام مصائب و آلام سے نجات مل جاتی ہے، موت کے بعد ہماری روح قفس عنصری سے ہی نہیں بلکہ قید زبان ومکان سے بھی نکل جاتی ہے، پھر مؤمن کے لئے تو موت عین حیات ہے، عین راحت ہے، زندگی کے جھگڑوں اور الجھنوں سے چھٹکارا پانے کا واحد ذریعہ صرف موت ہی ہے، کیونکہ اسی کے ذریعہ مادی زنجیریں ٹوٹتی ہیں اور انسان روح کی آنکھوں سے کائنات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، زندگی غم ہی غم ہے اور انسان کو چاہئے کہ ان غموں کو اپنے قلب کی تطہیر کا ذریعہ بنائے، انسان کی محدود عقل آسودگی اور خوشی کے سوا کسی چیز کو ہستی کیلئے موزوں نہیں سمجھتی کہ انسان کی حقیقی اور ابدی زندگی تو موت کے بعد شروع ہوتی ہے، ان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون (سورۃ العنکبوت آیت ٦٤) (ترجمہ: اصل زندگی کا گھر تو دار آخرت ہے اگر یہ سمجھ رکھتے) شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب سمجھایا ہے

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی   یہ ہے شام زندگی، صبح دوام زندگی

حضرت فقیر نور محمد سروری علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا، خدا کے جو بندے موتو اقبل ان تموتوا، کی منزل طے کرلیتے ہیں ان کیلئے موت کوئی اجنبیت نہیں رکھتی وہ تو اس مادی حیات مستعار پر موت کے بعد کی ابدی روحانی زندگی کو ہزار درجہ ترجیح دیتے ہیں، انسانی تخلیق

کی غایت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے خالق، مالک اور پروردگار کی معرفت حاصل کر کے حق عبودیت (یعنی بندگی کا حق) ادا کرے یہی اصل ایمان اور جان ایمان ہے، تمام عبادات کا ماحصل یہی کچھ ہے۔ زندگی کی کامیابی اور آخرت کی سرخروئی کا دارومدار صرف یاد الہی پر ہے اور بس، باقی محض سردردی اور خاکرانی ہے۔ یاد الہی کے بغیر خضر بھی بے کار ہے اور خدا کی یاد میں بسر کیا ہوا ایک لمحہ بھی ہزاروں سال کی زندگی سے بہتر ہے، (حیات سروری کی عبارت ختم ہوئی)

فارسی کے عظیم شاعر خاقانی علیہ الرحمہ نے یاد الہی کی فضیلت پر کیا خوب فرمایا ہے

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی　　که یک لمحه با خدا بودن به از ملک سلیمانی

(ترجمہ) تیس سال (غور وفکر) کے بعد خاقانی بہ تحقیق یہ سمجھ سکا ہے کہ خدا کے ساتھ ایک لمحہ گذارنا یعنی تھوڑی دیر بھی ذکر الہی میں بیٹھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت سے بہتر ہے (اس لئے ذکر الہی کو بقا ہے اور چیزوں کو فنا ہی فنا ہے)

موت پر حضرت فقیر نور محمد سروری علیہ الرحمہ کی اعلی تقریر کے بعد قرآن اور حدیث سے چند باتیں قارئین کرام کو سنا کر یہ عاجز (اللہ تعالی اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) حضرت محدث دکن کے سفر آخرت کا بیان قلمبند کرے گا۔

☆☆☆☆☆

قرآن پاک سے موت کے بارے میں چند نکات:

قرآن پاک میں موت کا ذکر ان گنت جگہوں میں وارد ہے یہاں صرف سورہ عنکبوت پارہ (۲۱) کی آیت نمبر (۵۷) اور اسکی ضروری تشریح عرض کی جاتی ہے۔ اللہ تعالی

لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو پورا پورا فائدہ پہونچائے آمین بحرمۃ سید المرسلین

رب العزت کا ارشاد ہے، کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون (ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر ہماری طرف ہی پھروگے)

واضح ہو کے اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ ہر زندہ مخلوق کو موت ہے خواہ انسان ہو یا جن، وہ فرشتہ اور ہر ماسوی اللہ کو فنا ہے خواہ جاندار ہو یا نہ ہو اسی لئے یہاں نفس فرمایا اور فنا کے ذکر پر نفس نہ فرمایا بلکہ ارشاد ہوا (سورہ الرحمن آیت ۲۶) کل من علیھا فان (زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے) یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ موت سب کو ہے مگر موت کا بقا سب کو نہیں البتہ انبیاء، شہداء، صدیقین، اور صالحین یعنی اولیاء اللہ کو موت آنی ہے پھر زندگی دائمی ہے اس لئے ذائقہ فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی لائق فکر ہے اور یہ نکتہ بھی، ثم الینا ترجعون، سے حاصل ہوتا ہے کہ موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ موت کے بعد حساب وکتاب جزا اور سزا یقینی ہے اور سب کی پیشی حق تعالی ہی کے حضور میں ہوگی کسی اور کے ہاں نہیں۔ اسی سلسلہ میں سورہ یونس کی آیت نمبر (۶۴) پر بھی غور کریں۔ ارشاد ربی ہے اولیاء اللہ کے بارے میں، لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (بھی)، اللہ تعالی کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے) واضح ہو کہ لھم البشری کی تفسیر میں علامہ حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بشارت سے مراد یہ کہ اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو نزع کے عالم میں فرشتے خوشخبری دیتے ہیں اور بندۂ مومن جنت میں اپنے گھر کو دیکھ لیتا ہے اور فرشتے سلام کرتے ہیں۔ اس کا ہم نے اپنے استاذ مکرم مربی بے بدل حضرت مولانا ابوالوفا علیہ الرحمۃ

کے انتقال پر مشاہدہ کیا۔ہم نے عالم سکرات میں آپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا، میں نے اپنا ایک نیا گھر بنالیا ہے، اور آپ کے چہرہ پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی زبان میں اس شعر کے مصداق تھے

نشان مرد مؤمن با تو گویم   چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اور اس عاجز نے اپنے والد بزرگوار کو رات کے دو بجے بتاریخ ۱۳۱/ اکتوبر ۱۹۸۸ء انتقال سے ایک لمحہ پہلے دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ کے لئے اپنے دونوں ہاتھ آگے کئے اور دوسرے لمحہ خود بخود آنکھیں اور لب مبارک بند کرتے ہوئے لیٹ گئے۔اور انتقال سے آدھ گھنٹہ پہلے کلمہ طیبہ کی بیس منٹ تک تکرار کی۔انا اللہ وانا الیہ راجعون

بنا کردہ خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(ترجمہ: خاک وخون میں لوٹنے کی اچھی رسم کی بناڈالی، اللہ تعالی ان پاک طینت عاشقان الٰہی پر رحمت نازل فرمائے)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

عالم ارواح میں نو وارد روح کا استقبال:

اما احمد اور نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انسان کی موت کے بارے میں ایک طویل حدیث بیان فرمائی ہے۔تازہ وارد میت کی روح کا جو استقبال ملاء اعلی میں ہوتا ہے یہاں مذکورہ حدیث شریف سے متعلق عبارت نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح (حصہ چہارم ص ۱۰۹) سے نقل کی جاتی ہے تاکہ عالم برزخ کی زندگی کی ایک جھلک قارئین کرام کی نذر کی جائے۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے (اور سکرات شروع ہوجاتی ہے تو اس وقت مسلمان کی جو عزت ہوتی ہے وہ سننے کے قابل ہے، جسم تو دنیوی کفن میں لپٹا ہوا قبر میں رہتا ہے اور روح کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ) رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لئے ہوئے آکر مرنے والے کے پاس بیٹھتے ہیں اور بڑے ادب سے کہتے ہیں (اے پاک روح! دنیا میں چند روز اللہ کی اطاعت اور فرمابرداری کرتی رہی، آج اسکا تجھے صلہ مل رہا ہے) اللہ سے تو راضی اور تجھ سے اللہ راضی! تیرے لئے رحمت کے سامان مہیا ہیں، طرح طرح کی نعمتیں اور گل وریحان تیار ہیں، دنیا کے مصیبت کدہ کو چھوڑ کر ان نعمتوں کی طرف چلی آ (دیکھ تیرے لئے کیا کیا آؤ بھگت کی جارہی ہے اور) سب سے بڑی نعمت تو تیرے لئے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہیں، ناراض نہیں ہیں (یہ خوش خبری سن کر) جب روح جسم سے نکلتی ہے تو مشک کی طرح عجیب خوشبو اسکی روح سے نکل کر پھیلتی ہے، فرشتے (بڑے تعظیم کے ساتھ) ہاتھوں ہاتھ مسلمان کی روح کو لئے ہوئے یکے بعد دیگرے آسمانوں کے دروازوں تک پہونچتے ہیں (آسمانوں پر جو عزت اس کی ہوتی ہے وہ بھی قابل دید ہے) ہر آسمان کے فرشتے (اسکی روح کی خوشبو کو دیکھ کر بڑے تعجب سے) کہتے ہیں ماشاء اللہ کیا خوشبودار روح ہے جو زمین

کی طرف سے آئی ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے علیین میں جہاں مسلمانوں کی روحیں جمع ہیں اس نئی آئی ہوئی روح کو لے جاتے ہیں جیسے تم لوگوں سے ایک زمانہ کا بچھڑا ہوا شخص واپس آکر ملتا ہے تو تم اس کی ملاقات سے کس قدر خوش اور شاداں ہوتے ہو ویسے ہی (علیین میں جہاں مسلمان روحیں تھیں) یہ نئی روح آکر ملنے سے وہ سب ایسے ہی بے حد خوش ہوتے ہیں اور اس آئی ہوئی روح کو پہلے کی روحیں گھیر لیتی ہیں، اور دنیا میں جن جن کو وہ چھوڑ کر گئے ہیں، ان سب کے احوال پوچھتے ہیں، ان ہی میں کی بعض روحیں کہتی ہیں (اجی نئی روح دنیا چھوڑ کر) سکرات کی تکلیف اٹھا کر ابھی آئی ہے اس کو آرام لینے دو پہلے کی روحیں پھر اس نئی آئی ہوئی روح سے پوچھتی ہیں؟ اچھا یہ بتاؤ کہ فلاں شخص کو ہم چھوڑ کر آئے تھے وہ کیسا ہے؟ یہ روح کہتی ہے وہ تو میرے سے پہلے ہی مر گیا کیا وہ نہیں آیا تو وہ روحیں کہتی ہیں افسوس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (بری روحوں کو رکھنے کا جو مقام ہے جیسے دوزخ کو ھاویہ بھی کہتے ہیں ایسے ہی برزخ میں بری روحوں کو رکھنے کی جگہ کو بھی ھاویہ کہتے ہیں) برزخ کے اس ھاویہ میں اس کو پہونچا دیا گیا ہے اس لئے وہ ہمارے پاس نہیں آیا'' (نور المصابیح کی عبارت ختم ہوئی)

درحقیقت یہ حدیث شریف سورہ نحل پارہ (۱۴) کی آیت نمبر ۳۲ کی تشریح اور تفسیر ہے اور اس آیت شریف کا بھی مطالعہ کرلیا جائے۔

الذین تتوفا ھم الملائکة طیبین یقولون سلام علیکم ادخلو الجنة بما

کنتم تعملون (یہ متقی لوگ وہ ہیں کہ جب) فرشتے ان کی جانیں نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ (شرک وکفر اور فسق وفجور سے) پاک ہوتے ہیں تو ان (پاک ہستیوں) سے کہتے ہیں تم پر (اللہ کی) سلامتی ہو تم بہشت میں داخل ہو جاؤ (حسن عمل) کے بدلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔

قرآن پاک اور احادیث شریفہ کی روشنی میں گذشتہ صفحات میں جو عرض کیا گیا اس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ آخرت کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ مرد مؤمن مکان اور زمان کی قید سے آزاد ہو کر اطلاقیت حاصل کرتا ہے! اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کسی کو خوشخبری سناتا ہے، کسی کی مدد کو آتا ہے۔ فرشتوں کی طرح جہاد میں غازیوں کی مدد کرتا ہے۔

حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ معروف مخدوم بہار شریف (م ۷۸۲ھ) مکتوبات سہ صدی میں فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو بزم صوفیہ از سید صباح الدین عبدالرحمن ص ۳۸۵)

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

مخدوم بہار شریف کا سالک پر تجلیات الٰہیہ کا بیان:

جب سالک کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے تو نور تجلی کی شان میں ظاہر ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے اپنی تجلی سے سالک کو سرفراز کرتا ہے مثلاً سالک حیات کی صفت میں تجلی سے متصف ہوتا ہے تو وہ حضرت خضر اور حضرت الیاس کی طرح حیات جاودانی پاتا ہے اور اگر کلام کی صفت میں تجلی ہوتی ہے تو وہ حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے متکلم ہوتا ہے اور اگر تخلیق کی صفت میں تجلی پاتا ہے تو اس میں وہ بات پیدا ہوگی جو حضرت عیسیٰ میں تھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **تحفة المؤمن الموت** (مسلمان کے لئے موت تحفہ اور ہدیہ ہے) اس لئے کہ موت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور طرح طرح کی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ اس حدیث شریف کی روایت امام بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔ (اس حدیث شریف کا مشکاۃ المصابیح اور زجاجۃ المصابیح کے باب تمنی الموت وذکرہ میں مطالعہ کیا جائے)

☆☆☆☆☆

حضرت مجدد الف ثانی کا استقبالِ موت:

اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے موت کا کس طرح استقبال کیا ملاحظہ فرمائیے۔ مقامات خیر سوانح حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ (م ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء) میں حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلوی (م ۱۹۹۳ء) علیہ الرحمہ ص ۶۴ میں لکھتے ہیں:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

''رحلت سے کچھ دن پہلے خوب خیرات کیا حتی کہ استعمال کے کپڑے بھی برادرانِ طریقت کو دیدیئے۔ بعض افراد کو خیال ہوا شاید یہ خیرات دفع بلیہ کے لئے ہے؟ جب آپ کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا یہ سب نعمتِ وصال کا شکرانہ ہے، اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہوکر یہ مصرع پڑھا:

آج ملاوا کنتھ سوں سکھی سب جگ دینوں وار (آج اپنے محبوب سے ملنے کا دن ہے اسی خوشی میں تمام دولت لٹا رہا ہوں'' (یہاں مقامات خیر کی عبارت ختم ہوئی)۔

اس عاجز نے حضرت مولانا زید دہلوی علیہ الرحمہ کو اپنی آخری ملاقات مئی ۱۹۹۳ء

میں دیکھا فرمارہے تھے ''موت کا انتظار کررہا ہوں''

یہ عاجز اپنے موضوع سے بہت دور نکل گیا ہے۔موت کے بعد اہل اللہ کے دو چار واقعات بیان کرکے آگے بڑھتا ہے تا کہ اس مادی دنیا میں مادہ پرستوں کی آنکھیں کھلیں اور ایسے لوگ حقیقت سے روشناس ہوجائیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت شاہ سیف الدین مجددی کی بعد از وفات ایک کرامت:

حضرت شاہ سیف الدین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے پوتے ہیں۔آپ کا انتقال سرہند شریف میں ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء کو ہوا۔کتاب ''برکات معصومی'' کے مؤلف لکھتے ہیں کہ جب آپ کے جنازے کو لے کر چلے ہیں تو جنازہ لوگوں کے ہاتھوں سے بالا ہوکر ہوا میں جارہا تھا۔لوگ اچھل کر ہاتھ پہنچانا چاہتے تھے تو کم ہی کسی کا ہاتھ پہنچتا تھا اور جب قبر کے پاس پہنچے تو جنازہ خود بخود نیچے آگیا۔اس کیفیت کو غیر مسلموں نے بھی دیکھا اور ان میں سے چند مسلمان بھی ہوگئے۔

☆☆☆☆☆

مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو حضرت زکریا ملتانی اور آپ کے پوتوں سے یہ خطاب ملا:

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ نے ایک عید کے روز حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ صدر الدین عارف اور حضرت شیخ رکن الدین (پہلے حضرت زکریا ملتانی کے فرزند اور دوسرے پوتے ہیں) کے مزاروں پر جاکر مراقبہ کیا اور مراقبہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

میں عیدی طلب کی تو ان بزرگوں کی جانب سے عیدی میں ''مخدوم جہانیاں'' کا لقب ملا اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو راستہ میں جو کوئی دیکھتا بے اختیار کہتا کہ ''مخدومِ جہانیاں'' آتے ہیں۔ چونکہ سیاحت آپ نے بہت کی اس لئے ''جہاں گشت'' بھی کہلائے۔

☆☆☆☆☆

بعد وفات حضرت خواجہ محمد چشتی کا اپنے مرید خواجہ یوسف چشتی کو حفظ قرآن کی تدبیر بتانا:

حضرت خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ کو قرآن مجید یاد نہ تھا، جس کی وجہ سے وہ پریشان رہتے تھے۔ ایک رات اسی فکر میں سو گئے۔ خواب میں اپنے پیر خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کو دیکھا، فرماتے ہیں کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں تمہیں پریشان دیکھتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا پریشانی کا سبب کلام اللہ کا یاد نہ ہونا ہے! فرمایا۔ ایک سو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو، اس کی برکت سے تمہیں کلام اللہ یاد ہو جائے گا آپ نے بیدار ہونے کے بعد ایسا ہی کیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور سورۂ فاتحہ کی برکت سے پورا کلام اللہ خواجہ یوسف چشتی کو حفظ ہو گیا۔ آپ ہر روز پانچ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو سیر الاولیاء از امیر خورد کرمانی ص ۱۲۱)۔

☆☆☆☆☆

بعد وفات حضرت محدّث دکن کی ایک کرامت:

اس سلسلہ کو ختم کرتے ہوئے یہ عاجز راقم (اللہ تعالی اس کو دارین میں عافیت سے رکھے) اپنے پیر کی بعد از وفات ایک کرامت کا ذکر کرتا ہے۔ حضرت محدّث دکن قدس سرہ کا انتقال اگست ۱۹۶۴ء میں ہوا اور اس عاجز کو عربی زبان اور ادب کی خدمات کے صلہ میں صدر جمہوریہ ایوارڈ جولائی ۱۹۸۶ء میں عطا ہوا اور اس کی خوشخبری پیر و مرشد قدس سرہ نے اس عاجز کو ایوارڈ کے اعلان سے ایک ماہ پہلے دیدی۔

پچھلے صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کا مقصد یہ تھا کہ قارئین کرام کو متوجہ کیا جائے کہ موت کے بعد والی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ اور اس عالم میں منتقل ہونے والے حضرات کا اس دنیا میں رہنے والوں سے برابر ربط قائم رہتا ہے لیکن اس کے بعض شرائط ہیں اور اس ربط پر اتنے صحیح اور سچے واقعات ہماری تاریخ میں موجود ہیں جن کا درجہ تواتر تک پہنچ جاتا ہے۔ اردو زبان میں اس پر جناب عبدالمجید سالک صاحب ایڈوکیٹ لاہور کی کتاب ''سیرت النبی بعد از وصال النبی'' کا مطالعہ بیحد مفید ہوگا۔

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن اور استقبال سفرِ آخرت:

اہل اللہ موت کو خالقِ کائنات کا تحفہ سمجھ کر جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے استقبال کرتے ہیں، ہمارے حضرت نے انتقال سے تقریباً دو سال قبل برادران طریقت کے اصرار پر مرقد اطہر کے لئے جگہ کے انتخاب کی اجازت مرحمت فرمائی جناب حافظ صدیق حسین صاحب امام وخطیب مسجد سانچہء توپ گوشہ محل، جناب مرزا محمد علی بیگ صاحب موظف

تحصیل دار، جناب صاحبزادہ میر لطف علی خان صاحب اور دیگر احباب نے اس سلسلہ میں کوششیں شروع فرمائیں اور الحمدللہ نواب منتجب الدین امیر پائیگاہ کی ایک وسیع قطعہ اراضی واقع مصری گنج متصل باغ امجد الدولہ کے حصول میں کامیابی حاصل فرمائی اس کا نام اب نقشبندی چمن ہے۔نواب صاحب مرحوم ہمارے محترم دوست سید بدرالدین قادری صاحب (فرزند قافلہ سالارِ حجاج جناب سید قادر محی الدین علیہ الرحمہ) مقیم شکاگو کے خسر ہیں۔جناب بدر قادری صاحب نے ایک ملاقات میں کہا کہ نواب کی اس پیشکش کا صلہ اللہ تعالی نے نواب صاحب مرحوم کو یہ دیا کہ آپ کا انتقال جدہ میں ہوا اور جنت البقیع میں تدفین انجام پائی۔ (غفراللہ لہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء) ۱۹۶۴ء میں یہ جگہ جو اُس وقت چٹیل میدان تھا اور اس علاقہ میں روشنی اور پانی کی سربراہی بھی نہ تھی اور علاقہ غیر آباد تھا لیکن ہمارے حضرت کے یہاں آرام فرمانے کے بعد وہ علاقہ گنجان آبادی کے لئے معروف ہوگیا اور سارے وسائل مہیا ہوگئے اب اس وقت وہاں حضرت کی گنبد کے علاوہ ایک وسیع مسجد واقع ہے،علاوہ ازیں نبیرۂ حضرت محدّثِ دکن میاں سید شاہ انوار اللہ نقشبندی وقادری رحمہ اللہ (جانشین حضرت ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ نقشبندی وقادری علیہ الرحمہ) نے رفاہ عام کے کئی پراجکٹس شروع فرمائے ہیں جس کی وجہ سارے احاطہء درگاہ میں چہل پہل ہے اور ہر وقت زائرین کے لئے ہر قسم کی سہولت مہیا ہے۔والحمدللہ علی ذلک۔

ان چند تمہیدی مضامین کے بعد یہ عاجز اپنے پیر ومرشد قدس سرہ کے سفر آخرت کا بیان شروع کرتا ہے:

حدیثِ وصلِ آں مخدومِ عالم   مگر شاید بہ خونِ دل نویسم

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے طبرانی کی ایک حدیث شریف بیان فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''اے لوگو! میرے بعد جس شخص کو مصیبت پہونچے وہ میری جدائی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں!'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ہماری جانیں، ہمارے باپ دادا اور ہماری مائیں آپ پر فدا ہو جائیں!

قاضی فدائے یار ہوا کیا بھلا ہوا

صدقے ہوا نثار ہوا کیا بھلا ہوا

ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اہلِ مدینہ (علی صاحبھا التحیۃ والسلام) کو اگر صدمہ پہونچتا تو اس طرح تعزیت دی جاتی۔ صبر کرو! اور پھر ''ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' پڑھتے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔ جب اللہ کے رسول ہی نہ رہے تو کوئی دوسرا کیا رہے گا۔ یعنی مصیبت کے پیش آنے پر صبر کرے، باہمت بنے، خوب سمجھ لے کہ دنیوی زندگی فانی ہے یہاں کسی کے لئے دوام نہیں:

آج وہ، کل ہماری باری ہے

اصحاب کرام رضی اللہ عنھم جس طرح صبر کرتے چلے ہیں ہم بھی صبر کریں۔ مصیبت کا ایک وقت ہوا کرتا ہے آج آئی اور کل گئی تو تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کی مصیبت کو یاد کرلو۔

بہ گیتی گر کسے پایندہ بودے

ابو القاسم محمد زندہ بودے

(دنیا میں اگر کوئی رہ جانے والا ہوتا تو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اب تک ہمارے درمیان زندہ موجود ہوتے)

☆☆☆☆☆

علالت اور وفات:

حضرت محدّث دکن قدس سرہ کی وفاتِ حسرت آیات سے کم وبیش تین سال قبل آپ کی صحت گرنے لگی، چلنے پھرنے میں تکلیف ہونے لگی، نشست و برخاست میں ایک دو اشخاص کی مدد کی ضرورت لازمی ہوگئی لیکن مرض الموت تک جس کی مدت تقریباً دوڈھائی مہینے رہی نماز پنجگانہ باجماعت اپنی مسجد میں ادا فرماتے رہے، مسجد علی آقا حسینی علم معروف بہ آم والی مسجد ہمارے حضرت کی وہ مبارک مسجد ہے جس میں زجاجۃ المصابیح کی پانچوں جلدیں زیر تالیف رہے اور بوقتِ اشاعت کاپی اور پروف کا مقابلہ بھی اسی مسجد میں انجام پایا۔ علاوہ ازیں نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح کی ابتدائی چار جلدیں ہمارے حضرت کی حیاتِ مبارک میں یہیں تیار ہوئیں۔ ان مبارک کتابوں کی اشاعت میں یہ عاجز خوش تقدیر ہے کہ حضرت کے یاد فرمانے پر الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت کا معاون رہا جس پر اس عاجز کو بجا طور پر فخر ہے:

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمارے حضرت ضعیفی کے اس عالم میں بھی اپنے سارے معمولات کو بدستور جاری رکھا کئے، رمضان المبارک کے معمولات میں بھی کبھی فرق آنے نہ دیا۔ موسم کی سردی اور گرمی کسی وقت آپ کے صوم وصلوٰۃ میں حارج نہیں ہوئی۔ تراویح میں جناب حافظ محمد حسین صاحب

اور تہجد میں جناب حافظ عبدالرحیم صاحب ترتیل کے ساتھ قرآن پاک سناتے رہے۔

وفات سے دو سال پہلے ماہ رمضان المبارک میں ہمارے حضرت کو شدید بخار آ گیا۔ عرض کیا گیا تراویح اور تہجد بیٹھ کر ادا فرمائیں تو مناسب ہے، ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمایا:

''بابا میں دنیوی کاروبار کے لئے تو ضعیف اور بوڑھا ہوں لیکن آخرت کے کاموں کے لئے برابر تندرست، توانا اور جوان ہوں''

چنانچہ حسبِ عادت مبارک کھڑے رہ کر ہی آپ نے تراویح اور تہجد ادا فرمائی۔

۶/ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ دوشنبہ کا دن گذرنے کے بعد حضرت قبلہ پر عارضہ قلب کا حملہ ہوا، تکلیف ناقابلِ برداشت ہوگئی، تنفس بڑھ گیا البتہ تین بجے رات کے بعد کچھ افاقہ ہوا، دوسرے دن کے ایک بجے دوسرا حملہ ہوا جس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ''وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوتِ بِالْحَقِّ'' (سچ مچ موت کی بے ہوشی آ پہنچی) سکرات کا عالم شروع ہو چکا ہے، عزیز و قریب جو مجھ سے دور ہیں انھیں بلا لیا جائے۔

☆☆☆☆☆

آخری دیدار:

ہمارے حضرت کے خصوصی معالجین ڈاکٹر میر محمد علی (معظم جاہی مارکٹ)، ڈاکٹر پروفیسر ابوالحسن صدیقی سیول سرجن دواخانہ عثمانیہ (مقیم مانی سوٹا، امریکہ) اطلاع ملنے پر فوراً تشریف لائے اور علاج شروع فرمایا۔ مجرّب ترین دوائیں استعمال ہوتی رہیں، ان خوش تقدیر معالجین نے ہمارے حضرت کے علاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مرض کے ابتدائی حملہ سے تا وصال یہ حضرات وقتاً فوقتاً ہمارے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے،

ضروری تشخیص کے بعد دوائیں تجویز ہوتیں، الغرض علاج کا ایسا بہتر انتظام تھا جو بڑے رئیس کو بھی میسر ہونا ممکن نہ تھا۔ لیکن منشاء الٰہی کچھ اور تھا ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' حضرت کے ان معالجین نے کامل آرام کے لئے گفتگو کرنے کی ممانعت فرمادی تھی اس لئے ہمارے حضرت کا یہ زمانہ محویت اور استغراق کے ساتھ یادالٰہی میں گذرا البتہ عزیز وقریب اور مریدین ومعتقدین کو روزانہ صبح اور شام دور سے کھڑے کھڑے دیکھنے کا موقع دیا جاتا اس سارے اہتمام اور انتظام کے باوجود بالآخر (۱۸/ماہ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ م ۲۷/اگست ۱۹۶۴ء رات کے چار بجے آپ پر قلب کا تیسرا حملہ جان لیوا ثابت ہوا، روح مبارک جب پرواز ہوئی تو حضرت کی خدمت فیضد رجت میں ڈاکٹر محمد علی صاحب، مولانا حضرت ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ صاحب، میاں سید شاہ حبیب اللہ صاحب، میاں سید شاہ رحمت اللہ صاحب، جناب سید شاہ محمد قادری، میاں سید شاہ ثناء اللہ صاحب تشریف فرما تھے۔ وفات سے پہلے ہمارے حضرت نے مبارک آنکھیں کھولیں جناب ڈاکٹر صاحب روبرو تھے دریافت فرمایا کیا وقت ہے اور کونسا دن ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا آٹھ بجکر ۲۱ منٹ ہوئے ہیں اور پنجشنبہ کا مبارک دن ہے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ اللہ حافظ اور آنکھیں بند کرلیں اور جان جانِ آفریں کے سپرد فرمادی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

می رود از فراقِ شہ، خون دل از دو دیدہ ام

دجلہ بدجلہ یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ جو بجو

جناب ڈاکٹر بوالحسن صدیقی ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے حسب معمول تشریف لائے جناب ڈاکٹر محمد علی صاحب نے انتقال کے بعد شال سر سے پیر تک اوڑھادی تھی دریافت کیا تو

ڈاکٹر محمد علی صاحب نے اشارہ سے بتادیا تو آپ روتے ہوئے باہر نکل کھڑے ہوگئے۔

ان دونوں خوش تقدیر مخلص معالجین کا تقریباً اکثر یہ معمول تھا کہ کلینک اور دواخانہ جانے سے پہلے گھروں سے نکل کر حضرت قبلہ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوتے حضرت کی حالت دیکھ کر کچھ دوائیں تجویز کرتے پھر اپنے اپنے کام پر روانہ ہوجاتے اس حاضری کا اللہ تعالیٰ نے ایسا صلہ عطا فرمایا کہ آخری سانسیں ہمارے حضرت کی ان کے سامنے نکلیں ارشاد ربی سچ ہے ''هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ، فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰن'' (کیا احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ اور بھی ہوتا ہے؟ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)

علامہ اقبال کی ایک رباعی:

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے یہ رباعی تو اپنے لئے کہی تھی مگر ہمارے حضرت قدس سرہ پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے:

نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید سرودِ رفتہ باز آید کہ نہ آید

سر آمد روزگارے ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

☆☆☆☆☆

ایک درد بھری نظم از خواجہ عبدالعلی صدیقی:

برادر طریقت جناب خواجہ عبدالعلی صدیقی نقشبندی القادری علیہ الرحمہ نے ہمارے حضرت کے وصال پر ایک درد بھری نظم لکھی اس کے چند شعر قارئین کرام کی نذر ہیں:

عبداللہ نام پاک ہے اس نام کے نثار
ہے اس میں عبدیت بھی شریعت کا نور بھی

کیا عشق و اتباعِ رسالت میں جان دی
سرکار میرے! آپ سے خوش تھے حضور بھی

سن آپ کا جو تھا وہ محمدؐ (۹۲) کے تھے عدد
اعجاز تھا ولائے نبوّت کا نور بھی

صدیقی! نقشبندی چمن میں حضور کے
ایمان کا ہے کیف، یقیں کا سرور بھی

لاریب میکدہ بھی ہے یہ اور چمن بھی ہے
اور اس کے ساتھ مرکزِ شرح صدور بھی

تھا فیض شرح صدر ملے دو سن وصال
یعنی ظہورِ نور بھی نورِ ظہور بھی

۱۳۸۴ھ ۱۳۸۴ھ

دل کے ٹکڑے از الحاج مرزا شکور بیگ:

اسی طرح برادرِ طریقت جناب مرزا شکور بیگ صاحب نے بھی بعنوان ''دل کے ٹکڑے'' اپنے درد بھرے جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔اس کے بھی چند اشعار سماعت فرمالیں:

سید عبداللہ شاہ آیا ہوں
دل کے ٹکڑوں کی نذر لایا ہوں

منزلِ حق کے رہنما تم تھے
سب کے ہر درد کی دوا تم تھے

ان کو مسجد سے عشق تھا گویا
وقت زائد یہیں گذرتا تھا

اب یہ مسجد ہمیں رلاتی ہے
چپہ چپہ سے یاد آتی ہے

علمِ تازہ کا قلب چشمہ تھا
فیض بخشی میں مثلِ دریا تھا

خدمتِ خلق پر مقرر تھے
حلم اور عاجزی کے پیکر تھے

جسم امراض کا شکار رہا
قلب مصروفِ یادِ یار رہا

وہ جنھیں لوگ آج روتے ہیں
نقشبندی چمن میں سوتے ہیں

فیض کا سلسلہ خدا رکھے　　اِس چمن کو ہرا بھرا رکھے

ہوں بلند ان کے قرب کے درجات　　سن لے مرزا کی قاضی الحاجات

☆☆☆☆☆

وصالِ مبارک کی اطلاع اور آخری دیدار:

الحمدللہ ہمارے حضرت قدس سرہ درحقیقت ولایت کے آفتاب تھے، یہ آفتاب جب غروب ہوا تو اس کی اطلاع بجلی کی طرح حیدرآباد اور سکندرآباد کے گوشہ گوشہ میں پہونچ گئی اور پھر اسی تیزی کے ساتھ حکومت آندھرا پردیش اور دوسری ریاستوں کے اضلاع میں پہنچ گئی کہ مریدین اور معتقدین کا آخری دیدار کے لئے لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت کے مبارک جسد کو غسل کے بعد مکان کے بڑے دالان میں تخت پر لٹایا گیا آپ کا طویل وعریض مکان دیدار کا شرف حاصل کرنے والی خواتین اور مردوں سے بھر گیا، مجبوراً حاضرین کی سہولت کے لئے مکان کے باہر کشادہ میدان میں شامیانہ نصب کیا جا کر آپ کو تخت پر لٹا دیا گیا، مستورات کے لئے علیحدہ شامیانے نصب کئے گئے جن میں خواتین دیدارِ مبارک کے انتظار میں ٹھہری رہیں۔ مرد اور خواتین کے لئے باری باری سے دیدار کا انتظام کیا گیا۔

خواتین کے دیدار کے موقع پر پردہ کا معقول اہتمام عمل میں آیا۔ پنجشنبہ کی صبح نو بجے سے لیکر دوسرے دن جمعہ کی صبح سات بجے تک کم وبیش دو لاکھ مشتاقانِ دیدار نے بلالحاظ مذہب وملت یہ سعادت حاصل کی، انتظامات کی سہولت کے لئے آلہ ءمکبر الصوت کا استعمال رہا اور رات بھر مسجد میں اور ہمارے حضرت کے گھر میں مرد اور خواتین تلاوت کلام پاک کی سعادت سے بہرور رہے۔

نماز جنازہ اور تدفین:

نماز جنازہ کے لئے عیدگاہ میر عالم کا انتخاب ہوا اور جمعہ کے دن ۹/بجے صبح نماز جنازہ کی امامت جانشین حضرت محدّث دکن حضرت مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ علیہ الرحمہ نے فرمائی۔حکومت حیدرآباد نے انتظامات کی سہولت کے لئے پولیس کے دستے متعین فرمائے۔ علاوہ ازیں حکومت نے بتاریخ ۲۸/اگست ۱۹۶۴ء ملازمینِ سرکار کو ہمارے حضرت کی نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے دفاتر کو تاخیر سے حاضر ہونے کا اعلامیہ جاری فرمایا۔ مدینہ بلڈنگ اور چارمینار سے عیدگاہ تک نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کی سہولت کے لئے آر،ٹی،سی کی بسیں بھی چلائی گئیں۔

ہمارے حضرت کے برادرِ نسبتی جناب سید رفیع الدین صاحب (خسر میاں سید شاہ حبیب اللہ) اور خواہر زادہ اور داماد مولوی سید عبدالرؤف مسافر دوسرے دن صبح بروز جمعہ نلدرگ،عثمان آباد (مہاراشٹرا) سے تشریف لائے اور جناب سید رفیع الدین صاحب حیران ہوگئے کہ جب آپ نے حضرت کے قدم مبارک چھوئے ہیں تو وہ گرم تھے حالانکہ وفات کے بعد انسان کا جسم ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ بعد وفات ہمارے حضرت کی ایسی کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں ہیں ان میں سے چند کو بیان کیا جاتا ہے۔

کرامتیں متصلاً بعد وفات:

۱۔حضرۃ الاستاذ مولانا ابوالوفاء افغانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ پیشاب دو گھنٹہ سے زیادہ روک نہیں سکتے تھے لیکن اس دن ساڑھے آٹھ بجے پیشاب سے فارغ ہوکر وضوء فرمایا

اوراسی وضوء سے حضرت کی نماز جنازہ تدفین میں شرکت کے بعد شہر کی جامع مسجد معروف بہ مکہ مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمائی اور گھر جا کر تقریباً ڈھائی بجے پیشاب سے فراغت حاصل کی اور فرمایا کہ یہ حضرت کی کرامت تھی۔

۲۔ میرے برادر عالی قدر مولوی عبدالجبار خان جن کا مستقر میدک تھا اور وہ محکمہء برقی میں مددگارِ حساب، پنجشنبہ ۲۷ /اگست ۱۹۶۴ء کو حیدرآباد ایک میٹنگ میں تشریف لائے اور دوسرے دن جمعہ کو نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد اپنے ایک دوست سید شاہ خلیل اللہ صاحب کے ہمراہ موٹر سائیکل پر اپنے مستقر میدک روانہ ہو گئے۔ ایسے عہدہ دار جن کا مستقر کوئی ضلع ہو وہ جب سرکاری کام کے لئے حیدرآباد آتے ہیں تو ایک دو دن حیدرآباد ہی میں گذار دیتے ہیں۔ چوں کہ یہ میرے بھائی اپنے فرائض سرکاری میں بڑے کارگزار اور مسلم نواز معروف تھے ان کے عہدہ دارانِ بالا نے یہ سمجھا کہ یہ شخص ہفتہ اور اتوار حیدرآباد ہی میں گذار کر دوشنبہ کو اپنے مستقر میدک واپس ہوگا انہوں نے اپنی دانست میں یہ خیال کیا کہ اس کو نقصان پہونچانے کا یہ اچھا موقع ہے۔ میدک تار روانہ کیا کہ اعلی عہدہ داروں کی ایک ٹیم معائنہ کے لئے شنبہ ۲۹ /اگست ۱۹۶۴ء کو آرہی ہے سب حاضر باش رہیں۔ ہمارے بھائی صاحب تو حیدرآباد میں تھے اور ان کے ماتحت ملازمین بے حد پریشان تھے کہ مددگار صاحب مستقر پر نہیں ہیں اور ان کو اس کی اطلاع کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے کیا کیا جائے؟ دفتر رات میں کھلا رکھا گیا اور ملازمین اپنی بساط کے مطابق کام میں مشغول رہے۔ رات کے بارہ بجے جب یہ میدک پہونچے ہیں تو معائنہ کی اطلاع ملی۔ یہ فوراً دفتر پہونچے اور حکم دیا کہ صبح تک کام جاری رہے اور ہر چیز سلیقہ کے ساتھ بغرض معائنہ تیار رکھی جائے اور ہر

شخص صبح اولِ وقت دفتر حاضر ہو جائے۔ معائنہ کنندہ عہدہ دار جب ٹھیک دس بجے دن دفتر پہونچے ہیں تو سیدھے ان کے اجلاس پر پہونچے ان سب کو اس بات کا یقین تھا کہ لازماً یہ شخص حیدرآباد میں گل گشت کر رہا ہوگا اور بغیر اجازت دفتر سے غیر حاضر رہے گا اور ہم اسی وقت اس کو معطل کر دیں گے مگر واہ رے تصرّفِ پیر عالی قدر! ان کا نام لیوا بروقت کئی گھنٹہ براہ سڑک سفر کر کے اپنے مستقر کو پہونچ گیا اور ایسا انتظام کیا کہ گرفت اور دار و گیر کی کوئی چیز نہیں ملی۔ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَر (وہ منکر حیران رہ گیا) حرف بہ حرف صادق آ گیا۔

☆☆☆☆☆

جلوسِ جنازہ:

مقامی اخبارات کا نظری اندازہ ہمارے حضرت کے جنازے میں ڈھائی لاکھ اشخاص کی حاضری کا ہے اور یہ بیان بھی کہ حیدرآباد کی تاریخ میں کسی موقع پر انسانی سروں کا اتنا بڑا سمندر نہیں دیکھا گیا۔ عیدگاہِ میر عالم میں نماز جنازہ ہمارے حضرت کے فرزندِ اکبر مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں ادا ہوئی اور پھر جنازہ ''نقشبندی چمن'' کی طرف روانہ ہوا۔ محبین اور معتقدین کا عالم یہ تھا کہ جنازہ کو کندھا دینے کی مسابقت میں کئی اشخاص کے سروں سے عمامے گر گئے، پیروں سے جوتیاں چھوٹ گئیں، ہاتھوں کی کلائیوں سے گھڑیاں اور جیبوں سے فونٹن پن اور پاکٹیں گر گئیں جن کو انتظامی عملہ نے فوراً اٹھا اٹھا کر عیدگاہ پہونچایا اور اسپیکر سے اعلان کیا گیا کہ اپنی اپنی اشیاء بعد شناخت حاصل کر لیں۔

ٹھیک ۱۲ بجے جنازہ لاکھوں اشخاص کے ہجوم کے ساتھ نقشبندی چمن پہونچا، الحمد للہ

سارے انتظامات مکمل تھے اور ابدی خواب گاہ تیار رہنے سے پاؤ گھنٹہ کے اندر تدفین مبارک عمل میں آئی۔ ہمارے حضرت کو لحد مبارک میں اتارنے کی سعادت حضرت مولانا ابوالوفا اور حضرت مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ علیہما الرحمہ نے حاصل فرمائی۔(یہ ساری تفصیلات سید شاہ محمد قادری ہمارے حضرت کے نواسہ اور سید شاہ ثناء اللہ قادری نبیرۂ حضرت مخدوم کی توثیق سے قلم بند کی گئی ہیں)۔

ہمارے حضرت کے فرزند اکبر حضرت مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ نقشبندی قادری مجددی کو اور دیگر دس برادران طریقت کے ساتھ دو سال قبل خلافت عطا فرمائی تھی اس لئے فاتحہ سوم کے دن یعنی بتاریخ ۲۱ / ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ روز یکشنبہ ہزاروں اشخاص کے اجتماع میں بعد ختمِ قرآن مجید اس عاجز راقم کی تحریک پر جانشینی کی تقریب حضرۃ الاستاذ مولانا ابوالوفا افغانی قدس سرہ کے دست مبارک سے انجام پائی۔ اور مولانائے محترم نے بصیرت افروز تقریر کے ذریعہ حضرت محدّث دکن کے محاسن اور جانشینِ مکرّم کے اوصاف عالیہ بیان فرمائے۔

☆☆☆☆☆

سجادہ نشینی:

ہمارے حضرت کے جانشین آپ کے بڑے فرزندِ دلبند تھے۔ آپ کی تعلیم اور تربیت ہمارے حضرت کی زیر نگرانی بڑے اہتمام سے عمل میں آئی۔ علوم ظاہری کے علاوہ باطنی علوم کا اکتساب بھی آپ نے اپنے والد بزرگوار سے ہی کیا اور مدارجِ سلوک بھی نہایت بصیرت کے ساتھ طے کروائے گئے۔ ہر وقت ہمارے حضرت کی توجہ آپ پر رہا کرتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگانہ صفات کے آپ مجسّم پیکر تھے۔آپ کے بارے میں ہمارے حضرت نے بارہاارشادفرمایا کہ آپ سعیدِ ازلی ہیں اور آپ کے ساتھ ہمارے حضرت کی خصوصی محبت تھی۔ہمارے حضرت کوجذب وسلوک اورطریقت ومعرفت کی دولہریں دادا پیرحضرت بخاری شاہ صاحب قدس سرہ سے پہونچی تھیں الحمدللہ وہی نسبتیں آپ میں بھی بخوبی تھیں۔اسطرح آپ ہمارے حضرت کے حقیقی معنوں میں جانشین تھے۔

حضرت مولانا ابوالوفاءعلیہ الرحمہ نے انتہائی رقت انگیز لہجہ میں ہمارے حضرت کی مقدس اور پاکباز زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محدّث دکن قدس اللہ سرہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی پیام اورالٰہی مشن کوآگے بڑھانے کے لئے اس دنیا میں تشریف لائے۔آپ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے وقف تھی۔آپ کانصب العین یہ تھا کہ خداوندقدوس سے بندہ کے رشتہ کومضبوط کیا جائے اور ماسوی اللہ کی نفی کی جائے اس فنااور بقا،نفی اوراثبات کانتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے اس وابستگی کے بعد ساری دنیا ان کے قدموں تلے آگئی اور آپ ایک زندۂ جاوید ہستی بن گئے۔آپ اپنی تعلیمات،یقین محکم،عمل پیہم اورحبّ حقیقی کے ذریعہ فاتحِ عالم بنے،انسانوں کے دلوں کوذکر الٰہی سے گرمایا،ایمان کی تازگی بخشی،سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کااِحیاء کیااورآم والی مسجد حسینی علم میں بیٹھ کر چالیس سال میں ایسی مایۂ ناز کتاب زجاجۃ المصابیح لکھی جو عالمِ اسلامی میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔عالمِ اسلام آپ کےاس تجدیدی کارنامہ پرجتنافخر کرے کم ہے۔اس جلیل القدرکتاب سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ایک متبحر عالم اورعظیم مصنف تھے جن کوعلوم اسلامیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی،نہ صرف عربی زبان میں

زجاجۃ المصابیح بلکہ اردو زبان میں دس کتابیں۔ یہ اتنا عظیم الشان سرمایہ ہے جو آنے والی نسلوں کی قیامت تک رہبری کرتا رہے گا۔

حضرۃ الاستاذ مولانا ابوالوفا علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ آپ کے خَلَفِ اکبر ہیں، حضرت نے آپ کو ہدایت اور سلوک کی مکمل تعلیم دی، آپ کے یہ مبارک جانشین جن کی دستار بندی کا شرف انھیں حاصل ہوا ہے اپنے نامور پدر بزرگوار کی زندگی میں وہ سارے مراحل طے کر چکے تھے اور الحمدللہ وہ تمام اوصاف عالیہ۔ خصوصاً زہد وقناعت اور اتباع سنت وغیرہ جو ایک بزرگِ دین کی جانشینی کے لئے ضروری ہیں، آپ میں موجود ہیں۔

واضح ہو کہ جانشینِ حضرت محدّث دکن کی مبارک عمر (۵۱) سال کے لگ بھگ تھی اپنے والد نامدار کی جانشینی کے بعد حضرت نے سلسلہ ملازمت سے وظیفہ حسن خدمت حاصل فرما کر اپنی بقیہ عمر فرائض جانشینی میں صرف فرمائی ہمارے حضرت کے مبارک روحانی پیام کو عِلْمًا عَمَلاً، حَالاً اور قَالاً بِاَحْسَنِ الْوُجُوْہ انجام دیا۔

غیر معمولی اشخاص بچپن ہی سے اپنی حرکات وسکنات اور نشو ونما میں ممتاز ہوتے ہیں ان کے ایک ایک خط وخال میں کشش ہوتی ہے ان کے ناصیہء اقبال سے مستقبل کا نور خود بخود چمک چمک کر نتیجہ کا پتہ دیتا ہے، حضرت ابوالبرکات بھی اسی قسم کے لوگوں میں تھے، بچپن ہی میں آپ کے ہر انداز سے سعادت اور بلندی کے آثار نمایاں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ۲۸ سال ہمارے حضرت کی جانشینی اور سجادگی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے اور چہارشنبہ کی شب (۱۱) بجے ۷ر جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ/ ۳ر نومبر ۱۹۹۲ء داعی اجل کو لبیک فرمایا۔ حضرت کے تفصیلی احوال ان شاءاللہ ''حضرت محدث دکن کے اولاد امجاد'' میں بیان ہوں گے۔

ایصال ثواب اور چہلم:

صوبہ جات، اضلاع اور دیہات میں متوسلین نے اپنے اپنے مقامات پر قرآن خوانی اور جلسوں کا انتظام کیا اور پھر فاتحہ چہلم کے موقع پر بھی ہزاروں معتقدین نے قرآن خوانی میں شرکت کی اور ان سب کو کھانے کھلائے گئے۔ اور پھر الحمدللہ ہر سال ۱۸ اور ۱۹؍ ربیع الآخر کو سالانہ فاتحہ ہوا کرتے ہیں جس میں ہزاروں متوسلین اور معتقدین شریک ہوتے ہیں اور علماء کے مواعظ سے مستفید ہوتے ہیں۔ اور دوسرے دن یعنی ۱۹؍ ربیع الآخر بعد نماز فجر طعامِ نیاز کھلایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ماہانہ فاتحہ:

برادر عالی قدر جناب سید احمد شاہ صاحب ہر ماہ ۱۸؍ ربیع الثانی کو تا ایں دم درگاہ شریف میں قصیدہ بردہ شریف کی مجلس منعقد کرتے تھے۔ اس محفل میں جانشین حضرت محدّث دکن تشریف لایا کرتے تھے اور اب آپ کے جانشین کا بھی یہی معمول ہے۔

☆☆☆☆☆

پیغاماتِ تعزیت:

حضرت محدّث دکن کی ''سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گذشت'' رحلت کی خبر شائع ہوئی تو ملک و بیرون ملک بلکہ تمام عالم اسلام کے علماء زعماء، متوسلین و معتقدین نے آسمان ولایت کے اس بدر کامل اور شریعت وطریقت کے اس انجمن کی چشم ظاہری سے روپوشی

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

پر اپنے اپنے غم کا اظہار، ختم شریف کے ذریعہ ایصال ثواب، تقسیم لنگر اور جا بجا حضرت کے سیرت اور خدمات کے جلسے، قرار دادیں، اخبارات اور رسائل میں اظہار عقیدت و تعزیتی پیامات سجادہ نشیں حضرت مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت بھیجے گیے اور حضرت سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا جن میں کتاب کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے چند قابل ذکر شخصیات یہ ہیں۔

۱} مولانا سید شاہ محمد الحسینی سجادہ نشین روضہ بزرگ گلبرگہ شریف:

۲} جامع مسجد چوک کے تعزیتی جلسہ سے حضرت مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب شیخ الجامعۃ النظامیہ کا خطاب

۳} حضرت خواجہ نظام الدین معتمد عموی کل ہند مجلس اتحاد المسلمین

۴} مولانا حافظ قاسم صدیقی صاحب نے تعزیتی بیان میں فرمایا

۵} مجلس چشتیہ حیدرآباد تعزیتی یوم منانا

۶} جناب عبداللطیف خاں صاحب چیف آرگنائزر مسلم لیگ تلنگانہ

۷} ملا عبدالباری صاحب معتمدِ انجمنِ اسلامیہ

۸} جناب نواب ماندور خان صاحب

۹} لطیفیہ عربی کالج مغل پورہ کے تعزیتی جلسہ جناب سید شاہ محمد عبدالرزاق قادری موسوی معتمد کالج

۱۰} مجلس بلدیہ عظیم تر حیدرآباد میں تعزیتی قرارداد اور حضرت سید محمد بادشاہ حسینی صاحب کا خراج عقیدت

۱۱} نبی خانہ حضرت خیر المبین میں انجمن قادریہ کا جلسہ تعزیت

۱۲} بیرسٹر نواب اکبر علی خان رکن پارلیمان کا خراجِ عقیدت

۱۳} مسٹر مخدوم محی الدین قائد حزب مخالف قانون ساز کونسل

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۱۴} مولانا شیخین احمد شطاری کامل صاحب قبلہ

۱۵} پروفیسر (ڈاکٹر) سید عبداللطیف پروفیسر انگریزی جامعہ عثمانیہ

۱۶} صدر مجلس اردو جناب جانکی پرشاد کا اظہار تعزیت

۱۷} قائد پست کردہ اقوام مسٹر شیام سندر کا بیان صاحب

۱۸} رکن پارلیمان وسابق گورنر اتر پردیش بی رام کشن راؤ صاحب

اس طرح حضرت کے لیے سارے ملک کے مشہور شعراء کرام نے بھی اپنی عقیدت کا منظومات تعزیت کے ذریعہ اظہار کیا۔ ان سب کا احاطہ دشوار ہے اس لیے نمونہ اور یادگار کے طور پر چند نظمیں قطعے اور تاریخیں ہی یہاں درج کی جاتی ہے۔

مسدس از محمد اصغر صاحب امجد حیدر آبادی

پیرِ عبداللہ شہِ بدر کمال — عابدِ مرتاض، عبدِ ذوالجلال
از جنوب ہند تا حدِّ شمال — فی زمانہ جن کی مشکل ہے مثال
رہنما یوں، عینِ منزل ہوگیا — عبد اب اللہ سے واصل ہوگیا

قول جن کا معنی قرآن تھا — فعل حسبِ سنت و فرمان تھا
حال گویا صالحین کی جان تھا — نورِ عرفاں ضوفشاں ہر آن تھا
رخ ضیائے حق سے پر تنویر تھا — سورہ یوسف کی دل تفسیر تھا

وہ گلِ گلزار رمز اولیا — تھی ”علاج السالکین“ ہر اک ادا
وہ ”سلوکِ نقشبندی“ کی ضیاء — ہوگئی ”حق کی محبت“ میں فنا
وقفِ بند ورہنِ خامہ تھی حیات — سربسر ”معراج نامہ“ تھی حیات
معرفت سے گرچہ تھی معمور جاں — اور حقیقت دیدہ و دل میں نہاں

اور طریقت کا عمل تھا ترجماں
پر شریعت ہی رہی نوک زبان

شرع گویا عبدیت کی جان ہے
عبدِ کامل کی یہی پہچان ہے

آپ کیا اٹھے کہ نعمت اٹھ گئی
چلتی پھرتی ایک رحمت اٹھ گئی

کس قدر روشن حقیقت اٹھ گئی
دین کی محفل سے عظمت اٹھ گئی

اہل ایماں کیوں نہ ہوں ابجد ملول
آہ تھے ''زجاجۃ المصابیح'' رسول

قطعات ازشاعرقوم جنابِ حلمی افندی صاحب:

جو یاد میں محبوب کی کھو جاتے ہیں
واللیل کی زلفوں میں وہ سوجاتے ہیں

ہوتے نہیں دنیا کے وہ بندے حلمی
اللہ و محمد کے جو ہوجاتے ہیں

ہرحال میں جوشکر ہے کرنے والے
ایسے بھی ہیں دنیا سے گذرنے والے

اوروں سے وہ ڈرتے نہیں ہرگز حلمی
ہوتے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے

قلبِ مسلم کا آبگینہ ہے
نورِ ایمان کا خزینہ ہے

جس کا دل ہے رسول کی تربت
اس کا سینہ نہیں مدینہ ہے

کیا مبارک وہ موت تھی واللہ
مطمئن قلب محو دیدِ نگاہ

نزع میں تھے رسول پیش نظر
لب پہ تھا لا الہ الا اللہ

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

چند قطعات مع مادہ ہائے تاریخی:

نتیجہ فکر صاحبزادہ میر لطف علی پاشا خلیفۂ حضرت محدّث دکن

۱۔نذر دلگیر بہ پیشگاہ پیر بے نظیر ''۱۳۸۴ھ'' مرشدی ومولائی ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نور اللہ مرقدہ:

قطعہ:

بہار نغمہ ساز آئے نہ آئے　　　خمارِ رفتہ باز آئے نہ آئے

فقیرِ دلربا ہی چل بسا ہے　　　کوئی دانائے راز آئے نہ آئے

(وصف خاص)

۲۔از شاعرِ قوم جناب حلمی افندی صاحب

مسجد خموش اور ہے چپ خانقاہ آج　　　حضرت کو ڈھونڈتی ہے ہماری نگاہ آج

حلمی ندائے ہاتفِ غیبی ہے یادگار　　　ہیں جنت قدیر میں عبداللہ شاہ آج

۱۳۸۴ھ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۳۔از جناب محمد اصغر صاحب ابجد صدیقی قادری ملتانی

عارفِ حق پیر عبداللہ شاہِ محتشم　　　جانب فردوس جب راہی ہوئے وہ محترم

عرض کی باصد ادب ابجد نے تاریخِ وصال　　　ہے مقام پیر عبداللہ در قصرِ ارم

۱۳۸۴ھ

دیگر:

اٹھ گئے جب پیرِ عبداللہ تو آئی صدا　　　یہ حقیقی پیروِ شرعِ رسول اللہ ہے

مصرع تاریخ ابجد ثبت کر یہ لوح پر　　　خوابگاہِ پیر سید شاہ عبداللہ ہے

۱۳۸۴ھ

واضح ہو کہ پیغامات تعزیت اور تاریخِ وفات کے قطعات ماہنامہ ’’القدیر‘‘ محدّث دکن نمبر بابت اکتوبر ۱۹۶۴ء سے ماخوذ ہیں۔ یہ ماہنامہ جناب احمد اللہ قدیری صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا تھا عالی جناب ڈاکٹر ابوالحسن صدیقی صاحب نے اس عاجز کو یہ ماہنامہ فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالی موصوف کو مع متعلقین دارین میں عافیت سے رکھے۔ آمین بجرمۃ سید المرسلین ۱۲ (ابوالفداء غفرلہ)

حضرت محدّث دکن قدس سرہ کی وفات پر تعزیتی پیامات، نثر و نظم میں مادہائے تاریخ کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ اس موضوع کے آخر میں قطعہ تاریخ تکمیل طباعت زجاجۃ المصابیح جلد پنجم بھی پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ یہ نظم حیدر آباد فرخندہ بنیاد کے عظیم شاعر جناب محمد عبدالقادر خان خسرو علیہ الرحمہ کی ہے۔ موصوف حضرت محمد عبدالغفور خاں نامی کے فرزند اکبر تھے۔ اور اس عاجز راقم کے استاذ پروفیسر (ڈاکٹر) محمد عبدالمعید خاں صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ و ناظم دائرۃ المعارف العثمانیہ (رحمۃ اللہ علیہم) کے برادر اکبر تھے۔ یہ نظم اگرچہ کہ فارسی میں ہے مگر بڑی سلیس، سادہ سہل الممتنع، اور حقائق سے پُر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

سید عبداللہ شہِ مرشد ما　　عمرِ خضرش دہاد حق تعالی
پنجمیں جلد ترتیب دادہ　　کرد کامل کتابِ زجاجہ
چوں نمود ابتدائے کتابت　　یافت از سرورِ دیں اجازت
زیں شرف از حضورِ رسالت　　می شود انتسابِ زجاجہ
رہنمائے رہِ دین و ایماں　　مرشدِ سالکاں قطبِ دوراں

کردہ تجویز بہرِ مریضاں نسخہء لا جوابِ زجاجہ
کس زطبعتش نکرد است اعلان نگہتش منتشر شد بدوراں
گرچہ اندر وطن ہست پنہاں نافہء مشکنابِ زجاجہ
مستند فقہِ اہل سنن شد معتبر در نگاہِ زمن شد
للہ الحمد ملکِ دکن شد مطلعِ آفتابِ زجاجہ
آفتابِ فلک ایں نیامد کو زوال و غروبے بیابد
تاقیامت ہمیں طور باشد در جہاں آب و تابِ زجاجہ
بہرِ احناف تازہ نوید است دیدِ ایں نسخہء ماہِ عید است
در بلادِ عرب چوں رسیدست از دکن ماہتاب زجاجہ
تا زمانیکہ تالیف باشد طالبِ علم زو فیض یابد
نامہء خیر شیخم بگردد پُر ز اجر و ثوابِ زجاجہ
گر کنی شرح وبسطِ مسائل ہر گزت پیش آید نہ مشکل
میکنی زود مقصود حاصل گر بخوانی کتابِ زجاجہ
چوں خبر از طباعت رسیدہ خسروِ کمتریں دست بستہ
عرض کردہ سنش طبع گشتہ جلد پنجم کتابِ زجاجہ

۱۳۸۰ھ

برادرِ طریقت جناب کلیم قریشی صاحب سے اس عاجز نے درخواست کی تھی کہ اس مبارک تذکرہ کے لئے آپ ایک تازہ منقبت لکھیں تا کہ شریکِ تذکرہ ہو۔ الحمدللہ آنمحترم نے اس مسعود موقع پر اپنے دل کی گہرائی اور سچی عقیدت کے ساتھ ایک بڑی دلکش منقبت روانہ فرمائی۔ قارئین کرام کو اندازہ ہوجائے گا اس منقبت میں ایک خاص کیفیت اور والہانہ انداز

ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اپنے شیخ کی محبت اور عقیدت میں وارفتہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر دل کے اَسرار زبان پر لا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

یادِ جمیل

نذرِ بارگاہ شیخِ طریقت عارف باللہ، عاشقِ رسول اللہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ از برادرِ عالی قدر جناب کلیم قریشی صاحب نقشبندی وقادری دام فضلہ:

آنکھیں مدینہ، روئے مبیں قبلہ گاہ تھا
دل جلوہ گاہِ نورِ دو عالم پناہ تھا

اللہ کے ولی تھے، نبی کے امین تھے
اسم گرامی آپ کا عبداللہ شاہ تھا

وردِ زباں تھا صرف رسولِ خدا کا نام
اصحابؓ کی روش پہ رہے گامزن مدام

لوحِ جبین پاک پہ جلوہ فزا ہلال
چہرہ تمام سورۂ یوسف کا تھا جمال

قرآن کے فہم تھے تو شعورِ حدیث تھے
حسنِ عمل شریعت وسنت میں بے مثال

سو جان سے رسولِ خدا پر نثار تھے
عبداللہ شاہ عابدِ شب زندہ دار تھے

انداز مسکرانے کا دل موہتا ہوا
فردوس کا ہو جیسے دریچہ کھلا ہوا

حیرت میں چشمِ دل، تو بصیرت تھی دم بخود
یہ چودھویں کا چاند کہاں رونما ہوا

پائے رموز مرشدِ روشن ضمیر سے
حضرت کو خاص فیض ہے پیرانِ پیر سے

اذکار میں جواب، نہ اَسرار میں جواب
گفتار میں جواب، نہ کردار میں جواب

دینِ حنیف ہو گیا جب خود کہیں خموش
دنیا کہاں سے لائے، دیندار کا جواب

روشن چراغ قادری و نقشبند ہیں
کونین میں بفضل خدا سر بلند ہیں

پیشِ نظر ہمیشہ خدا کی کتاب تھی
ہر سانس اتباعِ رسالتمآب تھی

جو کام تھا شریعت وسنت کی حد میں تھا
جو بات تھی خدا کی قسم لا جواب تھی

جو بندگی کا حق تھا ادا ہو کے رہ گیا
بندہ رہِ خدا میں فنا ہو کے رہ گیا

قوت میں ضعف ڈھلتا تھا تازہ وضو کیساتھ
کس آبرو کا پاس تھا، کس آبرو کے ساتھ

وہ فرض ہو کہ سنت و واجب کہ نفل ہو
اللہ سے وصال تھا اللہ ھو کے ساتھ

مردِ خدا تھے پیشِ خدا جھومتے رہے
جلوے بہ احترامِ نظر چومتے رہے

حضرت کی ہر دعا میں تھا یسین کا اثر
دیدار ہی سے سرخرو ہوتا تھا ہر بشر

ہوتا تھا جس غلام پہ حضرت کا التفات
ہوتا تھا پھر وہ صاحبِ دل صاحبِ نظر

رحمت خدا کی ان پہ کہ مرحوم ہو گئے
ہم ظاہری فیوض سے محروم ہو گئے

یوں کلمہ گو کے ہاتھ میں قرآن دے گئے
جیسے سکون قلب کا سامان دے گئے

تھے باکمال آپ کے فیضِ توجہات
اللہ کا، رسول کا، عرفان دے گئے

طالب کو اپنے فیض سے سالک بنا گئے
اپنے ہر اک غلام کو مالک بنا گئے

اب کس کو اپنا حالِ غمِ دل سنائیں ہم
قدموں پہ کس کے لوٹ کے تسکین پائیں ہم

اب کس سے اپنے غم کا مداوا طلب کریں
اب کس کو زندگی کا مسیحا بنائیں ہم

ہم رہرووں کے حق میں صدائے جَرَس تھے آپ
ہم غمزدوں کے حق میں مسیحا نفس تھے آپ

آنکھوں کے نور، روح کو سوزِ یقیں ملے
قلب و نظر کو جلوۂ روئے مبیں ملے

یہ آرزو ہے آپ کے خادم کلیم کی
قدموں میں آپ کے اسے دو گز زمیں ملے

روشن ازل سے شمع ہے پروانہ چاہئے
اک آپ سا رسول کا دیوانہ چاہئے

☆☆☆☆☆

ہمارے حضرت کے اخلاف کرام:

حضرت محدّث دکن قدس اللہ سرہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ ہمارے حضرت نے دو صاحبزادوں کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔

حضرت محدث دکن قدس اللہ سرہ نے دو عقد فرمائے۔ زوجہ اولی مرحومہ سے صرف ایک صاحبزادی تھیں جن کا رشتہ جناب مولانا سید یوسف علی صاحب امام وخطیب جامع مسجد شولا پور (مہاراشٹرا) سے قرار پایا اور دونوں بیوی اور میاں نے الحمدللہ اچھی عمریں پائیں اور صاحب اولاد واحفاد ہوئے۔

ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ نے زوجہ اولی کے انتقال کے بعد نلدرگ (عثمان آباد، مہاراشٹرا) میں سادات گھرانے کی بڑی نیک نفس خاتون سے عقد فرمایا۔ ان زوجہء اُخری سے جو اولاد امجاد اور بنات طاہرات ہوئیں ان کی تفصیل حاضر ہے:

حضرت مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ نقشبندی وقادری علیہ الرحمۃ:

(وفات ۷؍جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ/ ۳؍نومبر ۱۹۹۲ء)

مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمہ کی صحیح تاریخ ولادت محفوظ نہیں ہے۔ غالباً ۱۹۱۲ء سے قبل ولادت پائی تھی۔ ابتدائے عمر ہی سے ذہانت وفطانت کے آثار پیشانی سے ظاہر تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حیدر آباد کی معروف درسگاہِ علوم اسلامیہ جامعہ نظامیہ میں علوم کی تحصیل کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے علوم شرقیہ کے امتحانات سے فراغت حاصل فرمائی۔ ان مشرقی

درسگاہوں کی تعلیم کی وجہ سے مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمہ کو فارسی اور اردو میں کافی مہارت تھی، ہمارے حضرت محدّث دکن نے اپنے چاروں صاحبزادوں کو دینی اور دنیوی علوم کی تحصیل کے بعد کسبِ حلال کے لئے ملازمت سرکاری میں مشغول فرمایا چنانچہ حضرت مولانا ابوالبرکات ہمارے حضرت کے وصال تک سلسلہء ملازمت سے وابستہ رہے۔ البتہ ہمارے حضرت کی ۱۹۶۴ء میں جب وفات ہوئی تو ارشاد وہدایتِ خلق کی ذمہ داریوں سے عہدہ بر آہونا تھا اس لئے (۵۲) سال کی عمر میں رخصتِ مستحقہ کے بعد وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا اور (۲۸) سال یعنی اپنی عمر کا بقیہ حصہ سجادہ نشینِ حضرت محدّث دکن کی حیثیت سے گذار دیا۔ ہمارے حضرت کی مسجد میں جو نظم اور اہتمام، نماز پنجگانہ کی امامت وغیرہ معمولات جاری تھے باحسن الوجوہ انجام دیئے۔

عادات کریمہ:

مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمہ بڑے متواضع اور حلیم الطبع بزرگ تھے ہر ایک سے شفقت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی جس کا اظہار لباس اور غذاء وغیرہ میں ہوتا تھا۔ آپ نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے تھے اور یوں بھی جو سامنے لایا جاتا بے تامّل تناول فرماتے۔ آپ کبھی غصہ نہیں فرماتے۔ آپ الحمدللہ مجذوب سالک تھے لیکن جذب غالب رہا کرتا تھا جس کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر دبدبہ اور متانت ہوا کرتی تھی۔

''رفتار میں کردار میں اللہ کی برہان''

کے مجسم پیکر تھے۔ زہد اور قناعت تو آپ کی خمیر میں تھے۔ مولانا ابوالبرکات کے اوصاف اور احوال کو دیکھ کر قارئین کرام کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مبارک حدیث سنانے کو

جی چاہتا ہے جو حضرت کے حال پر شاہد ہے:

عن أبی خلاد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اذا رایتم الرجل المؤمن قد اعطی زھدا فی الدنیا و قلة منطق فاقتربوا منه فانه یلقی الحکمة (طبقات ابن سعد ۱۳۰/۶) اور التقریب (۱۴۸/۲)۔ (ترجمہ) ابو خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم مرد مؤمن کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو دنیا سے زھد (یعنی بے رغبتی) اور کم گوئی دی گئی ہے تو اس کے قریب رہو (اور اس سے فائدہ اٹھاؤ) اس لئے کہ اس پر حکمت (دانائی) کا القاء ہوتا ہے (طبقات ابن سعد ۱۳۰/۶) اور التقریب (۱۴۸/۲)۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمہ کی دانائی کا ایک واقعہ یاد آیا جو اس عاجز سے متعلق ہے۔ اس عاجز کی خدمات تدریسی بحیثیت لیکچرار شعبہء دینیات ساڑھے تین برس بعد بوجہ تخفیف شعبہ ۱۹۵۰ء ختم کردیئے گئے اور چودہ ماہ بعد دائرۃ المعارف جامعہ عثمانیہ میں بجائے (۳۰۰ تا ۸۰۰) کے (۸۰ تا ۱۲۵) کی جائیداد پر مصحح کی حیثیت سے احکامِ تقرر وصول ہوئے۔ یہ عاجز مراسلہ تقرر لے کر اپنے پیر و مرشد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہمارے حضرت کچھ متفکر سے ہوئے کہ اسی جگہ اتنی بڑی ماہوار کی بجائے اس قدر کم مشاہرہ پر تقرر قابل غور ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: میاں! سید خلیل اللہ ایسے معاملات میں صاحبِ رائے اور صاحبِ بصیرت ہیں ان سے مشورہ کرو، حسب الحکم یہ عاجز مولانا ابوالبرکات کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب! آپ تنخواہ کا خیال نہ کریں خالص علمی تحقیقی کام ہے قبول کرلیں۔ گفتہء او گفتہء اللہ بود! اس عاجز نے ان صاحبِ حکمت کی بات

مان لی اور نتیجۃً ۱۹۶۰ میں دوبارہ شعبہء عربی میں فائز ہوا اور الحمدللہ ثم الحمدللہ ترقیاں حاصل کرتا ہوا صدر شعبہ عربی اور پروفیسر بنا اور عربی زبان کا صدر جمہوریہ ایوارڈ کا بھی مستحق قرار پایا۔ والحمدللہ حمداً کثیرا کما یحب ربنا و یرضی۔

شادی اور اولاد:

مولانا ابوالبرکات کی شادی ہمارے حضرت محدّثِ دکن نے اپنے ہی گھرانے اور برادری میں طے فرمائی آپ کے خُسر محترم الند شریف (گلبرگہ) میں وکالت فرمایا کرتے تھے۔ پولیس ایکشن کے بعد موصوف اپنے افرادِ خاندان کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے حضرت کی اہلیہ بڑی عابدہ اور متقی خاتون تھیں۔ بڑی سلیم الطبع اور خوش مزاج تھیں گھر بھر میں بڑی بہو ہونے کی حیثیت سے سب کی خیر خبر رکھتی تھیں۔

جود و سخا:

حضرت محدّثِ دکن قدس سرہ کی مانند حضرت ابوالبرکات بھی بڑے سخی اور جواد تھے۔ پریشان حال اصحاب کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے اور نقد و جنس کی تمام ضرورتیں ان کے لئے فراہم کرتے تھے اور اس طرح سے کہ عام طور پر دوسروں کو خبر بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ صرف ایک واقعہ جو متعلقہ شخص نے اس عاجز کو بتایا سنانا چاہتا ہوں۔ ہمارے ایک دیہاتی برادرِ طریقت اپنا گاؤں چھوڑ کر شہر منتقل ہو گئے تھے صاحبِ اولاد تھے، حضرت ہی کے محلہ میں ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ اس مسجد کا انتظامیہ ہمارے حضرت کے نواسہ سید شاہ محمد قادری (مقیم ٹورنٹو، کینڈا) سے متعلق تھا۔ انہوں نے ان صاحب کو اس مسجد کی امامت سپرد کر دی۔ فارغ اوقات میں یہ چھوٹی موٹی تجارت کر لیا کرتے تھے۔

مکان کے لئے ان صاحب نے ایک چھوٹی زمین خریدی اوراس کے لئے علی الفور آٹھ سور روپیہ کی ضرورت تھی۔ یہ مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوراپنی در پیش مشکل سنائی۔ ان موصوف نے اس عاجز کو بتایا کہ حضرت نے جوں ہی یہ بات سنی فوراً اٹھے اوراپنے خلوت کدہ سے پوری رقم لاکران صاحب کے حوالہ کردی۔ اسی کو کہتے ہیں اس طرح دو کہ ''دائیں ہاتھ سے دے رہے ہوتو بائیں ہاتھ کوخبر نہ ہو''۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا حضرت ابوالبرکات طبعی فیاض اورسیر چشمی کے ساتھ حزم واحتیاط، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی صفات عالیہ سے آراستہ تھے، لوگ اپنی مشکلات اور معاملات میں مشورہ اوررہنمائی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے آپ بڑی بردباری اوردانشمندی سے ان اصحاب کواپنے مشوروں سے سرفراز فرماتے اوران کی اعانت فرماتے۔

اولادامجادِحضرت ابوالبرکات:

حضرت ابوالبرکات کے تین صاحبزادے ہیں:

۱}حضرت ابوالخیرات سید شاہ انوار اللہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

جواپنے والد بزرگوار کے جانشین تھے۔ ''نقشبندی چمن'' جہاں حضرت محدّث دکن، حضرت کے متعلقین، معتقدین اور برادرانِ طریقت آرام فرما ہیں اس کوحقیقی معنوں میں نقشبندی چمن بنایا۔ الحمد للہ حضرت محدث دکن قدس سرہ اور مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمہ کی جانشینی کے فرائض بخوبی انجام دئے۔ دعاہے کہ اللہ تعالی سلسلہ عالیہ کے فیوض کوجاری وساری رکھے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین و آلہ الطاھرین و اصحابہ الاکرمین (آپ مختصر سی علالت کے بعداس دارفانی سے کوچ فرمایا۔ اللہ تعالی جوار رحمت میں جگہ عطافرمائے۔ آمین)۔

۲} حضرت سید شاہ ثناء اللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوالبرکات کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ نوعمری میں امریکہ بغرض تعلیم پہونچے اور الحمدللہ میڈیکل ٹیکنالوجی میں ایم ایس ہیں۔ شکاگو میں مقیم ہیں۔ اپنی ذاتی لیبارٹری قائم کی ہے آپ اپنے تیسرے چچا جناب سید حبیب اللہ مرحوم کے داماد ہیں اور دو صاحبزادیوں اور ایک صاحبزادہ کے والد ماجد ہیں۔ تمام خاندانی اوصاف اور اخلاق عالیہ سے آراستہ ہیں اللہ تعالیٰ مع اہل وعیال دارین میں عافیت سے رکھے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین۔ (یہ امریکہ میں دنیا سے چل بسے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے۔ آمین)۔

۳} حضرت ابوالفیض سید شاہ عطاء اللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوالبرکات کے تیسرے صاحبزادہ ہیں یہ بھی نوعمری میں بغرضِ تعلیم امریکہ پہونچے اور کمپیوٹر سائنس میں (ایم۔ایس) کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہے شکاگو کی قریبی ریاست انڈیانا میں مقیم تھے- اب آپ کے صاحبزادے ابوالفضل سید شان عطا اللہ شاہ عرف سید شان خلیل اللہ نقشبندی مجددی قادری جانشین حضرت ابوالحسنات و حضرت ابوالبرکات وحضرت ابوالخیرات وحضرت ابوالفیض ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے اور آپ کے فیض کو جاری وساری فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین وآلہ الطاہرین واصحابہ الاکرمین۔

حضرت ابوالبرکات علیہ الرحمہ کا جب انتقال ہوا تو یہ عاجز ہوسٹن (امریکہ کی ایک ریاست) میں مقیم تھا۔ شکاگو سے یہ خبر اس عاجز کو ملی۔ اس عاجز کے سمدھی جناب کلیم قریشی صاحب ان دنوں اپنے لڑکوں کے ہاں ریاض (سعودی عربیہ) میں مقیم تھے۔ اس عاجز نے

اپنے اس برادر طریقت کو یہ روح فرسا خبر فون پر سنائی۔ موصوف نے اس عاجز کو خط لکھا اور اپنے جذباتِ رنج وغم سے آگاہ کیا۔ یہ عاجز مناسب سمجھتا ہے کہ اس مضمون کو جناب کلیم قریشی صاحب کے تعزیتی بیان پر ختم کرے:

''آپ نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ ہمارے محترم پیرزادے، جانشین حضرت محدّثِ دکن اس دنیا سے اچانک ہمیں اور اپنے وابستگان کو چھوڑ کر خلد بریں کی طرف چل پڑے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غریب الوطنی میں یہ صدمہ قوت، صبر واستقلال سے بہت زیادہ ہے۔ بلا شبہ حضرت خلیل اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانشینِ پیرومرشد تھے۔ ہمارے شیخِ طریقت کی نشانی تھے۔ بلکہ ہمارے حضرت قبلہ قدس سرہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ حضرت پیرومرشد کے بعد وہ ہم جیسوں کے لئے ایک مستقل ڈھارس اور ایک ہمت تھے۔ ۲۸/سال تک ہم ان کی وساطت سے اپنے پیرومرشد کے فیضان سے بخوبی مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ یہ روشن چراغ بھی گل ہوگیا۔ مسند بے رونق ہوگئی۔ بزم طریقت اور شریعت میں اب یکساں خلا پیدا ہوگیا۔ وابستگانِ سلسلہ یتیم تھے اب یسیر بھی ہوگئے۔ اللہ تعالی ہم سب پر رحم وکرم فرمائے''۔

۲۔ حضرت سید احمد صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محدّث دکن قدس سرہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی جب ولادت ہوئی تو آپ کی پھوپھی جو مؤمن آباد ضلع بیڑ کے ایک جاگیردار صاحب سے منسوب تھیں اور لاولد تھیں تو انہوں نے حضرت احمد میاں صاحب کو گود لے لیا جس کی وجہ سے آپ

کی بود و باش اور تعلیم وہیں ہوئی اور وہیں سلسلہ ملازمت رہا اور پھر وظیفہء حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے آپ کے تین صاحبزادے :(۱) سید محمود احمد، (۲) سید غوث احمد اور، (۳) سید مظفر حسین ہیں، یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور زمینداری اور زراعت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالی ان سب کو دارین میں عافیت سے رکھے۔ آمین!

۳۔حضرت سید حبیب اللہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محدّث دکن کے آپ تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے۔ سیلس ٹیکس آفس میں منتظم رہے۔ آپ اپنے ماموں کے داماد تھے۔ اہلیہ کے انتقال کے بعد آپ نے بچوں کی صغرسنی اور ان کی دیکھ بھال اور پرورش کے لئے خطیب مکہ مسجد مولانا مفتی سید محمود صاحب علیہ الرحمہ جو ناظم جامعہ نظامیہ تھے ان کی معذور پوتی سے شادی کی ان خاتون نے جو ایک سال بعد بیوہ ہوگئی تھیں اپنے شوہر کے خواب کی صحیح تعبیر ظاہر فرمائی اور حضرت حبیب اللہ صاحب کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تعلیم، تربیت اور ان کی شادیوں کی ساری ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ اللہ تعالی جزاء خیر عطا فرمائے۔ حضرت سید حبیب اللہ صاحب کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادوں میں: (۱) سید محمد صاحب، (۲) سید ولی اللہ صاحب، (۳) سید صفی اللہ صاحب، (۴) سید نصر اللہ صاحب۔ جناب سید محمد صاحب ٹورنٹو (کینیڈا) میں مقیم ہیں۔ سید ولی اللہ صاحب کا ان کے والد کی جائیداد پر تقرر رہوا اور وہ بی کام ہیں۔ سید صفی اللہ صاحب جدہ میں کارگذار ہیں اور سید نصر اللہ صاحب حیدرآباد میں زیر تعلیم ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حضرت سید حبیب اللہ صاحب کے صاحبزادیوں میں سید طاہرہ اپنے تایا کے دوسرے فرزند سید ثناء اللہ صاحب کی اہلیہ ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔اور بقیہ دو صاحبزادیوں میں ایک شولا پور میں قرابت میں بیاہی گئیں اور تیسری صاحبزادی اپنے میاں کے ساتھ جدہ میں مقیم ہیں۔اللہ تعالی سب کو ان کے متعلقین کے ساتھ دارین میں عافیت سے رکھے۔آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

۴۔ حضرت سید رحمت اللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ سید شاہ رحمت اللہ صاحب حضرت محدّث دکن قدس سرہ کے سب سے چھوٹے اور چوتھے صاحبزادہ ہیں۔آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی سے عربی زبان اور ادب میں بدرجہ اولی امتیازی کامیابی حاصل فرمائی۔مگر ایم اے ہونے سے پہلے سلسلہ ملازمت میں زرعی یونیورسٹی کے صیغہ حساب میں داخل ہو چکے تھے جس کی وجہ سے یونیورسٹی میں تدریسی خدمات پر فائز نہیں ہو سکے۔۱۹۸۹ء میں وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے ہیں۔

ہمارے حضرت قدس سرہ نے آپ کو بھی اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ الحمد للہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اذکار اور اوراد کے پابند ہیں اور صاحب ذوق اصحاب الحمد للہ بیعت سے مشرف ہو رہے ہیں۔اللہ تعالی آپ کو سلامت با کرامت رکھے۔آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں: ۱)ڈاکٹر سید شاہ صبغۃ اللہ صاحب (ایم۔ بی۔بی۔ایس،عثمانیہ) حکومت ایران نے آپ کی عظیم الشان خدمات حاصل کی ہیں۔ابھی حیدرآباد میں آپ اپنی میڈیکل خدمات جاری رکھے ہوئے ہیں۔شہر کے کئی مشہور دواخانوں

کے علاوہ اپنے دولت کدہ پر Clinic سے ہزاروں مریض آپ سے شفا یاب ہوتے ہیں۔آپ بڑے نیک ، با اخلاق اور بہت قابل ہیں۔ والد بزرگوار سے خلافت حاصل ہے اور حضرت ابوالخیرؒ کے جانشین بھی ہیں۔ بے شمار طالبین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قادریہ میں داخل بیعت ہوکر فیض حاصل کررہے ہیں۔اوروابستگان سلسلہ عالیہ کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کے ظل عاطفت کو وابستگان پر سلامت باکرامت رکھے۔آمین بجاہ بحرمۃ سیدالمرسلین۔

۲) سید شاہ نعمت اللہ صاحب انجینئر ہیں اور نیویارک (امریکہ) میں مقیم ہیں۔ ۳) سید شاہ سعداللہ صاحب یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں اور حیدرآباد ہی میں رہتے ہیں۔آپ کو مطالعہ کا بڑا شوق ہے اور گھر پر ہی رہتے ہیں۔حضرت سید شاہ رحمت اللہ صاحب کی چار صاحبزادیاں ہیں دو حضرت سید مولانا یوسف علی صاحب خطیب جامع مسجد شولاپور کے نواسوں سے بیاہی گئیں اور باقی دو اپنے میاں صاحبان کے ساتھ حیدرآباد میں مقیم ہیں۔اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ ان سب کو اپنے اپنے متعلقین کے ساتھ دارین میں عافیت سے رکھے آمین بحرمۃ سیدالمرسلین۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

☆☆☆☆☆

حضرت محدث دکن کی صاحبزادیاں:

حضرت محدّثِ دکن قدس سرہ کی تین صاحبزادیاں تھیں: پہلی صاحبزادی جو زوجہ اولی سے تھیں مولانا سید یوسف علی صاحب خطیب جامع مسجد شولاپور سے بیاہی گئیں دوسری صاحبزادی جناب مولوی سید عبدالرؤف صاحب (خواہرزادہ) امام وخطیب جامع مسجد قلعہ نلدرگ سے منسوب ہوئیں اور تیسری صاحبزادی سید احسان اللہ صاحب قادری سے منسوب ہوئیں۔ان تیسری صاحبزادی کے نامور فرزند سید شاہ محمد قادری ٹورنٹو (کینیڈا) میں مقیم ہیں۔

آپ نوعمری میں بغرض تعلیم امریکہ پہونچے اورمیڈیکل ٹیکنالوجی میں بی۔ایس کیا آپ کی دینی اور علمی سرگرمیاں ٹورنٹو میں قابل ذکر ہیں۔ ٹورنٹو سے بیس میل کے فاصلہ پر AJAX نامی مقام پر جناب حافظ مفتی عبدالماجد خاں صاحب نے دارالعلوم قائم کیا ہے اور گرمائی تعطیلات میں علیحدہ دینی تربیتی نظام بھی جاری رہتا ہے۔عزیزم جناب سید شاہ محمد قادری اس دینی درسگاہ کے سرگرم کارکن ہیں۔آپ کے دو صاحبزادہ ہیں ایک حافظ جنید قادری اور دوسرے حافظ عمیر قادری۔ الحمدللہ حافظ جنید نے دوسال قبل حفظ قرآن پاک کی تکمیل کرلی ہے اور الحمدللہ گذشتہ سال ۱۹۹۴ء میں تراویح میں قرآن پاک بھی سنایا ہے اور حیرانی اس بات پر ہوتی ہے کہ حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ان کے چھوٹے فرزند بھی اسی دینی مدرسہ میں حفظِ قرآن پاک کرلیا ہے اوراس سال ۱۹۹۶ء میں محراب بھی سنایا ہے۔اس طرح قادری گھرانے کے یہ دوچشم و چراغ کینڈین ہونے کے باوجود اپنے اسلاف کی یادکوتازہ کررہے ہیں۔ حضرت مولانا سید مظفرحسین نقشبندی علیہ الرحمہ والدِ بزرگوار حضرت محدّثِ دکن جو حافظِ قرآن اور عالم باعمل تھے ان کے بعد پھر تاریخ نے حفظِ قرآن کے سلسلہ میں اپنے کو دہرایا ہے۔ اللہ کرے کہ اس دولت لازوال یعنی قرآن پاک کے حفظ کے دوش بدوش یہ دونوں عالمِ دین بھی بنیں اور ملت کے لئے ہدایت اور روشنی کا مینار بنیں۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔ حافظ جنید سلمہ اور حافظ عمیر سلمہ کے والدین قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنی سرپرستی کا حق ادا کردیا اوراپنے لئے ذخیرہ آخرت فراہم کرلیا اورآنے والی نسل کوایک اچھا اسوہ اورنمونہ دیا۔ کثر اللہ امثالھم (اللہ تعالی ایسی مثالیں بکثرت پیدا فرمائے) آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

اولاد معنوی:

حضرت محدّثِ دکن قدس سرہ کے مریدین کی تعداد کا اندازہ بے حد مشکل ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ آپ نے ارشاد اور ترویجِ طریقت کے لئے مدت العمر آم والی مسجد واقع حسینی علم کو مرکز بنایا ہر دن صبح اور شام لوگ جوق در جوق حاضر خدمت ہوکر بیعت فرماتے۔ اور گھر پر خواتین بھی ہر روز بکثرت داخل سلسلہ ہوتیں۔ ہمارے حضرت کی مقبولیت اور شہرت قابل رشک حد تک پہونچ چکی تھی۔ برّصغیر کا گوشہ گوشہ ہمارے حضرت کی فیض رسانی کا گواہ ہے یہ کام جوانی کے زمانے سے آخر عمر تک پچاس ساٹھ سال جاری رہا ہے اس لئے بے تکلف و تامل قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے حضرت کی مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ یہ عاجز اس وقت شکاگو میں اپنے فرزندِ عزیز محمد امان اللہ خان امجد (اللہ تعالی اس کو مع متعلقین دارین میں عافیت سے رکھے) کے ساتھ رہتا ہے۔ آج مارچ ۱۹۹۶ء کی ۱۳ تاریخ ہے۔ اس عاجز نے دوران قیام امریکہ ٹورنٹو، ہوسٹن، ڈیلس، نیویارک، سانس فرانسکو، کیلیفورنیا اور لاس اینجلس کے سفر کئے ہیں الحمد للہ ہر جگہ برادرانِ طریقت اور معتقدین کی کثیر تعداد پائی ہے۔

ذیل میں چند معروف مریدین اور معتقدین کے اسماء گرامی بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔ مولانا حکیم محمد حسین صاحب شیخ الحدیث و امیر جامعہ نظامیہ حیدرآباد (انڈیا)

۲۔ مولانا سید حبیب اللہ رشید پاشاہ صاحب، سابق امیر جامعہ نظامیہ

۳۔ مولانا مفتی محمد عبد الحمید صاحب ناظم جامعہ نظامیہ

(مرید حضرت مولانا حافظ سید مظفر حسین والد حضرت محدث دکن)

۴۔ پروفیسر قاری سید کلیم اللہ حسینی صدر شعبہ فارسی جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

۵۔جناب محمد منیر الدین صاحب استاذ تاریخ وسیاسیات جامعہ عثمانیہ،حیدرآباد

۶۔پرفیسر جناب فضل حق صاحب پرنسپل واستاذ انگریزی جامعہ عثمانیہ،حیدرآباد

۷۔مولانا سید عثمان جعفری دیوبندی استاذ شعبہء دینیات جامعہ عثمانیہ (موصوف مولانا فضل الرحمن نقشبندی گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور ہمارے حضرت کے معتقد تھے اور حاضر خدمت بھی ہوا کرتے تھے) موصوف اس عاجز راقم کے بڑے شفیق استاذ تھے۔

۸۔مولانا محمد علی صاحب دیوبندی استاذ شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ

(ہمارے حضرت کے معتقد تھے)

۹۔نواب عبدالعزیز خان ساکن حسینی علم حیدرآباد (بڑے معتقد تھے۔ ناشتہ پر ہمارے حضرت اور آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب علیہ الرحمۃ کو ہر دن زحمت دیا کرتے اور مسجد علی آقا حسینی علم میں نماز باجماعت کے لئے تشریف لاتے)۔

۱۰۔جناب مرزا شکور بیگ صاحب مرزا رکن مقننہ حکومت آندھرا پردیش۔

۱۱۔ڈاکٹر غلام دستگیر رشید صاحب صدر شعبہ فارسی جامعہ عثمانیہ۔

۱۲۔جناب حافظ مولوی عبدالرحیم صاحب امام وخطیب مکہ مسجد

(آپ تہجد میں قرآن پاک سنایا کرتے تھے)

۱۳۔جناب حافظ محمد حسین صاحب بن حافظ محمد امام صاحب

(تراویح میں آپ قرآن کا سوا پارہ سناتے تھے۔اور بیحد خوش الحان قاری بھی،

ہمارے حضرت آپ کی تراویح میں امامت سے بے حد خوش تھے)۔

۱۴۔جناب حکیم محمود خان صاحب۔

۱۵۔حضرۃ الاستاذ مولوی غوث الدین صاحب

(یہ دونوں حضرات ہمارے حضرت کے درس حدیث کے شاگرد تھے)

۱۶۔جناب الحاج محمد مہتاب علی صاحب ایڈوکیٹ گلبرگہ شریف۔

۱۷۔جنابہ رشیدہ بیگم (بی اے) استاذ ہائی اسکول گلبرگہ

(زوجہ الحاج محمد علاؤالدین ایڈوکیٹ، ان دونوں میاں بیوی نے ہمارے حضرت کی کتابوں کی اشاعت خصوصاً زجاجۃ المصابیح عربی اور نورالمصابیح اردو کی طباعت میں ہزاروں روپیہ سے اعانت فرمائی اللہ تعالی ان کو بہترین بدلہ عنایت فرمائے آمین بحرمۃ سید المرسلین)

۱۸۔جناب الحاج عبدالوحید خان صاحب امیر امارت شرعیہ مہاراشٹرا اورنگ آباد (انڈیا)

۱۹۔استاذ مکرم پروفیسر محمد عبدالمعید خان

صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ وناظم دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد،

(ہمارے حضرت سے بڑی عقیدت رکھتے اور آپ کو اپنے گھر پر تشریف لانے کی زحمت بھی دیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ ہمارے حضرت کو بارھویں کی نیاز شریف میں مدعو فرمایا۔حضرت نے فرمایا کہ پہلے سے ایک جگہ مدعو ہوں۔ڈاکٹر صاحب نے اس عاجز سے فرمایا: حضرت سے عرض کیجئے کہ ''میں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز میں مدعو کر رہا ہوں'' تو حضرت نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب عصر کے وقت اپنی گاڑی روانہ کردیں میں کہیں راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ کر ڈاکٹر صاحب کے گھر پہونچ جاؤں گا اور نیاز میں شریک ہوں گا۔یہ ڈاکٹر صاحب کی عقیدت کی ایک مثال قارئین کرام کو سنائی گئی)

۲۰۔جناب محمد علی بیگ صاحب موظف تحصیلدار

(موصوف نے جناب حافظ صدیق حسین صاحب ہمارے حضرت کے جو خلیفہ اور مجاز تھے نقشبندی چمن کی اراضی کے حصول میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ (جزاھما اللہ عنا خیرالجزاء)

۲۱۔پروفیسر (ڈاکٹر الحاج) غلام محمد صاحب مرحوم صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

۲۲۔مولوی محمد عبدالرحیم صاحب بصراوی مرحوم آڈیٹر مرکزی دفتر حسابات حیدرآباد

۲۳۔جناب عمر بن عبداللہ الیافعی کوھیری

۲۴۔جناب محمد شعیب صاحب انجینئر حکومت آندھرا پردیش

۲۵۔جناب سید تراب الدین صاحب۔بی ایس۔سی، بی۔ای

(ایکیز وکیوٹیو انجینئر حکومت کرناٹک)

۲۶۔حضرت سید اکبر شاہ صاحب صوبہ دار نظم جمعیت بارکس۔

۲۷۔الحاج حضرت حافظ مولانا سید حسن شاہ صاحب

(مولوی کامل نظامیہ) امام وخطیب جامع مسجد چوک حیدرآباد

۲۸۔جناب سید شاہ محی الدین صاحب مہتمم بازات صرفخاص

(موصوف نے حضرت کی ایک تالیف کو اپنے خرچہ سے طبع کروا کر ہمارے حضرت کے حوالہ کر دیا۔ (جزاہ اللہ عنا خیرالجزاء)

۲۹۔الحاج حافظ سید احمد شاہ صاحب امام وخطیب مسجد ٹیپو خان، نیاپل حیدرآباد۔

آپ قصیدہ بردہ کی ایک جماعت قائم کی جو متبرک مہینوں اور دینی محفلوں میں اس

مبارک قصیدہ کو پڑھتے ہیں جس سے عاشقانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیض یاب ہوتے ہیں۔ ہمارے حضرت سے آپ کی ایسی گہری عقیدت ہے کہ ہمارے حضرت کے روضہ میں ماہانہ فاتحہ کے موقع پر ہر ماہ ہلالی کی ۱۸ تاریخ کو یہ مبارک قصیدہ پڑھتے ہیں اور موسموں کی شدت اور رکاوٹوں کے باوجود الحمدللہ یہ مجلس آج تک ناغہ نہیں ہوئی (اللہ تعالی ان کو مع متعلقین دارین میں عافیت سے رکھے)۔

۳۰۔مولوی امام الدین صاحب (مولوی کامل جامعہ نظامیہ)

آپ اس عاجز کے خالو تھے آپ کے ایک فرزند جناب محمد نعیم الدین صاحب ایم۔ایس (امریکہ) شکاگو میں مقیم ہیں۔

۳۱۔مولوی سید عبدالنعیم الدین صاحب آڈیٹر حسابات (موصوف اس عاجز کے ہم درس ہیں)۔

۳۲۔سید خلیل اللہ صاحب (ایم۔ایس۔سی)

آپ نور المصابیح کے انگریزی ترجمہ میں مشغول ہیں اور شکاگو میں مقیم ہیں۔

۳۳۔جناب سید محمد عصمت صاحب سابق ڈپٹی سکریٹری حکومت آندھر پردیش، مقیم شکاگو۔

۳۴۔جناب محمد معین الدین صاحب چیف اکاؤنٹ آفیسر حکومت آندھرا پردیش۔

۳۵۔جناب محمد ضیاء الدین صاحب سکریٹری حکومت آندھرا پردیش مقیم شکاگو۔

۳۶۔سید شاہ خلیل اللہ بن مولانا سید حبیب پاشاہ مولوی کامل (نظامیہ) مقیم امریکہ۔

(عزیزم خلیل پاشاہ سلمہ اس عاجز کے ۱۹۹۱ء کے حج میں رفیق سفر رہے)۔

ہمارے حضرت کے چند خاص خادمین تھے جو دن رات ہمارے حضرت کے کاموں کے ذمہ دار تھے ان میں سے چند یہ ہیں: ۱) جناب مولوی غلام محمد صاحب معتمد انتظامی کمیٹی مسجد

علی آقا حسینی علم۔ ۲) جناب غلام محمد قریشی صاحب، ۳) جناب عبدالرحمن صاحب، ۴) جناب حیات علی صاحب، ۵) جناب بسم اللہ خان صاحب،۶) جناب سید عابد حسین صاحب، ۷) جناب سید محمد صاحب (مؤذن مسجد) ۸) جناب امین صاحب جو دن رات میں چوبیس ہزار ذکرِ اسم ذات کے پابند تھے، ۹) جناب محمد شفیع الدین صاحب کوہیری (کاتب عربی)، ۱۰) جناب محمد اصغر صاحب (کاتب عربی)،۱۱) جناب محمد داؤد علی صاحب (کاتب اردو)۔

واضح ہو کہ یہ چند نام ان برادرانِ طریقت اور معتقدین کے ہیں جس سے یہ عاجز راقم واقف ہے۔ ورنہ اس شمع ولایت کے پروانے سینکڑوں نہیں ہزاروں تھے اور الحمدللہ اس وقت بھی ہیں اللہ تعالی سب کو اولیاء کرام کی سرپرستی عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین وآلہ الطاہرین واصحابہ الاکرمین۔

☆☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

خلفائے عظام:

حضرت محدث دکن قدس سرہ نے اپنے وصال سے دو سال قبل یعنی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء میں حسب ذیل برادرانِ طریقت کو اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔ اور یہ فرمایا کہ اور سلاسل میں تقریب منعقد کر کے خرقہء خلافت سرفراز کیا جاتا ہے لیکن ہمارے طریقہ میں ایسا اہتمام نہیں۔ فرمایا کہ میں ایک روز حسب معمول اپنے پیر و مرشد قدس سرہ کی خدمت فیضد رجت کے حلقہ ذکر میں حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے سند خلافت، شایہ اور عمامہ پہلے سے تیار رکھا تھا اور یہ سب چیزیں بڑی سادگی کے ساتھ مرحمت فرمادیں۔ یہ بھی فرمایا میاں! سلسلہ طریقت جاری رہنا ہے ہمارے حضرت نے ان برادرانِ طریقت کو ارشاد فرمایا کہ فجر کی

نماز کے بعد آپ میرے دیوان خانے پر آجائیں ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ فرمایا۔ ہم میں سے اکثر کو یہ پتہ بھی نہ تھا کہ کس کس کو یاد فرمایا ہے۔ جب سب احباب جو نامزد خلافت تھے حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ ان سب کو یاد فرمایا ہے ان حضرات کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ (صاحبزادہ اکبر)

۲۔ مولوی سید عبدالرؤف صاحب مسافر (خواہر زادہ وداماد)

۳۔ مولوی سید رحمت اللہ شاہ صاحب (ایم اے، عربی)، (صاحبزادہ خورد)

۴۔ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سررشتہ دار عدالت۔

۵۔ قاضی مولوی محمد عبدالوہاب صدیقی (ساکن نلدرگ، عثمان آباد، مہاراشٹرا)

۶۔ مولوی محمد جعفر علی صاحب ساکن بیدر (کرناٹک)

۷۔ مولوی محمد حسین صاحب ساکن عثمان آباد (مہاراشٹرا)

۸۔ مولوی حافظ صدیق حسین صاحب، امام خطیب مسجد توپ خانہ گوشہ محل۔

۹۔ جناب عبدالرزاق صاحب، امام وخطیب مسجد شہامت جنگ موسی باؤلی، حیدرآباد۔

۱۰۔ جناب صاحبزادہ خواجہ لطف علی صاحب ساکن کوکہ ٹی (حیدرآباد)

۱۱۔ ابوالفداء محمد عبدالستار خان (راقم الحروف عاجز عفی عنہ)

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر تیرا، فکر تیری نام تیرا تیری یاد
اس سے بڑھ کر کام ہی آتا ہے دیوانہ کو کیا

عرب و عجم معاصرین حضرت محدث دکن قدس سرہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر ابوالفداء **محمد عبدالستار خان** داؤدزی نقشبندی وقادری علیہ الرحمہ

ایم اے، پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

تلخیص و ترتیب

حافظ و قاری ابوذکاء سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس بخاری نقشبندی وقادری

لکچرر دینیات کیمبرج یونیورسٹی ریجنل کالج، جدہ۔ ایم۔ اے، ایم فل، عربی (پی ایچ ڈی)

معاصرینِ کرام

(عالمِ عرب کے نامور علماء)

کھیتی تری امت کی کیا خوب ہری نکلی
جو شاخِ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی

سورۃ الانبیاء پارہ (۱۷) کی آیت نمبر (۱۰۷) میں ارشادِ ربانی ہے۔''وما ارسلناک الا رحمة للعالمین'' (اورنہیں بھیجا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کومگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے)اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شانِ رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے فرمایا''انما انا رحمة مهداة'' (میں وہ رحمت ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطورِ تحفہ عطا فرمایا ہے)۔روی ھذا الحدیث الدارمی والبیھقی فی شعب الایمان۔

صدر کی اس آیت شریفہ اور حدیثِ مبارک کی روشنی میں یہ عرض کرنا بجا ہے کہ شانِ رحمت للعالمینی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندوں سے جو آفتابِ نبوت اور ماہتابِ رسالت کی کرنوں اور ٹھنڈک سے جگمگاتے رہتے ہیں یہ کرہ خاکی نہ کبھی خالی رہا ہے اور نہ رہے گا۔ بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم دکھانے کیلئے ان حضرات کرام نے توحید و رسالت کی شمعیں فروزاں فرمائیں اور قیامت تک اس سلسلہ میں سرگرم عمل رہیں گے۔

اس طرح چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) میں پورے عالم اسلامی میں اسلاف کی یادگار میں ایسے عظیم مجاہدین، علماء ربانیین اور صوفیاء کرام گذرے ہیں جنہوں نے منبر و محراب اور میدانِ جہاد سے امت کو منزل حقیقی کے نشان دکھائے اور سمجھائے ہیں۔ اس لئے یہ عاجز راقم اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں عافیت سے رکھے۔ ذیل کی سطروں میں حضرت محدثِ دکن کے جلیل القدر معاصرین کا جو عالم اسلامی میں

بین الاقوامی مرتبہ کے حامل رہے ہیں تذکرہ کرنا چاہتا ہے تاکہ عند ذکر الصالحین تتنزل الرحمة (اولیاء اور صالحین کا جہاں ذکر ہو وہاں رحمت خداوندی اترتی ہے) کی روایت کے مطابقت میں نزولِ رحمت ہو اور یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہے کہ یہ حضرات علم ومعرفت، رموز وحکمت، احسان وسلوک اور ریاضت و مجاہدے اور جہاد فی سبیل اللہ کے سرچشمہ تھے۔

(معاصرینِ حضرت محدثِ دکن علیہ الرحمہ کا تذکرہ جو اشاعت اول میں تفصیل کے ساتھ موجود تھا، اس کو طوالتِ کلام کے باعث یہاں اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔)

1-الامام المحقق علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ علیہ

زمان ومکانِ میلاد:	1265ھ 1849ء ۔فلسطین
فراغت وقیام:	1283ھ میں الجامع الازھر سے فارغ ہوئے، آپ نے کافی عرصہ بیروت میں گذارے اور عہدہ قضاء کو نوازا گیا۔
علمی کارنامے وتصانیف:	آپ ساٹھ کتابوں کے مصنف ہیں۔جن میں چند کتابیں: الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر، قرة العینین علی منتخب الصححیین۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، وسائل الوصول الی شمائل الرسول، قرة العینین من البیضاوی والجلالین ، شواھد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق، الرحمة المھداة فی فضل الصلواة،
زمان ومکانِ وفات	رمضان المبارک 1350ھ 1931ء۔اجزم،فلسطین

2-السید محمد عبداللہ الصومالی الصالحی الصوفی

زمان ومکانِ میلاد:	1864ء۔صومالیہ،افریقہ
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	مکہ معظّمہ منتقل ہوئے اور ٦ برس تک شیخ محمد بن الراشدی کی زیر تربیت رہے۔شیخ محمد بن صالح الراشدی کے دست حق پرست پر سلسلۂ صالحیہ میں بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد براہ عدن 1895ءصومالیہ واپس آئے اور انگریز اور اٹلی کی فوج کا بڑا جانی ومالی نقصان کیا۔مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور حرم مکی کے مدرس متعین ہوئے۔
زمان ومکانِ وفات	رمضان المبارک1420ھ 1920ء۔مکہ مکرمہ۔

3-السید محمد بن علوی المالکی الحسنی المکی النقشبندی القادری

زمان ومکانِ میلاد:	1367ھ،1945ءمکہ مکرمہ
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد جامع ازھر سے فضیلت اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی،مخطوطات کے حصول اور علماء سے ملاقات کیلئے مراقش، پاکستان، ہندوستان، اور مصر کے سفر فرمائے۔علم حدیث کی سند حضرت الاساتذہ مولانا ابوالوفاء افغانی حیدرآبادی سے بھی حاصل کی۔ جامعہ ام القری مکہ معظّمہ میں قانونِ اسلامی میں پروفیسر کی حیثیت سے تقرر کیا گیا اور والدِ گرامی کے انتقال کے بعد مسجدِ حرام میں اپنے والد کی جگہ استاذ الحرم المکی تقرر ہوا۔حکومت سعودیہ نے آپ کی بے باکی کی وجہ سے معزول کردیا۔

مشرب ومسلک:	نقشبندیت میں خواجہ ناظم نقشبندی قبرصی کے ارادتمند تھے اور قادریت میں مولانا ضیاء الدین مدنی سے مجاز تھے۔جب حکومتِ سعودیہ نے استاذ مکی کی حیثیت سے معزول کردیا تو اپنے گھر واقع شارع مالکی، رصیفہ میں فقہ مالکی اورحدیثِ شریف کا درس دیا کرتے تھے۔
تصانیف:	الذخائر المحمدية ، دروع الوقاية باحزاب الوقاية ، تاريخ الحوادث والاحوال النبوية ، شوارق الانوار من ادعية السادة الاخيار ، الطالع السعيد المنتخب من المسلسلات والاسانيد۔
زمان ومکانِ وفات	15 رمضان المبارک 1425ھ 2004ء۔مکہ مکرمہ۔

4-شیخ محمد سعید بن عبدالرحمن الشامی الداغستانی البرھانی النقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1311ھ،1894ء - دمشق
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	1920ء میں فرانس نے جب ملک شام پر اپنا تسلط قائم کیا توآپ نے زبردست مقاومت کی اور جہاد میں حصہ لیا۔ دمشق واپس آکر شیخ عبد القادر الاسکندری، شیخ بدر الدین الحسنی اور شیخ عطاء اللہ الکسم سے استفادہ کیا۔شیخ ابوالخیر المیدانی النقشبندی اور شیخ محمد ہاشمی سے ارادتمندی اختیار فرمائی۔الھدایۃ العلیۃ اورشرح شطرنج کی تصحیح فرمائی۔

زمان ومکانِ وفات	1967ء۔دمشق

5-شیخ محمد ابوالخیر المیدانی الحنفی النقشبندی المجددی

زمان ومکانِ میلاد:	1293ھ،1875ء۔دمشق
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ حربیہ،ترکی میں داخلہ لیا، پھر دمشق واپس ہوکر شیخ سلیم مسوتی سے حدیث وفقہ حنفی کی تمام کتب پڑھیں۔ شیخ عیسیٰ کردی نقشبندی سے طریقت اخذ فرمائی۔شیخ میدانی کئی زبانوں: عربی،ترکی، فارسی، کردی، فرانسیسی اور انگریزی میں ماہر تھے،علاوہ ازیں علوم جدیدہ طب، فلکیات، تفسیر الاحلام، علوم سائنس میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔
زمان ومکانِ وفات	رمضان المبارک1380ھ 1961ء۔دمشق۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

6-شیخ محمد امین بن فتح اللہ اَردبیلی کردی شافعی نقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1331ء۔1914ء،کردستان
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ شیخ عمر ضیاء الدین عثمان سراج نقشبندی کے مجاز اور خلیفہ تھے، قاہرہ پہونچنے سے قبل مکہ معظّمہ میں ایک سال قیام فرمایا۔جامع ازھر میں قانونِ اسلامی کیساتھ علومِ اسلامیہ میں مہارت حاصل فرمائی۔آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ’’تنویر القلوب فی معاملۃ علوم الغیوب‘‘ شامل ہے۔

7-شیخ محمد بن حامد بن محمد، ابن ابو جماعۃ الھاشمی المالکی الشاذلی

زمان ومکانِ میلاد:	1298ھ،1880ء۔تلمسان،صبدہ۔الجیریا
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	اپنے شیخ محمد بن یلیّس کے ہمراہ دمشق ہجرت کئے اور وہاں کئی مشاہیر علماء کے آگے زانوئے ادب طئے کیا، جن میں مشہور شیخ بدر الدین الحسنی، شیخ محمد جعفر الکتانی، شیخ توفیق الایوبی ہیں۔شیخ احمد علوی نے 1931ء میں علوی درقاوی طریق میں خلافت واجازت سے نوازا۔ان کی معروف کتاب ''مفتاح الجنۃ فی شرح عقائد اھل السنۃ'' بڑی معتبر اور مستند کتاب ہے۔آپ کے خلفاء میں 'حقائق التصوف' کے مصنف شہر حلب کے شیخ عبد القادر عیسیٰ کے علاوہ شیخ محمد برہانی وشیخ محمد سعید الکردی شامل ہیں۔
زمان ومکانِ وفات	1381ھ۔1961ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

8-شیخ محمد بدر الدین بن یوسف بن بدر الدین الحسنی الحنفی الدمشقی

زمان ومکانِ میلاد:	1267ھ۔1850ء۔دمشق
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	محدثِ دمشق، فقیہ حنفی، مفسر لغوی آپ کو صحیح بخاری ومسلم بھی مع سند ومتن حفظ تھی۔ریاضیات، منطق اور علم لغت میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔آپ کے فتاوی کو شیخ شعیب ارنوط الدمشقی اور عبد الوکیل الدروبی الحمصی نے جمع کیا ہے۔
زمان ومکانِ وفات	1354ھ۔1935ء۔دمشق

9-شیخ شامل محمد داغستانی نقشبندی الغازی المجاہد

زمان ومکانِ میلاد:	1797ء داغستان، روس
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ نقشبندی شیخ طریقت رہے جنہوں نے اپنے مریدین کے ساتھ 35 سال تک روس کے خلاف جہاد کیا، آپ کے شیخ ملا محمد الغازی الکمراوی تھے۔ بالآخر آپ گرفتار کر لئے گئے اور ترکی شہر بدر کردئے گئے۔ شیخ شامل ترکی سے مدینہ منورہ پہونچے تاکہ باقی ماندہ زندگی شہر طیبہ میں گذار سکے۔
زمان ومکانِ وفات	1871ء مدینہ منورہ۔ جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

10-شیخ احمد بن مصطفی ابو العباس العلوی الدرقاوی الشاذلی

زمان ومکانِ میلاد:	1291ھ۔ 1874ء۔ مستغانیم، الجیریا
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	عالم ربانی، فقیہ مالکی، صوفی شیخ طریقت، مجدد طریقہ شاذلیہ بنام علوی درقاوی۔ آپ کا طریقۂ طریقت خلوت، معرفت اور ذکر الٰہی پر مشتمل ہے۔ شیخ درقاوی کی تعلیمات کی بنیاد حدیثِ جبریل ہے۔ آپ کا سلسلہ افریقہ اور شرق اوسط میں بخوبی پھیلا۔
زمان ومکانِ وفات	1353ھ۔ 1934ء الجیریا

11-شیخ اویس بن محمد بن بشیر البراوی الشافعی القادری

زمان ومکانِ میلاد:	1847ء شہر براوہ۔ صومالیہ۔ افریقہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

فراغت وقیام، دینی وعلمی کارنامے:	اپنے وطن میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد بغداد پہنچے اور شیخ مصطفی بن السید الجیلانی کی خدمت میں رہ کر طریقۂ قادریت کی تکمیل کی۔آپ کا طریقۂ اویسی قادریہ صومالیہ کے جنوبی علاقہ اور زائر کی مشرقی علاقہ میں اسلام کی توسیع کا سبب بنا۔آپ نے شہر براوہ کے شمالی علاقہ بلاد الامین اور بیئو لے(Biolay) میں زرعی اصلاحات نافذ کیں۔
زمان ومکانِ وفات	آپ کو1909ء میں63سال کی عمر میں شہید کیا گیا۔

12-شیخ عبدالوکیل بن عبدالواحد بن سعید الدروبی الصوفی الشاذلی

زمان ومکانِ میلاد:	1333ھ،1914ء حمص۔ملک شام
فراغت وقیام، دینی وعلمی کارنامے:	اٹھارہ سال کی عمر میں شہر زبادانی منتقل ہوئے یہاں علماء وقت سے استفادہ کیا جن میں خصوصاً شیخ طیب الغزی، شیخ محمد سلیم طٰہٰ، شیخ شربینی اور شیخ ابراہیم باجوری شامل ہیں۔ دمشق واپس ہوکر جامع مسجد درویشیہ میں درس وتدریس کا آغاز فرمایا، شیخ عبدالوکیل الدروبی کئی کتب کے مصنف و مصحح رہے جن میں مشہور: دیوان الحقائق ومجموع الرقائق، المنہاج القدوسیۃ، فی شرح المرشد المعین بطریق الصوفیۃ، قوانین حکم الاشراق وغیرھا۔آپ طریقت میں شیخ سعد الدین الجباوی الحمصی کے متبع رہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

13- شیخ عبداللہ بن محمد الصدیق بن احمد الغماری الشاذلی

زمان ومکانِ میلاد:	1328ھ،1910ء تنجیر۔مراقش
فراغت وقیام، دینی وعلمی کارنامے:	آپ کا ددھیال حسنی سادات ہے اور ننھیال مراقش کے صوفی ابن عجیبہ کا گھرانہ ہے۔آپ کو مالکی اور شافعی فقہ اور اصول ولغت عربی میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی اور مراقش کے علماء سے حاصل کرنے کے بعد جامعہ القرویین اور جامع ازھر میں علوم کی تکمیل فرمائی۔ آپ کی تصانیف میں بدع التفاسیر اور ردالمحکم المتین ہے۔آپ طریقۂ شاذلیہ کی شاخ صدیقیہ کے شیخ ہیں۔

14- شیخ عبدالرحمن بن عبدالرحمن الصاغوری

زمان ومکانِ میلاد:	1332ھ۔1914ء۔حمص،شام
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ نوعمری میں دمشق منتقل ہوئے اور شیخ حسنی البغال اور محمد برکات علی الدقر وغیرہم سے استفادہ کیا۔تصوف وطریقت میں شیخ محمد ہاشمی سے بیعت کی اور مصاحبت اختیار فرمائی۔ شیخ صاغوری علومِ اسلامیہ کی تدریس کے دوش بدوش تصوف وطریقت میں شیخ اکبر ابن العربی کی فتوحاتِ مکیہ اور شیخ ابن الفارض، شیخ ابومدین اور خود اپنے صوفیانہ کلام کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

15-شیخ محمد بخیت بن حسین المطیعی الحنفی

زمان ومکانِ میلاد:	1271ھ۔1854ء۔مطیعیہ،مصر
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	جامع ازہر میں تعلیم حاصل کی اور 1297ھ میں مصنف کی حیثیت سے عدلیہ میں تقرر سے پہلے استاذ بھی رہے۔ 1914ھ میں مفتی کے عہدہ پر ترقی دی گئی جس پر شیخ سات برس کام کیا۔شیخ کو جمال الدین افغانی سے نظری اختلاف تھا۔جس کی وجہ سے آپ کوعہدہ چھوڑنا پڑا۔
زمان ومکانِ وفات	1354ھ۔ 1935ءقاہرہ

16-شیخ محمد علی بن عبدالغنی الدقر الدمشقی المجاھد التیجانی

زمان ومکانِ میلاد:	1294ھ۔ 1877ء۔ملک شام
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ دمشق کے ایک دولتمند گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ دمشق میں ''الجمعیۃ الغرۃ'' ایک عظیم تعلیمی ادارہ قائم فرما کر اپنے شہر میں ایک ٹھوس دینی خدمت کا احیاء فرمایا۔فرانس نے جب ملک شام پر حملہ کیا تو آپ نے اعلانِ جہاد کیا۔ آپ تیجانی طریقہ میں شیخِ طریقت تھے۔
زمان ومکانِ وفات	1362ھ۔ 1943ء دمشق۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

17-شیخ یوسف بن ھاشم الرفاعی الہاشمی الکویتی

زمان ومکانِ میلاد:	1351ھ۔1932ء۔کویت

فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ نسباً سادات اہل بیت اور شیخ احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کویت ہی میں تکمیل پائی، 1963ء میں وزیر مواصلات ہوئے اور آپ رفاعی طریقۂ رفاعیہ میں اپنے شیخ طریقت شیخ مکی الکتانی کے مجاز وخلیفہ ہیں۔ آپ کی تصانیف میں مشہور: ''خواطر فی السیاسۃ والمجتمع '' ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ اور الرد المحکم المنیع علی منکرات وشبھات ابن منیع ۔ 1995ء میں صوفی کانفرنس میں آپ نے جب شرکت کی تو عاجز (حضرت ابوالفدا ءمحمد عبدالستار خان نقشبندی علیہ الرحمہ) نے آپ کے استقبال میں عربی میں چند اشعار سنائے جس کا مطلع ہے: ایا من لک الحسنی وانت مدارھا الیک المعالی والمکارم تنسب

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

18-شیخ محمد ھاشم بن راشد محمد بن عبداللہ الخطیب القادری

زمان ومکانِ میلاد:	1304ھ۔1890ء۔دمشق۔شام
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ نے دمشق کے تقریباً اٹھارہ علماء وشیوخ سے مختلف علوم حاصل کئے اور جب فرانس نے شام پر اپنا تسلط قائم کیا تو آپ نے مسلمانوں کو اس کے خلاف جہاد کیلئے آمادہ کیا۔ دمشق کی جامع مسجد سلیمانیہ تکیہ اور جامع قلبک جیا میں باقاعدہ درس وتدریس جاری فرمائی۔

زمان ومکانِ وفات	1958ء دمشق۔

19-شیخ یونس بن حمدان ابوانس الشافعی الشاذلی الاردنی

زمان ومکانِ میلاد:	1944ء۔مارکا۔اردن
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	اپنے وطن میں علوم اسلامیہ کے حصول کے بعد وزارۃ اوقاف کی جانب سے امامت پر تقرر سے پہلے اردن کی فوج میں چار سال تک معلم کی حیثیت سے کام کیا۔شیخ محمد سعید کردی سے طریقت میں شاذلیہ طریقہ اخذ فرمایا۔ 1982ء میں جامعہ اردن سے اسلامی قانون میں ڈگری حاصل کی۔عمدۃ السالک کے ترجمہ کی نظرِ ثانی فرمائی۔

20-شیخ برادر یوسف طلال ڈی لورنزو

زمان ومکانِ میلاد:	1947ء۔Massachuset
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	امریکن اسکالر لبنان روانہ ہوکر علمِ دین حاصل کیا پھر 1971ء میں پاکستان جاکر علمِ حدیث میں علامہ یوسف بنوری کی شاگردی اختیار کی ۔ پاکستان کے کئے اداروں میں مختلف مناصب پر متمکن رہے اور کئی کتب کے مترجم ہیں جن میں: ''کتاب الحلال والحرام (از احیاء العلوم)، اصول الفقہ الاسلامی، الاجتھاد والتقلید فی الاسلام، احکام القرآن للامام جصاص رازی''

21-شیخ شعیب بن محرم بن علی ابو اسامہ الارنوط الحنفی

زمان ومکانِ میلاد:	1928ء-البانیہ
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	شیخ عبدالرزاق الحلبی، شیخ نوح الالبانی، شیخ سلیمان الغوجی، شیخ عبداللہ الحبشی وغیرھم سے علومِ اسلامیہ حاصل کی اور تقریباً 80 سے زیادہ علومِ اسلامیہ کے مختلف متون کی تصحیح کی جن میں: ابن القیم الجوزی کی زاد العاد، امام طحاوی کی شرح مشکل الآثار اور ابن حبان البستی کی الاحسانی تقریب صحیح ابن حبان شامل ہیں۔

22-شیخ نوح حاء میم کلّر الشاذلی الحنفی

زمان ومکانِ میلاد:	1954ء-واشنگٹن-امریکا
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	صوفی امریکن اسکالر، جو عربی ادب اور فلسفہ کی ڈگریاں مختلف جامعات سے حاصل کی ہے، اور عمدۃ السالک کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ 1982ء میں شیخ عبد الرحمن صاغوری سے شاذلیہ طریق میں علم طریقت حاصل کی اور The Rliance of Traveller آپ کی معروف تصانیف میں شامل ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

23-شیخ عبداللہ بن محمد بن یوسف، ابو عبدالرحمن الھرری العبدری القادری الرفاعی النقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1339ھ-1920ء-

فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد مکہ معظمہ پہونچے اور یہاں شیخ علوی مالکی ، الشیخ امین الکتبی ، شیخ محمد العربی التبان سے استفادہ کیا۔ شیخ طریقت عبدالغفور الافغانی النقشبندی سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ مشہور کتب میں ''شرح الفتیۃ العراقی ، قصیدۃ فی الاعتقاد، الصراط المستقیم فی التوحید، شرح العقیدۃ الطحاویۃ، المقالات السنیۃ فی کشف ضلالات ابن تیمیہ وغیرہ شامل ہے۔''

24- شیخ نوح بن علی بن سلمان القضاۃ الشافعی الشاذلی

زمان ومکانِ میلاد:	1939ء۔عجلان، اردن
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ نے ابتدائی علوم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کیا اور احیاء العلوم سات مرتبہ پڑھا۔ آپ دمشق پہنچ کر جامعۃ الغرۃ میں داخلہ لیا۔ آپ کے معروف اساتذہ میں شیخ عبد الکریم الرفاعی، شیخ احمد البصر اوی، شیخ عبد الرزاق الحمصی وغیرھم شامل ہیں۔ آپ شاذلی سلسلہ میں بیعت وخلافت رکھتے ہیں۔ شیخ نوح کو 'عبرۃ الذمۃ من حقوق العباد' نامی مقالہ کی بنیاد پر جامعہ الامام محمد بن سعود سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطاء کی گئی۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

25- شیخ فتح اللہ یسین جزر المصری الازھری

زمان ومکانِ میلاد:	1930ء۔ناحیۃ۔مصر

فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	تکمیل حفظِ قرآن کے بعد 1946 میں جامع ازھر میں داخلہ لیا اور ایم اے کی ڈگری حاصل کی ۔ بعد ازاں 1965ء میں ازھر شریف کی ریسرچ اکاڈمی کی سرگرمیوں سے وابستہ ہوگئے۔آپ کئی تبلیغی وفود کے سربراہ رہے اور 1971ء میں طرابلس روانہ کیا گیا تاکہ وہاں درس و تدریس کا کام انجام دے سکیں۔

26-شیخ عبداللہ الفیض الداغستانی النقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1309ھ۔1891ء۔تاجکستان
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ صحابی رسول حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں ہیں۔آپ اپنے ماموں شیخ شرف الدین داغستانی ترکی نقشبندی کے مجاز وخلیفہ ہیں۔نوعمری میں آپ نے اپنے شیخ کے حکم پر دومرتبہ ۵ شال غاروں میں ریاضت فرمائی۔آپ ترکی تشریف لے گئے ۔ دورانِ ریاضت آپ کو حکم دیا گیا کہ روزانہ کم سے کم سات تا پندرہ پارے قرآنِ پاک تلاوت فرمائیں، اسماءِ حسنیٰ ایک لاکھ اڑتالیس ہزار بار، اور درود پاک چوبیس ہزار بار پڑھیں۔ آپ کی کئی پیشن گوئیاں آپ کے انتقال کے بعد من وعن پوری ہوئیں۔
زمان ومکانِ وفات	1393ھ -1973ء۔صالحیہ، دمشق۔

ABUL ... ISLAMIC RESEARCH CENTRE

27- شیخ سید محمد صالح فرفور حسنی قادری حنفی شاذلی نقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1318ھ۔1901ء۔دمشق۔شام
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ کا سلسلہ نسب حضور محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ تعالی سرہ تک پہونچتا ہے۔سات سال کی عمر میں حفظ قرآن اور درسی کتب کی تکمیل فرمالی تھی۔آپ کے اساتذہ میں شیخ سید محمد بدر الدین حسنی، شیخ صالح اسعد حمصی ، علامہ عبد الباقی ھندی ، شیخ محمد علوی مالکی، وغیرھم شامل ہیں۔معروف کتب میں "الضیاء الموفور فی اعیان بنی فرفور، سلسلۃ الخلود، من مشکواۃ النبوۃ، شرح نور الایضاح، الرسالۃ النافعۃ والحجۃ القاطعہ" وغیرہ شامل ہے۔
زمان ومکانِ وفات	1407ھ۔1986ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

28- شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1917ء۔بیارہ۔کردستان۔عراق
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ نے تمام علوم اسلامیہ کی تکمیل شیخ ملا حسین مجددی ، استاذ ملا محمد ماورانی، ملا معروف کوکئی، استاذ ملا علی ولزمی، شیخ حسین سے حاصل کی۔آپ کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے شیخ عثمان سراج الدین تک پہونچتا ہے۔آپ نے ترکی، شہرستان ، کردستان، کے متعدد شہروں میں کئی برس گذارے۔

29-شیخ سید قطب مصری شہید

زمان ومکانِ میلاد:	1906ء۔اسیوط۔مصر
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	ابتدائی تعلیم گاؤں کے سادہ اور محدود ماحول میں ہوئی، وہاں سے حلوان، قاہرہ میں آکر آباد ہوگئے۔جدید طریقۂ تعلیم وتربیت کیلئے امریکہ دوسال کیلئے بھیجا گیا۔امریکہ سے واپس ہوکر علامہ سید قطب نے ''اخوان المسلمین'' کی دعوت اور پیغام کا مطالعہ کیا اور بالآخر 1945ء میں اس جماعت سے وابستہ ہوگئے۔قید وبند کی صعوبتوں کے ساتھ ساتھ آپ مصری معاشرہ میں ایک عظیم ادیب کی حیثیت سے ابھرے سیاسی، اجتماعی اور ادبی نقاد کے عنوان سے آپ کا نام پیدا کیا اوار بالآخر اسلام کے عظیم ،مفکر، داعی، مصلح ، اور مفسر قرآن کے روپ میں وہ دنیا سے جامۂ شہادت پی کر اپنے خالق ومالک کے حضور پہنچ گئے۔
زمان ومکانِ وفات	1966ء ۔قاھرہ۔مصر۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

30-شیخ محمد ناظم عادل الحقانی جیلانی نقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1340ھ۔1922ء۔قبرص
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ کا سلسلۂ نسب والدِ گرامی سے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ سے مولانا جلال الدین رومی تک پہونچتا ہے۔ 1940ء میں استنبول روانہ ہوئے اور

	کیمیکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی ۔مگر آپ کا دل روحانیت کی طرف شدت سے مائل تھا، چنانچہ آپ نقشبندی سلسلہ کے شیخ سلیمان ارزومی سے رجوع ہوئے۔ دمشق کی طرف سفر فرمایا، اور شیخ عبد اللہ داغستانی سے خرقۂ خلافت سے نوازا گیا۔کئی ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا جنمیں انگلستان، جرمنی ،فرانس، اسپین ،اٹلی، ترکی ،روس ،لبنان، شام ،مصر، اردن، پاکستان، ملائشیا، انڈونیشیا وغیرہ اور ایک لاکھ سے زائد افراد آپ کے دستِ حق پرست پر داخل اسلام ہوئے۔
زمان ومکانِ وفات	2014ء قبرص، ترکی

31-شیخ محمد ہاشم الکبانی نقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1945ء۔بیروت،لبنان
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	آپ ائمۂ اھل بیت قدس اللہ سرھم کے نامور سپوت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں ہیں۔آپ امریکن یونیورسٹی بیروت سے سائنس میں بی۔اے کیا اور بلجیم کی ایک یونیورسٹی میں فن طب کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں دمشق میں اسلامی قانون کی ڈگری حاصل کی۔ شیخ عبد اللہ داغستانی اور شیخ محمد ناظم الحقانی کی صحبت ابتدائے جوانی سے اختیار فرمائی اور شیخ حقانی کے حکم پر امریکہ منتقل

	ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ شیخ ہشام کی گراں قدر تالیف انگریزی زبان میں [The Naqshbandi Sufi Way] یا [History of The Sanaits of The Golden Chain]

32-شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی الشامی الحنفی النقشبندی

زمان ومکانِ میلاد:	1917ء۔ملک شام
فراغت وقیام وعلمی کارنامے:	شیخ ابوغدہ شہر حلب سے مصر منتقل ہوئے اور وہاں شیخ زاھد الکوثری سے استفادہ کیا، وہاں سے ریاض، سعودی عربیہ روانہ ہوئے اور یہاں جامعہ الامام محمد ریاض میں کلیۃ الشریعہ میں صدر شعبہ رہے۔ شیخ ابوغدہ نے حیدرآباد کے تین سفر فرمائے، پہلے سفر میں حضرت پیرومرشد محدثِ دکن علیہ الرحمہ اور حضرت الاساتذۃ مولانا ابوالوفاء الافغانی علیہ الرحمہ سے ملاقات فرمائی۔ آپ تقریباً ۳۵ کتب کے مصنف اور کئی قیمتی مخطوطات کے مصحح رہے ہیں۔
زمان ومکانِ وفات	1997ء ریاض۔سعودی عربیہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ذیل کے اوراق میں چند عظیم دانشور، جلیل القدر اہلِ دل جو اہلِ قلم بھی ہیں جن کا سرزمینِ ھندو پاک سے تعلق رہا ہوان کی مبارک نام اور تواریخ پیش کی جارہی ہے:۔

اسمِ مبارک	زمانِ میلاد	زمانِ وفات
علامہ محمد ابراہیم علیہ چشتی فاروقی فریدی	1335ھ۔1917ء	1388ھ۔1968ء
علامہ قاری احمد حسین فیروز پوری صدیقی	1331ھ۔1914ء	1379ھ۔1960ء
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	1324ھ۔1906ء	1391ھ۔1971ء
علامہ اصغر علی روحی	1284ھ۔1872ء	1373ھ۔1954ء
علامہ مفتی اعجاز ولی خان رضوی	1332ھ۔1914ء	1393ھ۔1973ء
علامہ سید محمد اکرام الدین بخاری	-	-
علامہ ابوالحقائق پیر سید امانت علی کاظمی نظامی	1322ھ۔1901ء	1391ھ۔1971ء
امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری نقشبندی	1257ھ۔1841ء	1370ھ۔1951ء
علامہ سید محمد دیدار علی شاہ رضوی الوری	1273ھ۔1856ء	1354ھ۔1935ء
علامہ محمد سردار احمد چشتی	1322ھ۔1904ء	1382ھ۔1962ء
علامہ سید امیر علوی اجمیری	1290ھ۔1390ء	1873ھ۔1970ء
علامہ میاں شیر محمد شرقپوری	1282ھ۔1865ء	1347ھ۔1928ء
علامہ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی	1304ھ۔1886ء	1348ھ۔1929ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علامہ سید ضیاء الدین سلطان پوری	1312ھ۔1894ء	1393ھ۔1973ء
علامہ ابو مخدوم سید محمد طاہر اشرف شاہ جیلانی	1305ھ۔1887ء	1381ھ۔1961ء
علامہ پیر سید ظہور شاہ	1306ھ۔1888ء	1372ھ۔1953ء
علامہ حکیم سید ظہور اللہ شاہ	1287ھ۔1870ء	1366ھ۔1946ء
علامہ شاہ محمد عبد الحامد قادری بدایونی	1318ھ۔1900ء	1390ھ۔1970ء
علامہ مفتی عبد الحفیظ حقانی	1318ھ۔1900ء	1377ھ۔1958ء
علامہ مفتی عبد الحمدی قادری	1319ھ۔1902ء	1393ھ۔1973ء
علامہ پیر عبد الرحمن بھرچونڈی شریف	1310ھ۔1892ء	1380ھ۔1960ء
علامہ پیر عبد الرحیم شہید بھرچونڈی شریف	1330ھ۔1910ء	1391ھ۔1971ء
علامہ مفتی ابو رشید محمد عبد العزیز ابن میاں محمد	1337ھ۔1918ء	1383ھ۔1963ء
علامہ مفتی محمد عبد العزیز مفتی الگول	--	1380ھ۔1961ء
علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی	1310ھ۔1892ء	1374ھ۔1954ء
علامہ ابو البرکات محمد عبد المالک کھوڑوی	--	1360ھ۔1941ء
علامہ عبد الواحد عثمانی بدایونی	--	1395ھ۔1975ء
علامہ علی محمد جماعتی فیروز پوری	1308ھ	1389ھ۔1969ء
علامہ میاں غلام اللہ شرقپوری	1309ھ۔1891ء	1377ھ۔1957ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علامہ مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاھوری	1316ھ۔1896ء	1379ھ۔1959ء
علامہ پیر غلام دستگیر نامی	1312ھ۔1894ء	1381ھ۔1961ء
علامہ غلام مجدد سرہندی مجددی	1301ھ۔1883ء	1376ھ۔1957ء
علامہ غلام محمد گھوٹوی	1305ھ۔1886ء	1367ھ۔1948ء
علامہ غلام محمد ترنم امرتسری	1318ھ۔1900ء	1379ھ۔1959ء
علامہ غلام محمود (محشی تکملہ عبد الغفور)	1282ھ۔1865ء	1367ھ۔1948ء
علامہ خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی	1308ھ۔1891ء	1394ھ۔1974ء
علامہ خواجہ پیر غلام محی الدین نقشبندی	1320ھ۔1902ء	1395ھ۔1975ء
علامہ سید فتح علی شاہ قادری	1296ھ۔1879ء	1377ھ۔1958ء
علامہ فتح الدین اذبر انصاری حنفی قادری	1291ھ۔1874ء	1356ھ۔1906ء
علامہ فرید الدین بھوئی ضلع کیمپلپور	1324ھ۔1906ء	1394ھ۔1972ء
علامہ ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری	--	1394ھ۔1974ء
علامہ فضل عثمان فاروقی مجددی	1319ھ۔1901ء	1393ھ۔1973ء
علامہ فیض الحسن فیض جہلمی	1300ھ۔1880ء	1347ھ۔1928ء
علامہ محمد قدیر بخش بدایونی	1307ھ۔1889ء	1376ھ۔1956ء
علامہ حکیم قطب الدین جھنگوی	--	1379ھ۔1959ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	1314ھ۔1896ء	1380ھ۔1961ء
علامہ محمد اعظم قادری نوشاہی	1261ھ۔1845ء	1375ھ۔1956ء
علامہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی	1278ھ۔1862ء	1365ھ۔1946ء
علامہ محمد حسین جان	1288ھ۔1871ء	1368ھ۔1948ء
علامہ پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری	1298ھ۔1878ء	1381ھ۔1961ء
علامہ میاں محمد حسین قادری نقشبندی مجددی	1300ھ۔1882ء	1378ھ۔1958ء
علامہ امیر جنداللہ پیر محمد شاہ غازی	1308ھ۔1890ء	1376ھ۔1957ء
علامہ محمد شریف نوری قصوری	1353ھ۔1935ء	1396ھ۔1972ء
علامہ ابوالنور محمد صدیق چشتی بصیر پوری	--	1380ھ۔1961ء
علامہ مفتی محمد عمر نعیمی	1311ھ۔1893ء	1385ھ۔1966ء
علامہ خواجہ محمد قاسم موہڑوی	--	1326ھ۔1943ء
علامہ پیر سید محمد معصوم شاہ	1316ھ۔1898ء	1388ھ۔1969ء
علامہ پیر محمد ہاشم جان سرہندی	1323ھ۔1906ء	1395ھ۔1975ء
علامہ محمد یار گڑھی شریف	1300ھ۔1883ء	1367ھ۔1947ء
علامہ مرتضیٰ احمد خام میکش	1317ھ۔1899ء	1379ھ۔1959ء
علامہ مفتی محمد مظفر احمد	1328ھ۔1910ء	1391ھ۔1971ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علامہ خواجہ محمد مقبول الرسول (للہ شریف)	1322ھ۔1904ء	1368ھ۔1949ء
علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی جیلانی	1275ھ۔1859ء	1356ھ۔1937ء
علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری (کیلیانوالہ شریف)	1306ھ۔1889ء	1372ھ۔1952ء
علامہ سید نور اللہ شاہ	1280ھ۔1863ء	1367ھ۔1948ء
علامہ یار محمد بندیالوی	1304ھ۔1887ء	1367ھ۔1947ء

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے معاصرینِ کرام

(حضرت ابوالفداء کے شفیق اساتذہ کرام)

روئے احمد کے صدقے گل و یاسمن
کتنا شاداب ہے آمنہ کا چمن

(حضرت ابوالفداء علیہ الرحمہ نے کتاب ''تذکرہ حضرت محدثِ دکن'' کے آخری باب میں ان جید علماء ربانیین کا ذکر فرمایا ہے جو مصنف کے وہ اساتذہ جو حضرت محدثِ دکن علیہ الرحمہ کے معاصر رہے ہیں۔ان علماء کرام کا مختصراً تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔)

1-حضرۃ الاستاذ سید محمود بن مبارک شاہ المعروف بہ ابوالوفاء الافغانی

زمان ومکانِ میلاد:	1310ھ ۔قندھار۔افغانستان
فراغت وقیام:	رامپور تشریف لائے اور مدرسۂ عالیہ میں مختلف اساتذہ سے استفادہ کرنے کے بعد گجرات سے ہوتے ہوئے حیدرآباد تشریف لائے اور جامعہ نظامیہ میں مستقل طالب علم کی حیثیت سے 1330ء سے وابستہ ہوگئے۔آپ کے معروف اساتذہ میں مولانا عبدالکریم ،مولانا محمد یعقوب دیوبندی ،حضرت مولانا سید ابراہیم ادیب رضوی ،مولانا محمد یمنی اور محمد ایوب علیھم الرحمہ تھے۔جامعہ نظامیہ میں مدرسی کے منصب پر متمکن ہوئے۔حضرت درس وتدریس کے علاوہ ہر یکشنبہ عوام کے استفادہ کیلئے اپنے گھر پر حدیث اور تصوف کا درس جاری فرمایا جو تقریباً دو گھنٹے جاری رہتا۔حدیثِ شریف میں زجاجۃ المصابیح کا درس دیا کرتے تھے

علمی کارنامے وتصانیف:	اورآپ کی زندگی کا سب سے بڑا قابل صدفخر کارنامہ ادارہ احیاء المعارف النعمانیہ کی تاسیس ہے۔اس ادارہ کا اساسی مقصد حضرات ائمہ کرام۔امام اعظم ابوحنیفہ،امام ابویوسف اورامام محمد وغیرھم کی تصانیف کومہیا کرکے معیاری مقدمات اورحواشی کے ساتھ اعلیٰ کاغذ اور طباعت کے ساتھ شائع کرنا تھا۔اس ادارہ کے علمی معاونین میں مصر کے عظیم حنفی محقق علامہ محمد زاھدالکوثری،علامہ انورشاہ کشمیری،علامہ ڈاکٹرحمیداللہ(فرانس)،مولانااشرف علی تھانوی،مولانامحمد منظورنعمانی،وغیرھم علمی یاانتظامی ارکان تھے۔
زمان ومکانِ وفات	1395ھ۔حیدرآباد۔الھند

2-حضرۃ الاستاذ سید جمیل الدین احمد بن حضرت غلام محمد چشتی

فراغت وقیام:	آپ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کاامتحان کامیاب کئے اورمحکمۂ عدالت میں مصنف کی حیثیت سے ملازمت اختیارفرمائی۔حیدرآباد کے نامورعلماء حضرت سید ابراھیم ادیب،حضرت عبدالقدیرصدیقی حسرت سے فتوحاتِ مکیہ کا درس حاصل کیا۔حضرت خواجہ شمس الدینؒ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اورمولانا محمد حسین ناظم ونپرتی سے خلافت حاصل کی۔پروفیسرولی الدین،پروفیسرالیاس برنی ،مولاناسید فضل اللہ مونگیری اورمولاناسید مناظراحسن گیلانی آپ کے معاصرین میں شامل ہیں۔

علمی کارنامے وتصانیف:	آپ کی تصنیف ''قانون کا حقیقی تصور اور انسانی آزادی'' بڑی فکر انگیز کتاب ہے۔آپ درس و تدریس کے علاوہ انجمن احیاء دین کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے جس کے ماتحت ایک مدرسۂ حفاظ اور دینی صباحی یا مسائی مکاتب تھے۔جن میں مسلمانوں کے نونہال تلاوتِ کلام پاک اور مسائلِ دینی سیکھا کرتے تھے۔یہ انجمن 1947ء سے الحمد للہ اب تک قائم ہے۔
زمان ومکانِ وفات	1956ھ۔حیدرآباد۔الھند

3-حضرۃ الاستاذ سید ابراہیم بن سید عباس الرضوی القادری الادیب

زمان ومکانِ میلاد:	1295ھ۔میسرم۔ابراہیم پٹن۔حیدرآباد
فراغت وقیام:	آپ ایک عظیم ادیب اریب،شاعر مفلق،عظیم لغوی اور فصاحت و بلاغت کے شہسوار تھے۔آپ کو نثر و نظم میں یکساں یدطولیٰ حاصل تھا،کسی بھی ادق ترین کتاب کا متن سامنے ہونا ضروری نہیں تھا۔فن عروض میں ایسی غیر معمولی مہارت تھی کہ کوئی شعر پڑھا جاتا تو آپ اس شعر کی بحر فرمادیتے،عربی زبان میں آپ کا کلام پختگی اور ندرت تخیل میں جاہلی دور کے اساتذ کا رنگ جھلکتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عربی شاعری،اصحابِ معلقات کی صدائے بازگشت ہے۔

ABULFIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علمی کارنامے وتصانیف:	آپ نے عرب کے مشہور شاعر شنفری جکے لامیۃ العرب اور طغرائی کے لامیۃ العجم کے اسلوب پر لامیۃ الدکن لکھا۔ حضرت ادیب نے اس مہتم بالشان قصیدہ میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، صحابہ کرام، خلفاء راشدین ، اور امامین ھمامین حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنھم کی مدح،منقبت میں گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔
زمان ومکانِ وفات	1977ء۔حیدرآباد۔ھندوستان

4-حضرۃ الاستاذ سید مناظر احسن گیلانی

زمان ومکانِ میلاد:	1892ء ۔گیلان۔بہار
فراغت وقیام:	ابتدائی تعلیم کے بعد آپ راجستان تشریف لے گئے اور وہاں سے دیوبند میں داخلہ لےلیا اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ دارالعلوم میں ہی تدریس شروع کی اور 'القاسم' کے رئیس التحریر مقرر ہوئے اور تحریری خدمات کا آغاز کیا۔ جامعہ نظامیہ میں ایک تقریری مقابلہ میں آپ کی زورِ خطابت سے عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر مولانا شیروانی متاثر ہوکر جامعہ کے شعبۂ دینیات میں آپ کا تقرر کردیا۔ آپ کی نگرانی میں کئی طلبہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کو چشتی سلسلہ کے عظیم صوفی محمد حسین علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علمی کارنامے وتصانیف:	مشہور تصانیف: النبی الخاتم، تدوین قرآن ، تدوینِ حدیث، تفسیر سورۂ کہف، امام اعظم کی سیاسی زندگی وغیرہ شامل ہے
زمان ومکانِ وفات	1956ھ۔الھند

5 -حضرت افضل العلماء مولانا سید عثمان جعفری طیاری

زمان ومکانِ میلاد:	مچھلی شہر، الہ آباد
فراغت وقیام:	آپ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں تھے۔ دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیری کے خاص شاگرد تھے اور طریقت میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی کے ارادتمند تھے۔
زمان ومکانِ وفات	اندازۃً 1975ء۔الہ آباد

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

6-حضرۃ الاستاذ مولانا سید نبی الحیدرآبادی

زمان ومکانِ میلاد:	1901ء ۔حیدرآباد۔ہند
فراغت وقیام:	آپ بیدر شریف کے ممتاز مشائخ گھرانے سے تعلق تھا اور دارالعلوم کے نامور فارغین میں شمار ہوتا ہے۔آپ کے معروف اساتذہ میں مولانا سید ابراہیم الادیب، مولانا شیر علی ، مولانا جمال الدین نوری اور مولانا احمد حسین شامل تھے

علمی کارنامے وتصانیف:	عربی زبان وادب میں ایسا تبحر حاصل فرمایا کہ قلیل مدت میں عربی زبان کے مایۂ ناز ادین وشاعر ہوگئے۔عربی زبان کی تدریس کے قدیم طریقۂ کی بنیاد 'قواعد مقدم اور زبان مؤخر' پر ہے، اس طریقہ میں صرف ونحو کی تعلیم کے ساتھ افعال وگردانوں کو حفظ کرایا جاتا ہے۔حضرت نے اس کو منہاج العربیہ کے ذریعہ تبدیل بھی فرمایا اور آسان تر بھی ہے۔
زمان ومکانِ وفات	1970ء۔ 1389ھ۔دودھ باؤلی۔حیدرآباد۔الھند

7-مولانا حکیم محمد حسین نقشبندی قادری

زمان ومکانِ میلاد:	1312ھ۔وقارآباد۔حیدرآباد۔ہند
فراغت وقیام:	آپ نے ۸ برس کی عمر میں جامعہ نظامیہ میں داخلہ لیا، ابتدائی سے جامعی تعلیم تک کا سفر اسی جامعہ سے ہوا، پھر پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی تکمیل کیا اور دورۂ حدیث کیلئے دیوبند پونچے۔علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد فن طب کی طرف توجہ فرمائی۔حکیم منصوعلی خان اور حکیم محموداحمد علیھا الرحمہ سے نظری اور عملی طبابت میں کمال حاصل کیا۔طلبۂ جامعہ کی ہر سال عیدین کے موقع پر دعوتِ طعام کا اہتمام فرماتے، جود وسخا کا یہ حال تھا کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ فرماتے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

علمی کارنامے وتصانیف:	جامعہ نظامیہ میں آپ شیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر متمکن رہے اور پھر تین سال کیلئے امیر جامعہ کی حیثیت سے سربراہ رہے۔
زمان ومکانِ وفات	1407ھ۔1986ء۔حیدرآباد۔ الھند

8-حضرۃ الاستاذ مولانا عبدالباری لکھنوی

زمان ومکانِ میلاد:	لکھنو۔ہندوستان
فراغت و قیام، مناصب و علمی کارنامے:	آپ بظاہر کسی مشرقی یا مغربی مرکزِ علم و ہنر کی کوئی سند حاصل نہ تھی، لکین علوم اسلامیہ کے دوش بدوش اسلامی اور مغربی فلسفہ میں بدرجۂ اتم مہارت حاصل تھی۔ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی وائس چانسلر عثمانیہ نے جب آپ کے بابت سنا تو آپ کا شعبۂ فلسفہ اور دینیات میں تقرر فرمادیا۔ جب حضور نظام سے اس کی شکایت پہونچی تو وائس چانسلر نے مولانا لکھنوی کا ایک مقال روانہ کیا وہ پڑھنے کے بعد حضور نظام نے اس کی اجازت دیدی۔ آپ کی کئی کتب دارالترجمہ سے شائع ہوئیں۔ جن میں تجدیدِ تصوف خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔
زمان ومکانِ وفات	1980ء۔لکھنو۔الھند

9-مولانا حکیم میر مقصود علی خیرآبادی

زمان ومکانِ میلاد:	خیرآباد۔ہندوستان

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

فراغت وقیام:	آپ مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگردِ رشید تھے، وہاں سے تکمیل علوم کیلئے حیدرآباد فرخندہ بنیاد کا رخ کیا اور مدرسہ فوقانیہ پربھنی میں تقرر ہوا اور وہاں سے دارالعلوم حیدرآباد پر تبادلہ ہو۔آپ کو عربی ادب، علم بلاغت، اصول فقہ، فقہ تفسیر، حدیث، منطق پر کمال حاصل تھا۔
علمی کارنامے وتصانیف:	مسجد حضرت سید سعد اللہ شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ میں بعد نمازِ فجر تفسیر کبیر کا درس دیا کرتے جس میں شیخ احمد عبادی بھی شریک ہوتے۔سقوطِ حیدرآباد کے بعد پاکستان منتقل ہو گئے۔
زمان ومکانِ وفات	کراچی۔پاکستان

10-مولانا پرنسپل عبدالستار سبحانی

زمان ومکانِ میلاد:	1893ھ۔شیرکورٹ۔اترپردیش۔ہند
فراغت وقیام:	آپ الہ آباد سے بی اے، بی ٹی کے بعد سنسکرت میں ایم اے کیا اور اس کے بعد حیدرآباد کا رخ کیا اور گورنمنٹ ہائی اسکول گلبرگہ، کریم نگر اور دارالعلوم پر پرنسپل کی حیثیت سے مامور رہ کر وظیفۂ حسن پر سبکدوش ہوئے۔آپ مشرقی تہذیب کے ایک اعلی نمائندہ تھے۔حیدرآباد کے علمی حلقے آپ کو اصول پرستی دیانت اور اعلی نظم وضبط کی وجہ سے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔محکمۂ تعلیمات سے وظیفۂ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

	حسن خدمت سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے امتحانات فارسی جامعۂ نظامیہ کی نظامت کا عہدہ بڑی حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا۔
زمان ومکانِ وفات	1975ء۔حیدرآباد۔ الھند

11-پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالحق

فراغت وقیام:	آپ ایک علمی و دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، قدیم دارالعلوم میں داخلہ لیا اور اس نامور جامعہ کے جلیل القدر اساتذہ مولانا سید نادرالدین، شیخ ابوبکر، مولانا علی عباس اور مولانا ابرہیم ادیب وغیرھم سے علومِ شرقیہ کی تحصیل کی۔ پھر انگلستان کی جامعہ اکسفورڈ سے عربی ادب میں ڈگری اور پی ایچ ڈی کی تکمیل کرکے مصر تشریف لے گئے اور وہاں سے دوبارہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور حیدرآباد واپس آئے اور جامعہ عثمانیہ کے صدر شعبہ عربی منتخب ہوئے۔
زمان ومکانِ وفات	1367ھ۔1947ء۔لنگرحوض۔ حیدرآباد۔ الھند

12-پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمعید خان

زمان ومکانِ میلاد:	1910ء۔حیدرآباد۔ہند
فراغت وقیام:	آپ کا سلسلۂ نسب سید الشھداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، اور خان خطابی ہے۔آپ کے والد ماجد مولانا

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

	عبد الغفور نامی جلیل القدر صوفی اور صاحب تصانیف تھے، آپ نے درود شریف پر ایک کتاب جس کا نام [اوائل الخیرات] ہے۔ حضرت عبد المعید عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم اے اور قانون میں ایک سال تعلیم کے بعد حکومت کے وظیفہ پر جامعۃ القاہرہ سے ڈی لٹ کیلئے روانہ ہوئے اور وہاں سے ڈگری لیکر کیمبرج سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر حیدرآباد واپس ہوئے۔ 1943ء میں شعبۂ عربی سے منسلک ہوئے وار صدر شعبہ اور ناظم دائرۃ المعارف العثمانیہ کے عہدہ پر فائز رہے۔آپ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید شاہ سیف الدین شرفی کرنولی علیہ الرحمہ سے بیعت کی تھی۔
زمان ومکانِ وفات	1973ء۔ قبطی گوڑہ۔ حیدرآباد۔ الھند

13-مولانا سید عبد القادر حسنی حسینی

زمان ومکانِ میلاد:	1890ء۔مدراس۔ہند
فراغت وقیام،علمی کارنامے:	آپ کا اصل تعلق بغداد شریف سے ہے اور سلسلۂ نسب شیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔آپ کے جدِ امجد بغداد سے مدراس آکر قیام پذیر ہوگئے اور اسی کو مسکن بنالیا وہاں سے حضرت عبد القادر حیدرآباد کا رخ کیا اور یہاں نظام کالج سے ایم اے کیا اور انگریزی میں یدطولیٰ

	حاصل تھا۔ساتویں نظام کے پھوپھی زاد بھائی کے اتالیق مقرر ہوئے۔قلعۂ گولکنڈہ کے ہائی اسکول پر بحیثیت پرنسپل تقرر پاکر وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔آپ حضرت محمد حسین چشتی سے سلوک طئے کیا اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔
زمان ومکانِ وفات	1384_1964ء۔حیدرآباد۔ الھند

14-شیخ مولانا محمد ابوسعید مجددی فاروقی رام پوری

زمان ومکانِ میلاد:	1317ھ۔1899ء۔رامپور۔ہند
فراغت وقیام،علمی کارنامے:	آپ حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولادِ امجاد میں ہیں۔آپ کے والد شاہ محمد معصوم نقشبندی رامپور سے ہجرت فرماکر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حضرت ابوسعید ٦ سال کی عمر میں تکمیل حفظ قرآن مجید کیا۔والد بزرگوار کی وفات کے بعد رامپور تشریف لائے اور خانقاہِ معصومی آپ کے وجود سے آباد ہوئی۔آپ اکثر حیدرآباد تشریف لایا کرتے تھے۔
زمان ومکانِ وفات	1404_1983ء۔رامپور۔ الھند

15-حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی

زمان ومکانِ میلاد:	1324ھ۔1906ء۔دہلی۔ہند
فراغت وقیام:	آپ کے والدِ ماجد حضرت شاہ ابوالخیر نے اپنے تینوں صاحبزادوں کی بڑی اچھی تربیت فرمائی،ابتداً افغانستان

کے علماء وصلحاء نے کی پھر مدرسہ مولوی عبدالرب واقع دہلی میں داخلہ لیا جس میں علوم متفرقہ اور صحاح کا دور فرمایا۔سنہ 1931ء میں جامع ازہر میں تکمیل علوم اسلامیہ کیلئے سفر فرمایا، جہاں شیخ محمد بخیت حنفی، شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی، شیخ عبدالحی الکتانی وغیرہم سے استفادہ کیا۔اور مکہ معظّمہ میں شیخ ابوالفیض عبدالستار صدیقی اور سید احمد شریف سنوسی مدنی سے حدیث الرحمہ اور بقیہ مسلسلات کی اجازت حاصل کی۔ پھر شام، بغداد اور عراق کا دورہ کرتے ہوئے ہندوستان واپس ہوئے۔حکومتِ ہند نے 1987 میں عربی پریسیڈنٹ ایوارڈ عطا کیا۔	
آپ جملہ 24 کتب کے مصنف رہے اور کئی تالیفات اور مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں۔	علمی کارنامے وتصانیف:
1414ھ ۔1993ء۔دہلی۔ الھند	زمان ومکانِ وفات

16-مولانا غوث الدین

آپ مسجد لائن مکلوٹ، لال دروازہ میں بعد نمازِ مغرب تفسیرِ حسینی کا درس دیا کرتے تھے۔آپ خود حضرت محدثِ دکن علیہ الرحمہ کے درسِ حدیث میں حاضر ہوا کرتے تھے۔معمولی علالت کے بعد انتقال ہوا تو نمازِ جنازہ مسجد لائن مکلوٹ میں حضرت پیرومرشد محدثِ دکن نے پڑھائی	فراغت وقیام:

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

	اورتدفین تک مقبرہ میں تشریف فرما رہے۔آپ حضرت میر مومن چپ علیہ الرحمہ کے احاطہ واقع بیرون علی آباد میں آرام فرما ہیں۔

17-حضرت محمد اسماعیل خان ولد حضرت بسم اللہ خان

(والدِ ماجد حضرت ابوالفداء پروفیسر محمد عبدالستار خان نقشبندی قادری علیہ الرحمہ)

فراغت وقیام:	آپ فارسی اور اردو کے فاضل ضرور تھے مگر انتظامی صلاحیت، وقار اور سنجیدگی سے بھی آراستہ تھے۔ملازمت کی ابتدا میں پرائمری کے استاذ رہے مگر ناظم تعلیمات سید علی اکبر نے بوقت معائنہ تحتانیہ چندرائن گٹہ سے دفتر صدر مہتمی تعلیمات میں منتقل فرمالیا اور بعد ازاں دفتر فوقانیہ دارالعلوم کالی کمان پر تبادلہ کیا پھر آپ انٹرمیڈیٹ کالج دارالعلوم میں بحیثیت منتظم ترقی ہوئی اور اسی عہدہ پر 1951ء میں سبکدوش ہوئے۔سن 1956ء میں حضرت ابوالبرکات پیر سید خلیل اللہ شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ کی قیادت میں سفرحج فرمایا،جس میں حضرت ابوالفداء بھی شریک تھے۔
زمان ومکانِ وفات	1988ء۔حیدرآباد۔ الھند

ABRARFIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر تیرا، فکر تیری نام تیرا تیری یاد
اس سے بڑھ کر کام ہی آتا ہے دیوانہ کو کیا

تذکرہ
خلیفہ حضرت محدث دکنؒ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

سیدی و مولائی و مربی بے بدل
پروفیسر ڈاکٹر ابوالفداء محمد عبدالستار خان داودزی نقشبندی وقادری

ایم اے، پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

ترتیب وتہذیب

ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی وقادری

تذکرہ خلیفہ حضرت محدث دکنؒ

پروفیسر ڈاکٹر ابوالفداء محمد عبدالستار خان داودزی نقشبندی وقادری

ایم اے، پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

از: ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی وقادری

****

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الاکرمین اما بعد۔

مناسب سمجھا گیا کہ تذکرۂ محدث دکن کے مؤلف مدظلہ العالی کے مختصر حالات بیان کئے جائیں تاکہ قارئین آپ کے مرتبہ سے واقف ہوں۔ اس لئے انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ عاجز کم علم، نااہل، پرخطا و پرقصور کسی حیثیت سے بھی اس کام کا اہل نہیں کہ شیخی الکامل، سندی المحترم، مربیٔ بے بدل، سیدی ومولائی حضرت ابوالفداء مدظلہ کے حالات وعلمی کمالات، بزرگی کو بیان کرسکے جو کچھ لکھا گیا وہ سمندر کے چند موتیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ میرے پیر دستگیر مدظلہ العالی کا ہی فیضان ہے اس وجہ سے کہ حضرت قبلہ مدظلہ کے اس عاصی پر معاصی پر جو احسانات ہیں اس کا احاطہ ناممکن ہے۔ کیونکہ حضرت دامت فیوضہ کا عاجز پر ہر دم نظر کرم ہے۔ بہر حال اس عاجز کو آپ جیسے پیر کامل کی ناقص ہی سہی خدمت پر فخر حاصل ہے اور ناز ہے اور بجا ناز ہے۔ حضرت قبلہ مدظلہ کے مختصر حالات زندگی تحریر کرنے کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کے فیوض برکاتہ سے ہماری دنیا وآخرت روشن فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)۔

شہید فدائے ابوالفداء ہوا کیا بھلا ہوا　　　صدقے ہوا نثار ہوا کیا بھلا ہوا

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

آپ 28/اکتوبر 1924ء ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میسرم میں پیدا ہوئے آپ کا اسم مبارک محمد عبدالستار خاں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت محمد عبدالستار خان بن محمد اسمعیل خان بن محمد بسم اللہ خان بن ابراہیم خان بن بڑے خان ہے۔ آپ کے جد اعلی بڑے خان قندھار افغانستان سے سلطنت آصفیہ کے قیام کے کچھ عرصہ بعد میسرم گاؤں، حیدرآباد دکن سے کوئی 18 میل دور واقع ہے، تشریف لائے اور قیام پذیر ہوئے۔ گھر کا ماحول قال اللہ و قال الرسول سے مملو و مغلوب تھا۔ والدین کریمین کی تربیت ہی کا اثر اور فیضانِ نظر ہے کہ آپ طالب علمی کے زمانے سے لے کر آج تک سر پر عمامہ مبارک باندھتے ہیں آپ کی شناخت ''سر پر عمامہ'' بن گئی۔

فیضانِ نظر تھا یا کسی مکتب کی کرامت تھی — سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اساتذۂ کرام:۔

تحتانوی اساتذہ میں نانا محترم شیخ امام اور مولانا الیاس شامل ہیں۔ دارالعلوم کے قابل ذکر اساتذہ مولانا عبدالستار سبحانی پرنسپل، حضرت مولانا فرید پاشاہؒ، مولانا حافظ سید حکیم مقصود علی (شاگرد علامہ فضل حق خیرآبادی)، مولانا سعادت اللہ خان مندوزئی مولانا خواجہ بہاء الدین حسن، مولانا محمود حسین، مولانا کریم الدین، مولانا پرورش علی، مولانا احمد حسین رحمہم اللہ وغیرھم ہیں۔

اساتذۂ جامعہ عثمانیہ:۔

حضرت مولانا پروفیسر سید مناظر احسن گیلانیؒ (۱۸۹۲ء - ۱۹۵۶ھ/ م ۱۳۷۵ھ)، پروفیسر مولانا محمد عبدالباری ندوی، پروفیسر مولانا سید ابراہیم ادیب بن

سید عباس رضوی قادری (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۶ء ۔ ۱۳۷۷ء)، پروفیسر مولانا سید عثمان جعفری الہ آبادی، پروفیسر مولانا غوث الدین، پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق (۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء)، پروفیسر محمد عبدالمعید خان (۱۹۱۰ء ۔ ۱۹۷۳ء)، مولانا سید نبی مولف منہاج العربیۃ (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۰ء/ ۱۳۸۹ھ)، مولانا محمد حسام الدین فاضل، حضرت مولانا سید عبدالقادر حسنی حسینی (۱۸۹۰ء ۔ ۱۹۶۴ء/ ۱۳۸۴ھ) رحمہم اللہ وغیرہم جیسے عباقرہ سے اکتساب فیض کیا۔

قرأت سبعہ وعشرہ کی تعلیم حضرت مولانا حافظ وقاری محمد عبدالرحمن حمومی سابق شیخ التجوید والقرأت جامعہ نظامیہ اور حافظ وقاری مولانا محمد ولی اللہؒ سابق شیخ المعقولات جامعہ نظامیہ سے حاصل کی۔ انگریزی زبان جامعہ عثمانیہ کے نامور اساتذہ پروفیسر ویرا بھدرراؤ، پروفیسر دُرّا سوامی، پروفیسر گوگک ، پروفیسر حسین علی خان اور پروفیسر وحیدالدین سے حاصل کی۔ (مکاتیب ص: ۵۴، مقامات ابوالفداء ص: ۳۳)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

شیوخ طریقت:۔

۱۴ویں صدی کے مجدد، عارف باللہ، رہبر شریعت پیر ومرشد ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی وقادری رحمہ اللہ محدث دکن (وفات: ۱۸/ ماہ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ/ ۲۷/ اگسٹ ۱۹۶۴ء) جن کی حیات اور کارنامے زیر نظر ہیں۔ آپ پیر طریقت تھے۔ دیگر شیوخ طریقت میں عمدۃ الفقہاء والمحدثین حضرت العلامہ حافظ سید محمود شاہ بن مبارک شاہ المعروف بہ علامہ ابوالوفاء علیہ الرحمہ (۱۳۱۰ھ ۔ ۱۳۹۵ھ)، حضرت مولانا جمیل الدین احمد بن حضرت غلام محمد چشتیؒ (وفات ۱۹۵۶ء)، حضرت مولانا شاہ ابوسعید فاروقی مجددیؒ، (۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء۔ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء)، حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی

(۱۳۱۴ھ/۱۹۰۶ء۔ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء)، حضرت پیر سید قدرت اللہ شاہ قادری (وفات ۱۳۱۳ھ)، حضرت مولانا حکیم محمد حسین نقشبندی قادری شیخ الحدیث و امیر جامعہ نظامیہ (۱۳۱۲ھ ۔ ۱۴۰۷ھ)، حضرت محبوب حسین محبوب علیہ الرحمہ (آپ کے نانا اور حضرت مولانا حافظ الطاف حسین فاروقیؒ کے والد بزرگوار) رحمہم اللہ وغیرہم شامل ہیں۔

ان کے علاوہ حضرت مولانا مدظلہ نے پروفیسر شیخ بدرالدین مصری علیہ الرحمہ (شیخ الحدیث جامعہ ازھر) حضرت شیخ آدم رحمہ اللہ جو مدینہ منورہ میں صفّہ کے چبوترہ پر بیٹھا کرتے تھے) سے اکتساب فیض کیا اور دیار غیر میں بھی سلسلہ نقشبندیہ عالیہ کے جلیل القدر صوفی حضرت شیخ محمد ہاشم کبانی مدظلہ سے روحانی روابط قائم کئے ہوئے ہیں۔جنہوں نے انگریزی زبان میں مشائخ نقشبندیہ وسلوک وتصوف پر ایک عظیم الشان کتاب Naqshbandi Sufiway, History of Guide Book of the Saints of the Golden Chain انگریزی داں کے لئے نعمت مترقبہ سے کم نہیں پتہ نہیں اور کتنے عارفین وکاملین سے آپ آج بھی روابط قائم کئے ہوئے ہیں۔(مکاتیب مولانا شاہ ابوالحسن زید بنام پروفیسر محمد عبدالستار خان، ص:۴۶، ۵۴)

تصنیفات وتالیفات:۔

ہمارے حضرت مدظلہ ایک بلند پایہ مصنف اور مولف بھی ہیں۔آپ کی مشہور تصانیف جن کو قبول عام حاصل ہوا وہ یہ ہیں:۔

۱} المحمدون، پی ایچ ڈی کا مقالہ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ (عربی)

۲} شعراء الدولۃ الآصفیہ (عربی ۱۹۷۵ء)

۳}نورالمصابیح (ترجمہ زجاجۃ المصابیح آٹھ جلدیں)

۴}تذکرۂ حضرت محدث دکن (اردو۔۱۹ ۱۴ھ/۱۹۹۸ء)،

دوسراایڈیشن:۱۹ ۱۴ھ/۱۹۹۹ء،

تیسراایڈیشن (زیرنظرکتاب):۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ۔

۵}تحقیق فی ریاض الحکم فی المعارف القدم فی الحکمۃ والتصوف الشیخ محمد شاہ معصوم نقشبندی مجددی رحمہ اللہ۔

۶}انوارنبوت کے نقوش تاباں (ترجمہ قبسات من نورالنبوۃ،عربی)

۷} الہامات غوثیہ (عربی ترجمہ)

۸}دلائل الخیرات (ترتیب جدید،۲۹ ۱۴ھ/۲۰۰۹ء)

۹}کتاب الحج والزیارۃ بموجب فقہ حنفی (۱۹ ۱۴ھ/۱۹۹۸ء)

۱۰}اوائل الخیرات (اردوترجمہ)

۱۱}تصوف وطریقت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

۱۲}معاون فی نشروطباعۃ زجاجۃ المصابیح (عربی)

اس کے علاوہ بے شمار کتابوں کی تصحیح فرمائی اور مقدمات سے کتابوں کو زینت بخشی۔

ان تمام تصانیف وتالیفات کی تفصیل اس مختصر تذکرہ میں مناسب نہیں البتہ صرف ایک کتاب ''تذکرہ حضرت محدث دکن'' قدس سرہٗ کے بارے میں چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

تذکرہ کی خصوصیات:

زیرِ نظر کتاب ''تذکرۂ حضرت محدثِ دکن'' جس کو ہمارے حضرت مدظلہ نے اپنے پیر و مرشد فخر العارفین والمحدثین ابوالحسنات سید شاہ عبداللہ شاہ نقشبندی قادری علیہ الرحمہ محدثِ دکن کے مبارک احوال، اعمال وعقائد کو قلمبند فرمایا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ تذکرہ شہر فرخندۂ حیدرآباد کے علماء کرام ومشائخ عظام کی سوانح عمری میں اپنی ضخامت اور عناوین کے اعتبار سے منفرد ہے۔

حقیقۃً! یہ کتاب وقتِ واحد میں ایک مکمل ومستند سوانح عمری کے ساتھ ہی ساتھ قرآنیات، اسلامیات، اعتقادات، عبادات، روحانیات، عملیات، فکریات، اجتہادات، انقلابات، سیاسیات، شخصیات، تجربات، عصریات اور اسلامی تعلیمات کا ایک گنجینہ ہے۔ ایک طرف منتخب وموزوں آیات ربانی کا انتخاب تو دوسری سمت گلستانِ احادیثِ نبویہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کے بحرِ ذخار کا خزینہ، کبھی کاروانِ اولیاء، علماء، فقہاء وصوفیا کے پرفیض احوال، اقوال واعمال کا خاکہ کھینچا ہے، تو اسی جاء شریعت، معرفت، طریقت وحقیقت کے موتیوں کو پرویا ہے۔ اس بوستان (تذکرہ محدثِ دکن) کو نورانی حکایات، علم ظاہر و باطن، عملِ صالح، اخلاص وتوکل، زہد وتقوی، صبر ورضاء، جود وسخا، ادب وتعظیم، صحبتِ اولیاء، اسوۂ حسنہ اور اتباعِ سنتِ مصطفوی کے انمول اثمار وازھار سے سینچا گیا ہے۔

مولانا مدظلہ نے کتاب کو دو جلدوں میں تقسیم فرمایا ہے: جلد اول میں حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کے نام ونسب، تحصیلِ علم، اس دور کے علمی وسیاسی حالات، اعمال، عقائد، تحصیلِ علوم معرفت وطریقت، اساتذۂ کرام، شیوخِ ذی احتشام، اصحابِ احناف پر حضرت کا احسانِ

عظیم، زجاجۃ المصابیح کی تدوین واشاعت، اورادووظائف، نالہءنیم شبی، اولیاءکرام سے حسنِ عقیدت، طویل قیام، اہتمام ماہِ صیام، سفرِ حرمین شریفین، مقامِ مجددیت، کرامات، حلیہء مبارک، دلدہی، اعمال پر مداومت، مہمان نوازی، تعظیم ساداتِ کرام، فرمودات، سادگی وپرہیزگاری، علالت وفات، آخری لمحات اور نمازِ جنازہ وتدفین کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

اسی جلد میں جہاں کہیں حضرت محدثِ دکن کے عقائد، تاریخ، اصلاح واعمال کی بات ہوتی تو متعلقہ موضوع کی تشریح دلنشیں انداز میں قرآن، حدیث، اخبار وسلفِ صالحین کی دلائل قاطعہ کے ذریعہ کرکے آگے بڑھتے ہیں، یہ ایک انوکھا ومنفرد نہج ہے۔ خصوصاً جہاں عقائد کی بات آتی تو اسکی بسیط انداز میں وضاحت فرماتے۔ اسکی ضرورت واہمیت کی آپ نے خود وضاحت فرمائی ہے:

''اس سلسلہ میں ایک بات عرض کردوں کہ انگلستان نے خلافتِ عثمانیہ کوختم کرکے پوری امتِ مسلمہ کوان کے صدیوں سے جاری دینی روایات جوقرآن اور حدیث کی روشنی میں ادب، عقیدت، تعظیم اور محبت پر مبنی تھے سازش کرکے ان سے منحرف کردیا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام ملتِ اسلامیہ کعصف ماکول (کھائے ہوئے بھوسے) کی طرح اس دھرتی پر زندگی گذاررہی ہے۔ اس کوشاعرِ مشرق نے اپنے بلیغ انداز میں فرمایا ہے۔''

عالم ہمہ ویرانہ از چنگیزی افرنگ　　　　معمارِ حرم! باز بہ تعمیرِ جہاں خیز

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''آج کل آزاد خیالی کا دور ہے اور بے علم اور بے سند اصحاب ہمارے پورے معاشرہ کومکدر کررہے ہیں اس موقع پر علامہ اقبال کی ایک رباعی بھی سن لیں''

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کی صیاد

گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

آج کے اس الحادی دور میں اہلسنت الجماعۃ کے عقائدِ صحیحہ جو کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ سے ثابت ہیں ان عقائد کو نوجوان نسل کے سامنے بدعت وگمراہی کہہ کر راہِ حق سے ہٹایا جارہا ہے، اور بے ادبی و گستاخی کو جدت پسندی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کہا جارہا ہے۔ ان معترضین کے اعتراضات کو مولانا مدظلہ نے ''تارِ عنکبوت'' کی طرح بکھیر دیا ہے۔ جلد اول میں جن عقائد کو مدلل و مفصل انداز میں بیان فرمایا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: تذکیر بایام اللہ ،سلاطین عالم پر اولیاء عظام کی فیضِ نظر، تصوف کی اصل وفروع کی وضاحت، طبقاتِ اولیاء وصوفیاء، میلادِ پاک، گیارہویں شریف، انبیاء واولیاء کی جائے قیام کا تقدس، مفرد ذکر اللہ کا جواز فضائل مرکزِ دل ونگاہ مدینہ منورہ، حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرشتوں کا ادبِ حضرت آدم علیہ السلام، ابلیس کے ملعون ہونے کے اسباب، نجد فتنوں کی سرزمین، ابنِ عبدالوہاب کی تعلیمات، تقویۃ الایمان اور اہانتِ انبیاء، تعظیمِ انبیاء، انبیاء کی بشریت، توسل کا قرآن پاک سے ثبوت، ایصالِ ثواب، آثارِ شریف سے حصولِ برکت، خاک طیبہ، درودِ پاک کی فضیلت، اور قیام بوقتِ سلام وغیرہ شامل ہیں۔

ایک اور اہم موضوع کو جلد اول میں شامل کیا گیا ہے وہ یہ کہ قرنِ اولی سے چودھویں صدی ہجری تک کے مجددین کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ چودھویں صدی ہجری کے مجددین کے تجدیدی کارناموں کو بیان کیا گیا، جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام ابوالحسن اشعری، حاکم صاحبِ مستدرک، بیہقی صاحب سنن کبری، امام غزالی، شیخ عبدالقادر جیلانی،

امام نووی، امام رازی، شیخ حسن البناء شہید، حضرت خواجہ حسن نظامی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، امام احمد رضا بریلوی، پیر سید جماعت علی شاہ، سید عبداللہ شاہ نقشبندی محدثِ دکن علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہ شامل ہیں۔

جلد ثانی میں حضرت مولانا دام فضلہ نے چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) کے پورے عالمِ اسلامی کے ان بین الاقوامی مرتبہ ومقام کے حامل عظیم علماء ربانیین اور صوفیاء کرام کا ذکر کیا ہے جو حضرت محدثِ دکن کے معاصرین رہے ہیں۔ ان میں عرب وعجم کے نامور علما کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جہاں تک شہر حیدرآباد کی بات ہے تو آپ نے اپنے اساتذہ کرام ہی کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

تذکرہ میں مولانا روم کا سوز، شیرازی کی بلاغت، سعدی کا عشق اور علامہ اقبال کی فکر ارجمند سے کتاب کے حسن کو دوبالا فرمادیا ہے اور صاحبِ مؤلف نے جہاں حق گوئی وانصاف کی بات تھی وہاں اپنے منصبِ منصف کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، یہی مؤرخ ومولف کے آزادی قلم وعلمی دیانت داری کی پہچان ہوتی ہے۔ بلا مبالغہ آپ کی اس تالیف کو چودھویں صدی ہجری کا ''تذکرۃ الاولیاء'' کہا جاسکتا ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

چند مشہور مقالات:۔

۱) عربی زبان کا ارتقاء

۲) مولانا غلام علی آزاد بلگرامی۔ حیات اور شاعری

۳) مولانا سید ابراہیم ادیبؒ کے قصیدہ لامیۃ الدکن کا تنقیدی جائزہ

۴)لمعات دکن

۵)تحفۃ الہندی

٦)تذکرۂ ابوالوفاؒ۔

چند منتخب مقدمات:۔

۱)سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ از مولانا ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، ۲)علامہ ابن تیمیہ اوران کے ہمعصر علماء، ۳)مکاتیب مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلویؒ بنام پروفیسر ڈاکٹر ابوالفداء محمد عبدالستار خان صاحب مدظلہ، ۴)دربار نبوت کی حاضری، ۵)گلزارِسلام، ٦)اوائل الخیرات، ۷)نورٌ علی نورٌ، ۸)آیات پیغمبر اللہ، ۹)مولانا اسمعیل دہلوی اورتقویۃ الایمان، ۱۰)قانون کا حقیقی تصوراور انسانی آزادی، ۱۲)آداب المساجد فی ضوءالاحادیث، ۱۳)حیات شہید فی ذکرزماں خاں شہید، ۱۴)دینی تعلیمی نصاب، ۱۵)باپ کے خطوط بیٹی کے نام، ۱٦)خزینۃ الحسنات، ۱۷)پرواز نظر، ۱۸)فصل نور، ۱۹)دلائل الخیرات (ترتیب جدید)، ۲۰)تحسین القرآن، ۲۱)انوارِنبوت کےنقوشِ تاباں۔

مناصب ووظائف:

☆خلیفہء مجاز محدث دکن حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہٗ

☆سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

☆سابق چیرمین بورڈ آف اسٹیڈیز عربی جامعہ عثمانیہ

☆سابق صدرمصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد

☆ سرپرست اعلی ورکن تاسیس انجمن احیاء دین

☆ سرپرست اعلی ادارۂ قرآن فہمی

☆ سابق رکن مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ حیدرآباد

☆ رکن مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد

☆ رکن تاسیس نقشبندیہ فاؤنڈیشن شکاگو امریکہ

☆ مؤسس روضۃ المعارف المجددیہ حیدرآباد۔

توصیفی ایوارڈ:۔

حضرت مولانا مدظلہ کی عربی زبان وادب میں نمایاں خدمات کے اعتراف میں عزت مآب عالی جناب ڈاکٹر گیانی ذیل سنگھ سابق صدر جمہوریہ ہند نے ۱۹۸۶ء میں پریسیڈنٹ ایوارڈ عطا کیا اور آج بھی ہمارے حضرت کو ہر سال حکومت ہند سے مبلغ پچاس ہزار روپے عطاء کئے جاتے ہیں۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

دروس:۔

حضرت مولانا مدظلہ ہندوستان اور امریکہ میں درس قرآن کریم، درس حدیث شریف (زجاجۃ المصابیح)، درس تصوف، درس عوارف المعارف اور درس قلائد الجواہر سے تشنگان علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔

حضرت مولانا مدظلہ کے کن اوصاف عالیہ اور کارناموں کا تذکرہ کیا جائے۔آپ بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں۔اس مختصر تذکرہ میں آپ کے تمام کارناموں اور مقامات کا

احاطہ کرنا اس خادم کے لئے نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اختصار کے طور پر ذمہ داری کے ساتھ بلکہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ مختلف الجہات بزرگ، متقی و پرہیزگار ہیں۔ آپ کے ارشاداتِ عالیہ، تجربات، توجیہات، مراقبات، عبادات، مکتوبات، ملفوظات عین سنت نبوی کے مطابق ہیں۔ آپ ایک طرف حامی شریعت تو دوسری جانب ماحی بدعت بھی ہیں۔ ایک جانب رہبر طریقت تو دوسری طرف واقفِ رموزِ حقیت بھی ہیں۔ ایک طرف صاحب دعوت وعزیمت بھی تو دوسری طرف معرفت کے امین بھی ہیں، خدمت علم وادب سے سرشار اور میدان علم وادب کے شہسوار بھی ہیں۔ سچے عاشق رسول ہیں اور اولیاء اللہ کے گرویدہ اور حضور غوث الوری رضی اللہ عنہ سے قادری نسبت ہے اور سرکار بہاء الدین نقشبندؒ کے عاشق بھی ہیں، فنافی الشیخ کے ایک طرف جلوے ہیں تو دوسری طرف شیخ کامل کی مسند پر فائز بھی ہیں۔ الغرض آپ بیک وقت اعلیٰ درجات کے حامل مرشد، خطیب بے مثال، بے پایہ مؤلف ومصنف، رہبر سلوک، مبلغ دین حنیف، دنیا آپ کو ایک شیخ کامل، عالمِ ربانی، روحانی پیشوا، صوفیٔ کامل، محقق العصر، شفیق استاذ، مربی بے بدل، نقیب اہلسنت والجماعت، یادگار علماء سلف وصالحین، رہبر طریق نقشبندیہ وقادریہ، شعلہ بیان خطیب، بہترین قاری سبعہ، فقیہ، مفسر، محدث، بلند پایہ ادیب، مفکر اسلام کے نام سے یاد کرتی ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

آپ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کیا جائے تو والدین کا احترام، اولاد پر شفقت، اساتذہ اور شیوخ کا حد درجہ تعظیم، پیرزادگان واستاذ زادگان سے محبت، غرباء، مساکین، ضرورت مندوں اور نومسلم حضرات کی امداد، اپنے پیر ومرشد کی خدمت بابرکت میں صبح وشام حاضری، زجاجۃ المصابیح ونور المصابیح کی اشاعت وترجمہ میں حضرت محدث دکن کی خدمت میں حاضری، حضرت العلامہ ابوالوفاء علیہ الرحمہ کے درسِ حدیث شریف میں پابندی کے

ساتھ حاضر رہنا، کمال تواضع وانکساری، سادگی، صبر وتحمل، مہمان نوازی، موسم گرما میں ساڑھے تین بجے اور موسم سرما میں تین بجے صبح بیدار ہوجانا اور تلاوت کلام پاک، دلائل الخیرات، اوائل الخیرات اور حزب الاعظم اور مناجات میں مشغول رہنا وغیرہ۔ یقینا حضرت قبلہ مدظلہ کے مبارک حالات انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔حضرت قبلہ کے مزید حالات اور کارنامے دیکھنا ہوتو ''مقامات''اور''مکاتیب'' کا مطالعہ کریں جس کو یہ عاجز اور خادم سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر نے مرتب کیا ہے۔ڈاکٹر عقیل ہاشمی صاحب نے''مقامات'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ''مقامات ایک ایسی کتاب ہے جسے اس کے مشملات کو دیکھتے ہوئے''روحانی فیوضات کی سفیر'' کہا جاسکتا ہے۔ یہ کتابیں عامۃ المسلمین کو عموما اور صاحب نسبت واہل سلسلہ کے لئے خصوصا دین و دنیا کو نورانی بنانے کے سارے اصول وقواعد مل جاتے ہیں وہ بھی خالصتا شریعت مطہرہ کی روشنی میں۔

اس جگہ یہ ذکر بے جانہ ہوگا کہ عاجز کے فرزندِ اکبر حافظ وقاری سید شاہ خلیل اللہ بشیر اویس سلمہ (ایم اے عربی جامعہ عثمانیہ) ہمارے حضرت مولانا مدظلہ کی حیات اور کارنامے پر برادر طریقت مولانا ڈاکٹر محمد مصطفی شریف صاحب صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ کی نگرانی میں ایم فل کررہے ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کے اس مبارک کام کو پایۂ تکمیل کو پہونچائے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ بارالہا ہمارے حضرت مولانا مدظلہ کے ظل عاطفت کو تمامی اہلبیت اور ہم خدام پر تادیر سلامت باکرامت رکھے۔اور ہمارے پیر دستگیر کے فیضان سے ہمیں دین ودنیا میں سرخروئی عطا فرمائے۔اور آپ کے صدقہ وطفیل میں اللہ کی معرفت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

{...والدین کریمین...}

والدۂ محترمہ:

والدۂ محترمہ کا اسم مبارک رقیّہ بیگم (قدس اللہ سرھا ونور اللہ مرقدھا) ہے۔

والد بزرگوار:

آپ کے والد بزرگوار کا اسم شریف حضرت محمد اسمٰعیل خان رحمہ اللہ ہے جو حضرت بسم اللہ خانؒ کے فرزند ارجمند تھے۔

پیرانی ماں محترمہ ومکرمہ رئیس بیگم قدس سرھا ونور اللہ مرقدھا:۔

آپ کی زوجہ محترمہ رئیس بیگم قدس اللہ سرھا بے حد نیک' بڑی عابدہ، متقی' پرہیزگار، بااخلاق، سخی' سلیم الطبع، خوش مزاج، عاشق رسول' عاشق غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھیں۔

{اولاد امجاد حضرت ابو الفداء مدظلہ}

آپ کی اولاد امجاد حسب ذیل ہے: اللہ تعالیٰ ان کو دین ودنیا وآخرت میں سلامت رکھے۔ آمین

۱} مخدوم زادہ سعادت اطوار ڈاکٹر محمد انوار اللہ خان صاحب سلمہ اللہ

۲} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب محمد احمد اللہ خان صاحب سلمہ اللہ

۳} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب محمد امان اللہ خان صاحب سلمہ اللہ

۴} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب حافظ فضل اللہ خان صاحب سلمہ اللہ

۵} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب محمد عطاء اللہ خان صاحب سلمہ اللہ

۶} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب محمد سعد اللہ خان صاحب سلمہ اللہ

۷} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب محمد عبد القہار خان صاحب سلمہ تعالی

۸} مخدوم زادہ سعادت اطوار جناب محمد عبد الحنان خان صاحب سلمہ اللہ

{...صاحبزادیاں...}

ہمارے حضرت قبلہ مدظلہ کو دو صاحبزادیاں ہیں:

۱} اولاً! سعادت اطوار محترمہ خدیجہ سلطانہ صاحبہ ہیں۔ ان کے شوہر سعادت اطوار محترم جناب محمد شوکت اللہ خان صاحب انجینئر (مرحوم) ہیں۔

۲} اخیراً! سعادت اطوار محترمہ عائشہ سلطانہ صاحبہ (المعروف رضیہ سلمھا) ہیں:۔

آپ کے شوہر سعادت اطوار برادر طریقت محترم جناب محمد عبد البصیر خان ذاکر صاحب ہیں۔ آپ ہمارے حضرت مولانا مدظلہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد عبد الجبار خان صاحب مرحوم (سابق چیف اکاؤنٹس آفیسر محکمہ بلدیہ) کے فرزند ہیں۔

☆☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

چند معروف تلامذہ:

☆ حضرت مولانا سید شاہ خسرو حسینی صاحب مدظلہ، سجادہ نشین بارگاہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ شریف۔

☆ حضرت مولانا سید شاہ محمد قبول بادشاہ حسنی حسینی شطاری صاحب مدظلہ،

جانشین حضرت کامل ؒ و رکن مسلم پرسنل لا بورڈ، معتمد صدر مجلس علماء دکن۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد نور اللہ مرقدہ، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ۔

☆ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبد الغفار خان صاحب مدظلہ،

صدر شعبہ عربی ممتاز کالج و پریسڈنٹ ایوارڈی (برادر خورد)

☆ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شاہ غوث محی الدین قادری الموسوی صاحب مدظلہ
المعروف بہ اعظم پاشاہ، سابق پرنسپل لطیفیہ عربی کالج۔

☆ حافظ وقاری ڈاکٹر محمد غوث ندوی صاحب، بانی وصدر دار العلوم الاسلامیہ، امریکہ

☆ ڈاکٹر مولانا سید شاہ عبدالباسط سراج قادری صاحب نور اللہ مرقدہ، سابق پرنسپل لطیفیہ عربی کالج

☆ مولانا ڈاکٹر محمد عبدالمجید صاحب، پروفیسر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ

☆ ڈاکٹر قمر النساء بیگم صاحبہ، سابق پروفیسر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

☆ محترمہ ڈاکٹر بی بی زینب صاحبہ، صدر شعبہ عربی اندرا پریہ درشنی ویمنس کالج نامپلی، حیدرآباد۔

☆ جناب مولانا سید نذیر الدین حسینی پیراں صاحب۔

☆ جناب جلال الدین مرحوم، پروفیسر انگریزی لیبیا یونیورسٹی
(اللہ مغفرت فرمائے کہ انہوں نے بے شمار حدیث وتصوف کی کتابوں کو انگریزی میں ترجمہ کیا تھا)۔

وابستۂ دامن خلفاء حضرت ابوالفداء دامت برکاتہم:۔

۱} مولانا ڈاکٹر محمد مصطفی شریف صاحب، پروفیسر عربی جامعہ عثمانیہ۔

۲} راقم السطور ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر غفرلہ۔

۳} مولانا حافظ مفتی سید صغیر احمد صاحب، نائب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ۔

۴} مولانا حافظ وقاری مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی قادری، شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

۵} مولانا صوفی سید شاہ مرتضیٰ علی حسینی صاحب، سجادہ نشین عثمان آباد

ہم سے کتنے ہی تری راہ میں برباد ہوئے
تو سلامت رہے کوچہ ترا آباد رہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشغال مشائخ
نقشبندیہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

ترتیب وتہذیب

ابورجاء سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی وقادری

اشغال مشائخ نقشبندیہ

طریق نقشبندیہ کا دارومدار تین باتوں پر رکھا گیا ہے۔ اتباع سنت، عمل بر عزیمت، اجتناب از بدعت ورخصت

بزرگان نقشبندیہ میں انسیت صدیقی کا ظہور ہے۔ یہ طریقہ اقربُ الطرق اور سہل الوصول ہے۔ کیونکہ اس نسبت کا القا سینہ بہ سینہ ہے۔

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ نسبت نقشبندیہ کی جامعیت وعظمت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں نسبت نقشبندیہ میں لاتحزن ان اللہ معنا کا فیضان شامل ہونے کی وجہ سے اس کے مزاج و مذاق میں حضور و سرور، سکون و اطمینان اور معیت و محبت ذاتیہ کا غلبہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ "القول الجمیل فی بیان سواء السبیل" میں ارشاد فرماتے ہیں "مشائخ نقشبندیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کے تین راستے ہیں ان میں پہلا راستہ ذکر الٰہی ہے۔ ذکر سے پہلے توجہ کو منتشر کرنے والی بیرونی چیزوں مثلاً لوگوں کی قیل وقال اور اندرونی باتوں مثلاً شدید بھوک، غصہ، درد اور ضرورت سے زیادہ پیٹ بھرنے ایسی تمام چیزوں سے خالی ہونے کو غنیمت جان کر سالک پہلے موت کو اپنے سامنے موجود سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے کردہ گناہوں کی معافی طلب کرے۔

طریق نقشبندیہ کی انفرادیت یہ ہے کہ ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو کہ ذکر نقشبندی مجددی سلسلہ مبارکہ میں تین اشغال ہیں بلکہ اللہ تک پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ (۱) شغل اول ذکر (۲) شغل دوم مراقبہ (۳) شغل سوم رابطہ شیخ۔ یعنی اپنے مرشد کے ساتھ کمال درجہ کا

رابطہ اور تعلق خاطر ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ذکر دو قسم کا ہے۔(۱) ذکر اسم ذات (۲) ذکر نفی اثبات

ذکر شغل اول

ذکر اسم ذات کے دو طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ:

اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھڑے، لیٹے، کروٹ کے وقت، وضو بے وضو، طہارت بے طہارت ذکر اسم ذات لطیفۂ قلب سے کرایا جاتا ہے۔

دوسرے طریقہ:

ضروریات بشری سے فارغ ہوکر فرصت کے وقت، تنہائی میں مراقبہ کرے، زبان کو تارک سے لگا کر شیخ کی صورت کو روبرو خیال کرے، آنکھ بند کر کے طریق نشت یہ ہے کہ چار زانو (جلسہ مربع) قبلہ رو بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ دونوں زانوں پر رہیں اور دھیرے دھیرے قلب سے اسم ذات (اللّٰہُ اللّٰہ) میں مشغول ہوجائے۔(اللّٰہُ اللّٰہ) دل سے کہے یہ ایک بار ہوا، اس کے ساتھ تسبیح کا ایک ایک دانہ چھوڑتا جائے۔ ابتداً دو ہزار سے ذکر شروع کرے پھر رات دن میں (24) ہزار بار ذکر کیا جائے یا جس قدر ہوسکے اور (6) ہزار سے کم نہ ہو۔ یہ پہلا سبق ہے جس میں لطیفہ قلب سے ذکر کرایا جاتا ہے۔ انسان کا دل بائیں پستان سے دو انگل نیچے ترچھا بغل کی طرف واقع ہے اور وقت ذکر کسی عضو کو حرکت نہ دے۔ جب یہ پختہ ہوجائے اور قلب میں حرکت نبضی پیدا ہوجائے تو دوسرا سبق دیا جاتا ہے۔ یہ ذکر کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے لیکن بزرگوں نے فرمایا ہے کہ رات میں زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ ذکر کے آغاز

سے پہلے پیران کبار کی ارواح مقدسہ کی بارگاہ میں فاتحہ پڑھ کر توبہ واستغفار اور موت کو یاد کرتے ہوئے عاجزی وانکساری کے ساتھ دھیرے دھیرے ذکر کا آغاز کیا جائے۔ ذکر میں جلدی نہ کرے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں سب سے پہلے ذاکر (یعنی طالب) کو پہلے اپنے قلب کو تمام خطرات سے اور نفس کے خیال سے خالی کر دینا چاہیے۔ گذرے ہوئے اور آنے والے خیال کو بھی دل سے نکال دینا چاہیے۔ جس بزرگ سے تلقین ذکر ہوئی ہے اس کی صورت کا تصور اپنے دل میں کرے۔

محدث دکنؒ فرماتے ہیں کہ اسم ذات ''اللهُ اللهُ'' کو ہم نے اپنی حیثیت کے موافق کہا ہے۔ اس اسم مبارک کی قدر ومنزلت کے موافق نہ کہا۔ اس پیارے اور باعظمت نام کے شایان شان کہنے کا طریقہ تو صرف حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا مگر جس قدر پیران کبار کے طفیل میں ہمیں معلوم ہوسکا وہ یہ ہے کہ ذاکر بوقت ذکر یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس ذکر کو سن رہے ہیں کہ میں کس طرح انہیں یاد کر رہا ہوں۔ شوق سے یا بدشوقی و بے دلی سے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ بھی مجھ کو یاد کر رہے ہیں اور اس طرح کہ جیسے میں انہیں یاد کروں گا تو وہ بھی مجھے محبت سے یاد کریں گے۔ دوران ذکر وقفہ وقفہ سے یہ مناجات بھی کیا کرے۔

الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو

محبت و معرفت خود بدہ

شغل دوم: مراقبہ:Muraqaba

مراقبہ رقوبت سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی محافظت وانتظار کے ہیں۔ طریقت میں اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کو زبان تصور سے پڑھنا یا قرآنی آیت کو زبان تصور سے پڑھنا اور اس لفظ کے مفہوم میں مستغرق ہونے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ نیز مراقبہ اپنے مورد پر اس فیض کے وارد ہونے کا خیال رکھنے کو بھی کہتے ہیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سالک کے لطائف میں سے کسی لطیفہ پر وارد ہوتا ہے اور اس لطیفہ کو مورد فیض کہتے ہیں۔ مراقبہ ذکر کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے اور بغیر ذکر کے بھی کیا جاتا ہے۔ البتہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ عنہم کے پاس ذکر کے ساتھ مراقبہ کا معمول ہے تاکہ بہ یک وقت تکمیل اسباق کے ساتھ مذکورہ فیوض وبرکات بھی حاصل کرسکیں۔ اسلئے کہ موجودہ مصروف حالات زندگی میں نہ اتنا وقت ملتا ہے اور نہ اتنی ہمت کہ ان دونوں امور کی علیحدہ علیحدہ تکمیل ہوسکے۔ مراقبہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، **الاحسان ان تعبداللہ کانک تراہُ فان لم تکن تراہ فانہ یراک**۔ (یعنی کہ تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو سمجھ کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

شغل سوم: رابطہءشیخ: Rabita - e - Shaik

(Association with shaik)

ربط یا رابطہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں یعنی نگاہ تعلق صوفیائے کرام نے شیخ کی صورت کو باطنی نگاہ سے دل میں جمانے کا نام رابطہ رکھا ہے۔ ذکر رابطہ کی کئی صورتیں ہیں یعنی ایک یہ کہ اپنے شیخ کی صورت وشکل کو اپنی قوت ادراک (ذہن) میں رکھنا۔ یا اپنے دل کے اندر خیال میں رکھنا یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت سمجھنا اور جب یہ رابطہ مرید پر غالب آجاتا ہے تو ہر چیز میں اسکو شیخ کی

صورت نظر آنے لگتی ہے اس حالت کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔(ہدایت الطالبین)

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ''بغیر رابطہ وبغیر فنافی الشیخ کے تنہا ذکر وصل تک نہیں پہنچاتا لیکن تنہا رابطہ آداب صحبت کی رعایت کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہمارے دادا پیر حضرت سیدنا محدث دکنؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ رابطہ سے مراد یہ ہے کہ کمال محبت، اطاعت اور ادب کے ساتھ شیخ کے حضور میں رہنا اور غیاب میں اُن کا تصور قائم رکھنا اور یقین کے ساتھ یہ ذہن نشین کرلینا کہ شیخ کے واسطہ سے اپنے مورد فیض پر فیضان الٰہی وارد ہو رہا ہے۔ بزرگان طریقت کا قول ہے کہ فنافی الشیخ فنائے حقیقی کا مقدمہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مرید کو بلا تکلّف رابطۂ شیخ حاصل ہوجائے تو پیر و مرید کے لئے افادہ واستفادہ کا سبب بن جاتا ہے۔ وصول الی اللہ کے لئے رابطۂ شیخ سے بہتر کوئی طریق نہیں ہے۔ کامیابی کا دارومدار مرید کے اس یقین پر ہے کہ میرے شیخ اللہ تعالی تک پہونچانے کا راستہ خوب جانتے ہیں۔ اور مجھے وہاں تک پہونچا سکتے ہیں۔ جس کو شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

سلوک نقشبندیہ مجددیہ میں سات (7) لطائف اور (26) مراقبات ہیں۔ پانچ لطائف قلب روح سر خفی اخفی کا تعلق عالم امر سے ہے۔

(1) لطیفہ قلب: یہ لطیفہ بائیں پستان سے دو انگل نیچے ترچھا بغل کی طرف واقع ہے جسے قلب صنوبری کہتے ہیں۔ آنکھیں بند کرکے زبان تالو کو لگا کر دل کی طرف متوجہ ہوکر دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرکے اللہُ اللہ کرنا اور مرشد کی صورت کو سامنے رکھ کر ایسا تصور کرنا کہ اللہ کا فیض میرے پیرو مرشد کے لطیفۂ قلب سے میرے لطیفہ قلب پر آرہا ہے۔

(2) لطیفہ روح: اس کا محل سیدھے پستان سے دو انگل نیچے ہے۔ اس لطیفہ روح سے اللہُ اللہ کا ذکر اور تصور کرنا کہ اللہ کا فیض میرے مرشد کے لطیفہ روح سے میرے لطیفہ روح پر آ رہا ہے۔

(3) لطیفہ سر: اس کا مقام درمیان پستان چپ و وسط سینہ ہے۔ اس لطیفہ سر سے اللہُ اللہ کا ذکر کرنا اور یہ تصور کرنا کہ اللہ کا فیض میرے مرشد کے لطیفہ سر پر آ رہا ہے اور مرشد کے لطیفہ سر سے میرے لطیفہ سر پر آ رہا ہے۔

(4) لطیفۂ خفی: اس کا مقام درمیان پستان راست و وسط سینہ ہے۔ اس لطیفہ خفی سے اللہُ اللہ کا ذکر کرنا اور یہ تصور کرنا کہ اللہ کے پاس سے فیض میرے مرشد کے لطیفہ خفی پر آ رہا ہے۔ اور مرشد کے لطیفہ خفی سے میرے لطیفہ خفی پر آ رہا ہے۔

(5) لطیفہ اخفی: اس کا محل وسط سینہ ہے۔ اس لطیفہ اخفی سے اللہُ اللہ کا ذکر کرنا اور یہ تصور کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے فیض مرشد کے لطیفہ اخفی پر آ رہا ہے اور مرشد کے لطیفہ اخفی سے میرے لطیفہ اخفی پر آ رہا ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

عالم خلق کے دو لطائف نفس اور قالب ہے۔

(6) لطیفۂ نفس: اس کا محل وسط پیشانی ہے۔ اس لطیفۂ نفسی سے اللہُ اللہ کا ذکر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے فیض میرے مرشد کے لطیفہ نفسی پر آ رہا ہے۔ میرے مرشد کے لطیفہ نفسی سے میرے لطیفۂ نفس آ رہا ہے۔

(7) لطیفہ قالب: اس کا مقام سارا بدن ہے اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اس لطیفہ سے اللہُ اللہ کا ذکر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ اللہ کے پاس سے فیض میرے مرشد کے لطیفہ قالب پر آ رہا ہے۔ مرشد کے لطیفۂ قالب سے میرے لطیفۂ قالب پر آ رہا ہے۔

ذکر نفی اثبات

ان سات لطائف (قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفس اور قالب) کے جاری ہونے کے بعد ذکر نفی اثبات کا کرایا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دم ناف میں بند کر کے کلمہ ''لا'' کو ناف سے اٹھا کر لطیفہ نفس تک پہونچائے اور ''الہ'' سیدھے بازو پر خیال کر کے ''الا اللہ'' کے تئیں لطیفہ روح وغیرہ (خفی، اخفی اور سر) سے گذارتے ہوئے لطیفہ قلب پر ضرب لگاتے ہیں اور اس مجموعی عمل سے صورت معکوس ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کے معنی یہ خیال رکھے کہ لامقصود الا اللہ کے ہیں۔ تین، پانچ یا سات پر یا زائد اس سے طاق عدد پر دم چھوڑے اور محمد رسول اللہ کہے اور تھوڑے تھوڑے ذکر کے بعد کہے۔

الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو

محبت و معرفت خو دبدہ

اگر حبس دم نہ ہو سکے تو بلا حبس دم کرے۔ یہ ذکر روزآنہ ایک ہزار بار کرے، نہ ہو سکے تو جس قدر ہو سکے کرے۔ (313) بار سے کم نہ کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ ''قول جمیل'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حبس دم (سانس کو روک کر نکالنا) عشق کو ابھارنے، باطنی نسبت کو مرتکز کرنے، باطنی قوتوں کو بیدار کرنے اور پریشان خیالی اور اور وساوس سے نجات حاصل کرنے کے سلسلے میں اکسیر ہے۔ حبس دم کی مشق بتدریج کرنی چاہئے تا کہ طبیعت پر نا قابل برداشت بوجھ نہ پڑے۔ اس طرح طاق عدد کی بھی عجیب خصوصیات اور اثرات ہیں۔ حبس دم میں پہلے ایک دم میں ذکر ایک دفعہ مشق کرے اور پھر ایک دم میں تین دفعہ، اس کے بعد طاق اعداد میں ایک ہی سانس میں تعداد بڑھاتا جائے، یہاں تک کہ اکیس (21) تک پہنچ جائے۔

قطب دکن قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقتدائے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ حضرت العلامہ مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اپنی معرکتہ الآرا کتاب ''لذات مسکین'' میں خصائص نقشبندیہ کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔مجلس سکوت، سکینت، طمانیت، جمعیت خاطر، دفع خواطر، حضور آگاہی،نسبت خاص یہ تمام حضرات خواجگان نقشبندیہ کی خصوصیات ہیں۔جوکوئی بھی اس خاندان کا حاشیہ بردار ہے وہ ہرآن و ہرزمان ان کواپنا نصب العین بناتا ہے۔اوراس بحر میں مستغرق ہوتا ہے یہاں تک کہ خواجگان نقشبندیہ کا جلوہ دیکھتا ہے''۔(لذات مسکین ص:222)

حضرت ابوالفداءرحمۃ اللہ علیہ لطائف ومراقبات اپنے شیخ حضرت محدث دکن قدس سرہ' کی کتاب ''سلوک مجددیہ'' کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

امام الطریقت حضرت سرکار خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ نے فرمایا مراقبہ سب سے قریب ترین راستہ ہے۔یہ حضرت سرکار نقشبند رضی اللہ عنہ کا احسان ہے کہ آپ نے پندرہ دن تک بارگاہ الٰہی میں روروکراور سربسجود ہوکر دعا کی تھی اورعرض کیا تھا کہ بارالٰہا مجھ کوایسا طریقہ عطافرما کہ جس سے تیراوصل حاصل ہوتو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اورآپ کومراقبہ کا طریقہ عطا فرمایا جوسب طریقوں سے زیادہ نزدیک اورآسان ہےاورضروراللہ تک پہونچانے والا ہے۔

۱} مراقبۂ احدیت:Muraqaba-e-Ahadiyyat

طریق نقشبند کی ابتداء مراقبۂ اُحدیت سے ہوتی ہے۔جملہ لطائف اس میں شامل ہیں۔

۲} مراقبۂ معیت:Muraqaba-e-Ma'iyyat

ذکر کے وقت آیت شریفہ و ھو معکم اینما کنتم کا خیال دل میں رکھے یعنی اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہیں اسطرح کہ شان کواُن کے سزاوار ہے۔

اس ذات پاک سے فیض آتا ہے پیرومرشد کے لطیفہء قالب پراور وہاں سے فیض آتا ہے میرے لطیفہ ٔ قالب پر اور اس خیال میں ایسا غرق ہوجائے کہ غیر کا خیال نہ رہے۔(8)

مراقبات لطائف خمسہ عالم امر

حضرت ابوالفداءؒ مراقبات میں لطائف خمسہ عالم امر کو سلوک مجددیہ کے ذریعہ تعلیم دی۔

۳} مراقبہء لطیفہ قلبی: Muraqaba Latifa-e-Qalbee

تجلیات افعالیہ الٰہیہ سے فیض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے آتا ہے اور وہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب مبارک پر فیض آتا ہے اور وہاں سے پیران کبار کے واسطہء دل مبارک سے فیض آتا ہے اور میرے پیر کے دل مبارک کے واسطہ سے میرے دل پر آتا ہے۔

اس مراقبہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے سے فیض حاصل کیا جاتا ہے اسلئے اس ولی کو آدمی المشرب کہتے ہیں تجلیات افعالیہ الٰہیہ کا رنگ زرد ہے۔(9)

۴} مراقبہء لطیفہء روحی: Muraqaba Latifa-e-Ruhi

''تجلیات صفات ثبوتیہ الٰہیہ (حیات، علم، قدرت) سے فیض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح مبارک سے آتا ہے اور وہاں سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روح مبارک پر فیض آتا ہے اور وہاں سے پیران کبار کے واسطہ روح مبارک سے فیض آتا ہے اور میرے پیر کے روح مبارک کے واسطے سے میری روح پر آتا ہے''۔

چونکہ اس مراقبہ میں فیض وولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے سے حاصل کی جاتی ہے اسلئے

اس ولی کوابراہیم المشرب کہتے ہیں۔صفات ثبوت الٰہیہ کی تجلیات کارنگ سرخ ہے۔(10)

۵} مراقبہ لطیفہءسرّ ی: Muraqaba Latifa-e-sirri

”تجلیات شؤنات الٰہیہ سے فیض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرّ مبارک سے آتا ہے اور وہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سرّ مبارک پر فیض آتا ہے اور وہاں سے پیران کبار کے واسطہ سرّ مبارک سے فیض آتا ہے اور میرے پیر کے سرّ مبارک کے واسطہ سے میرے سرّ پر آتا ہے“۔
چونکہ اس مراقبہ میں فیض ولایت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے اسلئے اس ولی کوموسوی المشرب کہتے ہیں تجلیات شئونات الٰہیہ کارنگ سفید ہے۔(11)

۶} مراقبہ لطیفۂ خفی: Muraqaba Latifa-e-Khafi

تجلیات صفات سلبیۂ الٰہیہ سے فیض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خفیء مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خفیء مبارک سے اور پیران کبار کے واسطہءخفیٔ مبارک سے فیض آتا ہے اور میرے پیر کے خفیٔ مبارک سے میرے خفی پر آتا ہے۔تجلیات صفات سلبیۂ کارنگ سیاہ ہے۔چونکہ اس لطیفہ کی قربیت وولایت حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے اسلئے اس ولی کوعیسوی المشرب کہتے ہیں۔(12)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۷} مراقبۂ لطیفۂ اخفیٰ: Muraqaba Latifa-e-Akhfa

تجلیات شان جامع الٰہیہ سے فیض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخفی مبارک سے اور پیران کبار کے واسطہ اخفی مبارک سے فیض آتا ہے اور میرے پیر کے اخفیٔ مبارک سے میرے اخفی پر آتا ہے۔شان جامع الٰہیہ کی تجلیات کارنگ سبز ہے۔

چونکہ اس لطیفہ کی اقربیت وہ ولایت سید الانبیاء والمرسلین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اس ولی کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔(13)

ولایت کُبریٰ

مراقبات لطیفۂ نفس: Muraqabat Latifa-e-Nafs

لطیفۂ نفسی میں ساڑھے تین ($3^1/_2$) دائرے ہیں۔

اسماء و صفات۔یحبھم ویحبونہ۔قوس مراقبۂ محبت

اسماء وصفات۔یحبھم ویحبونہ۔دائرۂ مراقبۂ محبت

اسماء وصفات۔ یحبھم ویحبونہ۔دائرۂ مراقبۂ محبت

شیؤنات ذاتیہ(اسماء وصفات زائدہ)۔نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔دائرہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

مراقبۂ محبت

۸} مراقبۂ اقربیت: Muraqaba-e-Aqrabiyyat

دائرۂ اول میں مراقبہءاقربیت اسطرح کرے کہ میں دائرۂ اول میں ہوں جواقربیت کا ہے آیت شریفہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کا تصور کرتے ہیں کہ اُس ذات سے فیض آتا ہے میرے مرشد کے لطیفہءنفسی پر مع دائرۂ اول اور وہاں سے میرے لطیفہءنفسی پر فیض آتا ہے مع دائرہ اول مع لطائف خمسہ عالم امر۔اس مراقبہ میں سالک مقام خُلّت ابراہیمی سے مناسبت پیدا کر کے اسماءوصفات الٰہیہ سے فیض حاصل کرتا ہے۔(14)

۹} مراقبۂ محبت: Muraqaba Mahabbat

یہ تصور کرے کہ میں دوسرے دائرہ میں ہوں جو اصل ہے دائرۂ اول کا یحبھم و یحبونه (دوست رکھتا ہے اللہ تعالی ہمارے تئیں اور دوست رکھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے تئیں) اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے لطیفۂ نفسی پر مع دو دوائرکے، وہاں سے فیض آتا ہے میرے لطیفۂ نفسی پر مع دو دوائر مع لطائف خمسہ عالم امر۔اس مراقبہ میں سالک مقام محبّیت موسوی سے مناسبت پیدا کر کے شؤنات الٰہیہ سے فیض حاصل کرتا ہے)۔(15)

۱۰} مراقبہ محبت Muraqaba Mahabbat

یہ تصور کرے کہ میں دائرہ ثالث میں ہوں جو اصل ہے دائرہ ثانی کا یحبّھم و

یحبّو نه (دوست رکھتا ہے اللہ تعالی ہمارے تئیں اور دوست رکھتے ہیں ہم اللہ تعالی کے تئیں) اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے لطیفۂ نفسی پر مع تین دوائر کے وہاں سے فیض آتا ہے میرے لطیفۂ نفسی پر مع تین دوائر مع لطائف خمسہ عالم امر۔(16)

۱۱} قوس مراقبۂ محبت: Maraqaba Mahabbat

"یہ تصور کرے کہ میں قوس میں ہوں جو اصل ہے دائرۂ ثالث یحبّھم و یحبّو نه (دوست رکھتا ہے اللہ تعالی ہمارے تئیں اور دوست رکھتے ہیں ہم اللہ تعالی کے تئیں) اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے لطیفۂ نفسی پر مع قوس، مع دوائر ثلاثہ وہاں سے فیض آتا ہے میرے لطیفۂ نفسی پر مع قوس مع تینوں دوائر مع لطائف خمسہ ءعالم امر"۔(17)

۱۲} مراقبہ ءاسم ظاہر: Muraqaba Ism-i-Zahir

"وہ ذات جو مسمّٰی ہے اسم ظاہر کا اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے لطیفہ ءنفس پر مع قوس مع تینوں دائروں کے وہاں سے فیض آتا ہے میرے لطیفہ ءنفسی پر مع قوس مع تینوں دائروں کے"۔(18)

۱۳} مراقبہ اسم باطن: Muraqaba Ism-i-batin

وہ ذات جو مسمّی ہے اسم باطن کا اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے عناصر ثلاثہ (باد۔ آب ۔آتش) پر سوائے عنصر خاک کے وہاں سے فیض آتا ہے میرے عناصر ثلاشہ پر سوائے عنصر خاک کے۔(19)

کمالات ثلاثہ
Kamalat-e-Salasah

۱) کمالات نبوت، ۲) کمالات رسالت، ۳) کمالات اولوالعزم

۱۴} مراقبۂ کمالات نبوت: Muraqaba Kamalat-e-Nubawwat

وہ ذات جو منشہ ہے کمالات نبوت کا اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے عنصر خاک پر مع عناصر ثلاثہ (باد۔آب۔آتش) وہاں سے فیض آتا ہے میرے عنصر خاک پر مع عناصر ثلاثہ۔(20)

۱۵} مراقبہ کمالات رسالت: Muraqaba Kamalat-e-Risalat

وہ ذات جو منشا ہے کمالات رسالت کا اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر (یعنی مجموعہ لطائف خمسہ عالم امر) وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر ۔(21)

۱۶} مراقبہ کمالات اولوالعزم: Muraqaba Kamalat-e-Ulu al azm

''وہ ذات جو منشا ہے کمالات اولوالعزم کا اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر''۔(22)

حقائق الٰہیہ
Realities of Allah

۱)حقیقت کعبہ ۲)حقیقت قرآن ۳)حقیقت صلوۃ

۱۷}مراقبہ حقیقت کعبہ: Muraqaba Haqeeqat-e-Ka'ba

اس مقام پر اس ذات پاک کا مراقبہ کرتے ہیں جو تمام ممکنات کی مسجود ہے یعنی وہ ذات جو حقیقت کعبہ ہے اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(23)

۱۸} مراقبہ حقیقت قرآن: Muraqaba Haqeeqat-e-Qura'an

وہ ذات جو حقیقت قرآن ہے اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(24)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۱۹} مراقبہ حقیقت صلوۃ Muraqaba Haqeeqat-e-Salat:

وہ ذات جو حقیقت صلوۃ ہے اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(25)

۲۰}مراقبہ معبودیت صرفہ: Muraqaba Ma'budiyat-e-Sarfa

وہ ذات جو معبودیت صرفہ ہے اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(26)

حقائق انبیاء علیہم السلام

Realities of Prophets (A. S.)

حقیقت ابراہیمی حقیقت موسوی حقیقت محمدی حقیقت احمدی

۲۱} مراقبہ حقیقت ابراہیمی: Muraqaba Haqeeqat-e-Ibrahimi

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت ابراہیمی کا اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(27)

۲۲} مراقبہ حقیقت موسوی:Muraqaba Haqeeqat-e-Moosava

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت موسوی کا اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(28)

۲۳} مراقبہ حقیقت محمدی: Muraqaba Haqeeqat-e-Muhammadi

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت محمدی ﷺ کا اُس ذات سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(29)

عظمت سیدالانبیاء والمرسلین خاتم النبیین ﷺ

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب + ہنوز نام تو گفتن کمالی بے ادبیست

حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

وشق له من اسمه ليجله

فذوالعرش محمودٌ و هذا محمد

اللہ تعالیٰ نے آپ کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے آپ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔

دیکھو، رب العرش تو محمود ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

اک نام مصطفی ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں

ورنہ ہر اک عروج میں پنہاں زوال ہے

محمد کے معنی بہت زیادہ تعریف کیا گیا، جس کی دنیا میں بہت زیادہ نعت وخوبیاں بیان کی جائیں گی اور جن کی تعریف تسلسل اور تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔ اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دو میم محبیت اور محبوبیت کا اشارہ کرتے ہیں۔ اسم مبارک محمد اور احمد۔ لفظ محمد میں سے دو میم نکال دیں تو ''حد'' باقی رہ جاتا ہے اور ''احمد'' میں سے میم نکال دیں تو ''احد'' بچ جاتا ہے۔ لفظ محمد میں سے پہلا میم نکال دیں تو ''حمد'' اور ''ح'' نکال دیں تو مد اور دوسرا میم نکال دیں تو ''د'' ہر لفظ معنی خیز اور عظمت سے لبریز ہے۔ صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں کہ آپ کے تمام اسمائے مقدسہ میں مدح وثنا بھی موجود ہے۔ اس طرح اسماء النبی کے بیان کرنے میں عظیم شکرگزاری رکھ دی گئی ہے۔ آپ کا اسم گرامی محمد مُفَعَّل کے وزن پر ہے۔ گویا مبالغہ بوجہ کثرت حمد یعنی بہت ہی زیادہ تعریف کے گئے۔ آپ کا اسم گرامی احمد یہ **اَفْعَلُ** کے وزن پر حمد کا مبالغہ ہے۔ یعنی خدا کی سب سے زیادہ حمد وثنا کرنے والے پس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی تعریف کرنے میں سب سے بڑھ کر اور تعریف کئے گئے کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔

لفظ ''محمد'' قرآن پاک میں چار مرتبہ آیا ہے اور لفظ اسم گرامی ''احمد'' ایک مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر کیا۔ کلمہ طیبہ میں، کلمہ شہادت میں، جنت کے دروازوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ لا الہ

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

الا اللہ محمد رسول اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت فرمایا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند کر دیا چنانچہ فرماتا ہے ورفعنالک ذکرک (ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا)۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے جہاں جہاں اللہ کا ذکر ہوگا وہاں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوگا۔ اذانوں میں، تکبیر واقامت میں، کلمہ شہادت میں، نمازوں میں، تشہد میں، **السلام علیک ایھاالنبی ورحمة اللہ وبرکاته**، نماز، درود ابراہیم، خطبات میں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت ومحبیت کا یہ عالم ہے کہ روایت میں آتا ہے کہ

لا اذکر حتی تذکر (میرا ذکر اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک تیرا ذکر نہ کیا جائے)

اذا ذکرت ذکرک معی (تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ)

حافظ ابونعیمؒ فرماتے ہیں کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ قرآن کریم میں جہاں اطاعت، معصیت، فرائض، احکام، وعدہ اور وعید وغیرہ کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا وہاں اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا منصب بھی متصلاً ذکر کیا۔ (جواہر البحار)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کو اللہ نے قرآن کریم میں تمام آسمانی صحائف میں، جنت کے ہر دروازے پر، حوروں کی پیشانی پر، حوروں کی آنکھوں میں آپ کا اسم مبارک لکھ دیا ہے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضیٰ داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند کہ تو تنہا داری

یوم میثاق سے لے کر روز محشر تک بلکہ جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا بول بالا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنت نبیاً و آدم بین الروح الجسد۔ اور ایک مقام

پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلق اللہ اول ما نوری (سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا)۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق بزم جہاں، نبی رحمت، شافع یوم منشور، خلاصۂ کائنات، فخر دوعالم، حضور پرنور، نور مجسم، سرور کون ومکاں، جان دوعالم، وجہہ تخلیق کائنات، سرور انس وجاں، صاحب البراق والمعراج، شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ، صدرالعلیٰ، نورالہدیٰ، مصباح الظلم، صاحب الجود والکرم، افضل الانبیاء، انیس بیکساں، گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے، صاحب الوسیلہ والفضیلہ، صاحب مقام محمود، ساری کائنات کی طرف مبعوث کئے جانے والے، فلنولینک قبلة ترضها کی عظمت والے، جن کا مرتبہ اعلیٰ، مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء ورسل کے امام، قیامت کے دن تمام بنی آدم کے سردار، لواء حمد جن کے ہاتھ میں ہوگا، سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والے، تمام انبیاء میں سب سے زیادہ معجزات والے، جن کے لیے ساری زمین مسجد اور ذریعہ طہارت بنادی گئی، جن کے لیے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء مبارکہ میں سے دو اسماء، رؤف ورحیم عطا فرمایا، جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت فرمایا، جن کی اتباع پر اللہ نے اپنی محبت کرنے کا وعدہ فرمایا، اللہ نے جن کے شہر مکہ کی قسم کھائی اور جن کی عمر شریف (لعمرک) کی قسم کھائی، جن کے خاطر عذاب الٰہی کو اٹھالیا، جن کے کنکریوں کے پھینکنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا، جن کو معراج شریف میں اپنا دیدار کروایا، جن کے خلق کو خلق عظیم کہا، جن پر اللہ اور اس کے کل فرشتے درود بھیجتے ہیں اور مومنوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اچھے سے اچھا درود وسلام بھیجیں، قرآن پاک میں دیگر انبیاء کے نام لے لے کر پکارا۔اور حضور کے نام مبارک کو لے کر نہیں پکارا، جن کے پسند کردہ قبلہ کو اللہ نے قبلہ بنادیا، جن کو حوض کوثر عطا کیا، جن پر تمام نعمتوں کی تکمیل فرمادی، جن کے دین اسلام سے اللہ راضی ہوگیا۔جن کا شرح صدر کیا گیا، جن کی اُمت کو دین کی تمام آسانیاں عطا کیں۔سہولت فرائض عطا کئے، جن کے لیے جبرئیل علیہ السلام کو خادم بنایا گیا، جن

کوقرآن کریم اورسبع مثانی دیا گیا،جن سے بے زبان جمادات نے کلام کیا،جنہوں نے چاند کوشق کیا،جن کے لیے اللہ نے ڈوبے ہوئے سورج کوواپس کیا،جن کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی کے چشمے بہہ نکلے۔جن کے دست مبارک کی برکت سے تھوڑا کھانا ہزاروں کے لیے کافی ہوگیا،جنہوں نے غیب کی اطلاعات دیں،جن پر ابر نے سایہ کیا،جن کے حکم سے کنکریوں نے تسبیح پڑھی،جن کا نسب پاک تمام خاندانوں سے افضل،جن کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعافرمائی،جن کی آمد کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی،جن کو اللہ نے اپنا حبیب بنایا،جن کو اللہ عرش کی داہنی جانب کھڑا کرے گا،جوانبیاء کی بھی شفاعت کریں گے،جن کے جسم مبارک کا سایہ نہیں تھا،جن کی میلاد پاک سے(1000)سال کا فارس کا آتشکدہ بجھ گیا۔جن کی میلاد مبارک سے کسریٰ کا محل پھٹ گیا اور(14)کنگرے گر پڑے،جن کو پتھر اور درخت سلام کرتے تھے،آپ کے مبارک اور پیارے نام نامی واسم گرامی پر ہماری جانیں قربان،ہمارے ماں باپ،ہماری آل و اولاد قربان۔عاجز عرض کرتا ہے ؎

میری ماں بھی باپ بھی آل بھی اولاد بھی
صدقے سب کی زندگی آپ پہ لاکھوں سلام

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۲۴} مراقبہ حقیقت احمدی:Muraqaba Haqeeqat-e-Ahmedi

وہ ذات جومنشاء ہے حقیقت احمدی کا اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔

۲۵}مراقبہ ءحب صرفہ: Muraqaba Haqeeqat-e-Hubb-e-Sarfa

وہ ذات جوحبّ صرفہ ہے اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(30)

۲۶} مراقبۂ لاتعین: Muraqaba La- Ta'ayyun

وہ ذات جو لاتعین ہے اُس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیأۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیأۃ وحدانی پر۔(31)

حضرت ابوالفداء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پیرومرشد نے سلوک مجددیہ ایسی مبارک کتاب لکھی ہے کہ طالبان طریقت کو ایک رہبری عطا فرمادی۔ یہ ہمارے پیرومرشد کا بڑا احسان ہے۔

ان ((7 لطائف اور ((26 مراقبات کے علاوہ بھی میرے پیر دستگیر حضرت ابوالفداء رحمہ اللہ وقدس سرہٗ ،عطر اللہ قبرہ، نے دیگر کئی مراقبات کی بھی تعلیم دی۔ یہ میرے پیر دستگیر کی عنایات سے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالی اللہ توفیق دے تو دوسری جلد میں اُن کا احاطہ کیا جائے گا تا کہ یہ کتاب طوالت اختیار نہ کر جائے۔ حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی پاک تعلیمات و معمولات وابستگان سلسلہ کے لئے محفوظ ہو جائے اور یہ گنہگار کی اللہ بخشش فرمادے۔ سردار انبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل، پیران کبار کے طفیل اور میرے پیر دستگیر کے طفیل جو کچھ جمع کیا گیا ہے اللہ اس کو قبول فرمائے اور ہمارے لطائف کو جاری فرمادے۔ اس کے لکھنے، جمع کرنے میں جو غلطیاں اور بھول ہوگئی ہیں اس کو اپنے خاص لطف و کرم سے معاف فرمادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

سلوک مقامات عشرہ

Maqamat - e - Ashra

واضح ہو کہ حضرات صوفیہ کرام نے سلوک کی بنیاد جن دس مقامات پر رکھی ہے اس کو طے کرنا ضروری ہے جن کو اصول عشرہ بھی کہتے ہیں وہ یہ ہیں۔ معمولات مظہریہ (ص 83) میں سلوک مقامات عشرہ یوں بتائے گئے ہیں۔ مقامات عشرہ کا پہلا مقام توبہ ہے اور آخری رضا ہے۔ ان دونوں کے درمیان آٹھ مقامات ہیں:

زہد، توکل، قناعت، تنہائی، ذکر کی پابندی، توجہ، صبر، مراقبہ۔

ABUL ... ISLAMIC RESEARCH CENTRE

کلمات نقشبندیہ

Eleven Principles of Naqshbandi Sufi Order

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اہم خصوصیت یا نسبت دائمی حضور و آگاہی ہے جس کے ساتھ غیبت کا کوئی تعلق نہیں۔ مشائخ نقشبندیہ کے ہاں چند اصطلاحات ہیں جو ان کے طریقے اور سلسلہ کی اساس ہیں۔ بعض اصطلاحات سے ان اشغال کی طرف اشارات ملتے ہیں۔

سرکار نقشبند حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ عنہ اپنے سلسلہ کی بناء (۱۱) کلمات پر رکھی ہے ان میں سے (۸) کلمات حضور خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور (۳) آپ سے منقول ہیں۔

کلمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ:

(۱) ہوش دردم، (۲) نظر برقدم، (۳) سفر در وطن، (۴) خلوت در انجمن، (۵) یاد کرد، (۶) بازگشت، (۷) نگہداشت، (۸) یادداشت۔

کلمات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ:

(۱) وقوف زمانی، (۲) وقوف عددی، (۳) وقوف قلبی۔

کلمات مصطلحہ حضرات نقشبندیہ کو حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے کتاب ''النجاۃ عن طریق الغواۃ'' کی تلخیص میں ان گیارہ کلمات کی تفصیل سے شرح کی ہے جس پر طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے۔(معمولات مظہریہ)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

۱} ہوش دردم:(Hosh Dardam)

ان اصطلاحات میں پہلی اصطلاح یہ ہے کہ سالک ہر ایک سانس یاد الٰہی میں گذارے اور سانس کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی سانس غفلت میں گذر جائے تو اس سے توبہ و استغفار کرے۔

۲} نظر برقدم:(Nazar Bar Qadam)

اسکا مطلب یہ ہے کہ سالک چلتے وقت اپنی نگاہ پاؤں کے پنجے پر رکھے تاکہ نظر بے جگہ نہ پڑے۔آیت کریمہ: **وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (سورۃ بنی اسرائیل/۳۷)** (زمین پر اکڑ کر مت چلو) اسی معنی کی طرف ہے اور اسکا مطلب ذھن میں رکھے۔

۳} سفر در وطن:(Safar Dar Watan)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے نفس میں سیر کرے یعنی اپنی برائی کی تلاش میں رہے، اخلاق ذمیمہ سے نکل کر اخلاق قدسیہ اختیار کرے اور تخلقوا باخلاق اللہ کا نمونہ بنالے۔ ہمارے اسلاف سیر آفاقی کی بجائے سیر انفسی کو اختیار کیا ہے اور سفر ظاہر نہیں کرتے اور شیخ کی صحبت سے دوری پسند نہیں کرتے۔

۴} خلوت در انجمن:(Khalwat Dar Anjuman)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں اللہ تعالی کے ساتھ اور انہیں کے درمیان میں مستغرق رہے۔ دست بہ کار دل بہ یار۔ مجلس میں رہ کر بھی وہ باطن میں اللہ کے ساتھ رہے اسلئے اولیاء نے خلوت در انجمن کو چلہ کشی سے افضل کہا ہے۔

۵} یاد کرد:(Yad Kard)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

اس سے یہ مراد ہے کہ ہر حال و ہر وقت ذکر میں اسطرح مشغول رہے کہ مرتبہءِ حضوری حاصل ہوجائے خواہ وہ ذکر زبانی ہو یا قلبی۔ اسم ذات ہو یا نفی اثبات اسطرح ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کو بھی یاد کرد کہتے ہیں۔

ذکر زبانی یا قلبی کے ذریعہ غفلت دور کرنا کہ جب تک بتکلف ہے یاد کرد ہے اور جب بے تکلف ہونے لگے تو یادداشت ہے ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ ذکر سے قلب صنوبری اسم مبارک ''اللہ'' کہنے والا ہوجائے ایسے طور پر کہ خواب و بیداری اور حرکات وسکنات میں اسمیں سستی نہ ہو اور یہ امر پیر کامل ومکمل کی تلقین وتوجہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

٦} بازگشت:(Baz Gasht)

اس کا مطلب یہ ہے کہ دوران ذکر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ مناجات کرتا رہے۔

خودہ اسم ذات ھو یا نفی اثبات بہ کمال عاجزی وانکساری یہ مناجات کرتا رہے۔

الٰہی مقصود من توئی و رضائے تو

محبت و معرفت خود بدہ

٧} نگاہ داشت:(Nigah Dasht)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر شریف سے جو کیفیت آگاہی وحضوری کی پیدا ہواسکی حفاظت کرے کہ غیر کا خیال دل میں نہ آئے اور اگر آجائے تو فوراً ہٹادے۔

٨} یادداشت:(Yad Dasht)

اس کا مطلب یہ ہے کہ یادکرد اور یادداشت میں راسخ ہوجائے اور ذکر شریف کے وقت یہ دل میں سوچے کہ میرا مقصود تو ہی ہے۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

٩} وقوف عددی:(Waquf - e- adadi)

ان اصطلاحات میں وقوف عددی سے مراد یہ ہے کہ سالک حبس دم کے ساتھ ذکر نفی اثبات کے وقت طاق عدد پر سانس چھوڑا کرے۔تصرفات، جذبات الٰہی کے آثار محسوس ہونے لگیں۔حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ نے فرمایا کہ زیادہ ذکر کرنا شرط نہیں ہے جو کچھ کرے وقوف کے ساتھ کرے۔جب عدد اکیس سے بڑھ جائے اور اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو بے حاصلی کی دلیل ہے۔ ہر سانس میں عدد طاق رہیں جفت نہ ہونے پائیں۔

۱۰} وقوف زمانی:(Wuquf-e-Zamani)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے احوال سے واقف رہے اور خیال رکھے کہ وقت طاعت الٰہی میں گذرے۔ اگر طاعت الٰہی میں گذر رہا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر غفلت میں گذر رہا ہے تو فورا مغفرت مانگے اور توبہ کرے اور استغفار پڑھے جسے مشائخ نقشبندیہ محاسبہ بھی کہتے ہیں۔

۱۱} وقوف قلبی:(Wuquf-e-Qalbi)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عین ذکر شریف کے وقت ذاکر قلب کو بے خبر ہونے نہ دے اور قلب کی طرف متوجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں وقوف قلبی کی طرف اشارہ ہے: **یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا** (اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو)

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

معروضہ حضرت جامی علیہ الرحمہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برنداز رہ پنہاں حرم قافلہ را

ترجمہ:

عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی
کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

☆☆☆

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں جانیں
نے خود منش و تنگ دستاں جانیں

ہے نقش سے بے نقش تک پہنچنا ممکن
یہ نقش عجیب نقش بنداں جانیں

شجرہ حضرات نقشبندیہ

رضی اللّٰہ عنہم اجمعین

یافتاح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین سید الکونین رسول الثقلین وسیلتنا فی الدارین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفہء رسول اللہ ﷺ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ۔

الٰہی بحرمت مصاحب رسول اللہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ۔

الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت خواجہ سید امیر کُلال رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ خواجگان پیر پیراں امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت ایشان حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوراں عارف باللہ حضرت سید محمد پاشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ واصل حضرت ابوالفداء محمد عبدالستار خان رحمۃ اللہ علیہ

رحم فرما و عاقبتش بخیر گرداں۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد

متوسل سلسلہ عالیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر بھی اپنا رحم وکرم فرما۔ ان کی توبہ قبول فرما اور اپنی محبت ومعرفت عطا فرما۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین حبیبک سید المرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

بارالہا اپنے ان نیک ومحبوب بندوں کے صدقہ وطفیل بندۂ عاجز سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری پر اور جمیع حضرات نقشبندیہ و وابستگان وخانوادۂ حضرات ابوالفداء جمیع برادران طریقت مریدین ومتوسلین پر اپنا لطف وکرم فرما۔ اس عاصی پر معاصی کو بھی اپنے نیک ومحبوب بندوں میں شامل فرما۔ اپنی محبت ومعرفت عطا فرما اور تو ہم سے راضی ہوجا اور سلسلہ عالیہ مبارکہ کے اولیاء ہم سے راضی رہیں اور ان کا فیض ہم وابستگان حضرت ابوالفداء رحمۃ اللہ علیہ پر جاری وساری فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

از طفیل خواجگان نقشبند

کار دنیا عاقبت محمود باد

شجرۂ حضرات قادریہ

رضی اللّٰہ عنہم اجمعین

یافتاح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذکرالمولی من کل اولی

الٰہی بعجز وانکسارعبدک الضعیف ابوالفدا ءمحمد عبدالستارخان رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت ابوالحسنات سیدعبداللہ شاہ قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدمحمد بادشاہ بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدخواجہ احمد بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدحسین بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدمحی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدعلی بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدفریدالدین بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت سیدعلی صوفی بخاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازحضرت شیخ فریدالدین صوفی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازشیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز ونیازشیخ حضرت سلطان العارفین قطب العاشقین سیدشاہ عبداللطیف قادری لاابالی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبدالباسط قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبدالباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدرالدین حسن قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ بدرالدین بن شیخ علاؤالدین علی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ علاؤالدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحیی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحیی بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عمادالدین ابی صالح نصر قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عمادالدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہ۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیر المؤمنین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیما مبارکا کثیرا کثیرا۔

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

تذکرہ حضرت سیدنا محدث دکن علیہ الرحمہ

کے پانچویں ایڈیشن کی اشاعت پر

علماء کرام کے تاثرات

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

تاثرات

مفتی اعظم استاذالاساتذہ حضرت العلامہ مفتی محمد عظیم الدین صاحب دامت برکاتھم

(تذکرہ حضرت سیدنا محدث دکن علیہ الرحمہ کے پانچویں ایڈیشن کی اشاعت پر)

سوانح یا تذکرہ انفرادی تاریخ ہوتی ہے، جس میں شخصیت کے احوال اذکار اور اعمال و تجربات عوامی فیض رسانی اور خدمت خلق کے پہلو درج کئے جاتے ہیں تاکہ اُن سے بعد میں آنے والے، نصیحت، سبق اور رہنمائی حاصل کرسکیں۔ خطۂ دکن کے علمی و روحانی شخصیات میں فخر العلماء والمحدثین حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف زجاجۃ المصابیح المعروف بہ محدث دکن علیہ الرحمہ کا نام بڑے ادب واحترام سے ان کے کردار شخصی اور اعمال علمی واشغال روحانی کی وجہ سے لیا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب ''تذکرہ محدث دکن'' مرتب کردہ ابوالفداء ڈاکٹر محمد عبدالستار خاںؒ، خلیفہ محدث دکن علیہ الرحمہ کے پانچویں ایڈیشن کو ضروری تفاصیل کے ساتھ مؤلف مذکور کے خلیفہ صادق محبی مولانا سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر بخاری نقشبندی مجددی قادری، صدر ابوالفداء اسلامک ریسرچ سنٹر حیدرآباد نے ''اشغال مشائخ نقشبندیہ'' کے اضافہ کے ساتھ مرصع کرکے سالکین راہ طریقت کے لیے آسانی فراہم کردی ہے۔ نقشبندی اذکار، اشغال، لطائف و مراقبات و تعلیمات نقشبندیہ شرح و بسط

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔اور موصوف کے لائق فرزند دلبند عزیز القدر حافظ وقاری مولوی سید شاہ خلیل اللہ بشیر بخاری نقشبندی قادری ایم اے، ایم فل (عثمانیہ) ومولوی فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن نے تلخیص کے ساتھ عالم اسلام، عرب وعجم ہندوپاک کے اولیاء کے احوال مرصع ومزین کرکے پیش کیا ہے۔

تالیف ہذا ہر آئینہ قابلِ تحسین، لائق مطالعہ اور روشنی استفادہ کے قابل ہے۔ اللہ پاک اس سعی کو شرف قبول عطا فرمائے۔آمین

شرحد ستخط

محمد عظیم الدین غفرلہ

صدر مفتی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن، ریاست تلنگانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مصطفی شریف صاحب، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ

نذر عقیدت

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید الانبیاء و المرسلین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین و صحبہ الاکرمین أجمعین و من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ وبعد

سیدی و مولائی حضرت ابوالفداء قدس سرہ العزیز ایک کثیر الجہات و مجمع الخیرات و منبع البرکات بزرگ گذرے ہیں۔ آپ جس خانوادہ میں آنکھ کھولی وہ قال اللہ وقال الرسول سے معمور و مزین تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت محمد اسماعیل خاں رحمۃ اللہ علیہ خود روشن ضمیر بزرگ تھے جنہوں نے ابوالفداء رحمۃ اللہ علیہ کی عہد طفولیت میں ہی ظاہری و باطنی تربیت پر خوب توجہ فرمائی جس کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابوالفداء کے شب و روز سنتوں سے منور تھے اور طالب علمی ہی کے زمانے سے عمامہ کا اہتمام کرتے تھے اور بزرگوں کے محافل و مجالس میں بہت ذوق وشوق سے حاضر ہوتے تھے۔ یہ بزرگان دین کا فیض تھا کہ عنفوان شباب ہی میں آپ کی ولایت کے چرچے سنے جانے لگے اور کیوں نہ ہو ایک طرف محدث دکن قدس سرہ کے نور نظر تو دوسری طرف امام اعظم ثانی حضرت مولانا ابوالوفاء افغانی کے منظور نظر تھے اور پیر طریقت حضرت سید قدرت اللہ حسینی کے نعلین بردار تھے۔ ان ہی اللہ والوں

کی فیض نظر سے ابوالفداء جامع طریقت وشریعت بن گئے تھے۔صورت ایسی نورانی کے جو دیکھے پہلی ہی نظر میں آپ کا گرویدہ ہوجاتا اور ایک دفعہ ملنے والا بار بار ملاقات اور دست بوسی کا متمنی رہتا، بڑا ہو کہ چھوٹا، امیر ہو کہ غریب، عالم ہو کہ غیر عالم سب کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے اور متبسم چہرے سے اور متشمم کلمات سے مخاطب ہوتے۔

حضرت ابوالفداء کو ابتداء سے انتہاء تک باکمال اور اہل نظر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل رہا جن میں قابل ذکر حضرت محدث دکن، حضرت مولانا ابوالوفاء افغانی، پروفیسر معید خان، حضرت عبدالرحمن حموی، حضرت ابراہیم ادیب، حضرت جمیل الدین، حضرت ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

حضرت ممدوح کو بچپن ہی سے مطالعہ کا شوق تھا اور یہ شوق دم آخر جاری رہا۔سفر و حضر میں کئی کتابیں مع مجلّات پڑھ لیتے تھے اور آپ کی مبارک زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو تضیع اوقات کی تعریف میں آتا ہو۔پوری زندگی، سفر وحضر، تعلم وتعلیم میں گذری۔کثرت مطالعہ کی وجہ سے آپ کی تحریر وتقریر دونوں اثر انگیز تھیں۔عربی، اردو، فارسی، انگریزی میں بلاتکلف لکھتے اور پڑھتے تھے بلکہ عربی کا تو ایسا اسلوب تھا کہ عرب بھی پڑھ کر متحیر ہوجاتے تھے جس کا بین ثبوت آپ کی پی ایچ ڈی کے مقالہ پر پچاس صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے۔جس کا ہر لفظ نگینہ، ہر سطر فکر انگیز، ہر صفحہ پر مغز ہے۔شاعری سے بھی خاص دلچسپی تھی، شاعر مشرق، غالب، جامی، سعدی، مولانا روم رحمہم اللہ سے بے حد متاثر تھے۔آپ تحریر وتقریر میں بکثرت ان شعراء کے کلام سے استشہاد فرماتے تھے جس کی وجہ سے سامعین بوقت خطاب اور قارئین بوقت مطالعہ آپ کے منفرد اسلوب سے محظوظ ومسرور ہوتے ہیں۔

مجاہدات وعبادات کا یہ حال تھا کہ صلوت خمسہ ہمیشہ با جماعت ادا فرماتے اور یہ اہتمام تادم آخر جاری رہا۔ چنانچہ آخری نماز اپنے فرزند ارجمند عزیزم سعادت اطوار محمد سعداللہ خاں کی امامت میں ادا فرمائی۔ طالب علمی ہی سے تہجد کے پابند تھے اس کے علاوہ دیگر نوافل بھی بمواظبت ادا فرماتے۔ سفر وحضر میں تلاوت قرآن، مراقبہ، دلائل الخیرات، اوائل الخیرات اور بشائر الخیرات کا بپابندی ورد وظائف میں شامل تھا۔

کثرت مطالعہ‘ مجالست علماء، مصاحبت اہل اللہ، شعری ذوق، زبانوں میں مہارت کا عطر بیز اور آپ کی ادبی زندگی کا انمول شاہکار ’’تذکرہ محدث دکن‘‘ ہے۔ تذکرہ کا عنوان یک رخی ہے لیکن اس کے مشتملات ہمہ رخی ہے۔ اس میں شریعت کے اصول ہیں تو طریقت کے رموز بھی ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ ہے تو عالم عرب کے احوال بھی ہیں۔ بزرگوں کے تراجم ہیں تو معاصرین کے بھی تذکرے ہیں۔ دکن کی ثقافت کا ذکر ہے تو بطور خاص حیدرآباد کی تہذیب وتمدن کا بھی ذکر ہے۔ فارسی کلام کے شہ پارے ہیں تو عربی اور اردو کی دلکش اور فکر انگیز اشعار بھی ہیں۔ غرض کہ قاری کے اطمینان وفرحت ومسرت کے سارے سامان تذکرہ میں موجود ہیں۔ اس کا پڑھنے والا کبھی اکتاھٹ اور بوریت محسوس نہیں کرتا اور اسلوب اتنا دلکش ہے کہ قاری کے سامنے وہ سارا منظر جو ضبط تحریر ہے مشکّل بن کر سامنے آجاتا ہے۔ ایسی سحر انگیزی بہت کم تذکروں میں ملتی ہے **ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء**۔

المختصر ایک ادب شناس اور علم نواز ہی تذکرہ کی اہمیت وافادیت کو سمجھ سکتا ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں تذکرہ کا پانچواں ایڈیشن ہے جس سے اس کی مقبولیت وشہرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تذکرہ کے منجملہ خوبیوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ صاحب قلم نے اس کو دیار غیر یعنی امریکہ میں قیام کے دوران لکھا ہے جہاں نہ تو مطلوبہ کتب کی فراہمی تھی اور نہ ہی مصادر و مراجعت کی دستیابی، اس کے باوجود حضرت ابوالفداء نے ایک بے مثال اور بے نظیر تذکرہ اپنے پیر و مرشد کی یاد میں رقم فرما کر وابستگان محدث دکن پر بڑا احسان فرمادیا اور جو قرض حضرت محدث دکن کے متوسلین و مریدین کی گردن پر تھا اس کو بحسن خوبی پوری امانت کے ساتھ ادا کردیا۔ فجزاہ اللہ عن جمیع تلامیذہ و مریدیہ أحسن الجزاء۔ دعا ہے کہ تذکرے کے پانچویں ایڈیشن کو بھی قبول عام عطا ہو اور اس کی اشاعت میں جن حضرات نے دامے درمے سخنے قدمے حصہ لیا ہے ان کو کاتب تذکرہ اور صاحب تذکرہ کا علمی و روحانی فیضان نصیب ہو۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین

ABUL FIDA ISLAMIC RESEARCH CENTRE

المرقوم: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ
مطابق ۱۹/اگست ۲۰۱۷ء

کاتب الحروف
محمد مصطفیٰ شریف
خادم لغۃ القرآن والکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا حافظ وقاری مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی قادری صاحب

شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ وبانی ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، حیدرآباد

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید الانبیاء والمرسلین وعلٰی اٰلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الاکرمین الافضلین ومن والاھم وتبعھم باحسان الی یوم الدین۔

زبدۃ المحدثین، خاتمۃ المحققین، سید العارفین، قدوۃ الواصلین محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ یقینا نزول رحمت کا باعث، گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور سنن وآداب سیکھنے کا سبب ہے، آپ کے ذکر سے اعمال صالحہ کی رغبت حاصل ہوتی ہے، اتباع سنت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، دل کو جلا ملتی ہے، روح کو بالیدگی وروئیدگی نصیب ہوتی ہے۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 10 ذی الحجہ 1292ھ بروز جمعہ بوقت 5 ساعت صبح اس عالم خاک وآب میں تشریف لائے۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف جلیلہ وخدمات عظیمہ کے قطع نظر آپ کا سنہ ولادت ہی ذات حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی کامل وابستگی و اٹوٹ نسبت وتعلق کا آئینہ دار ہے۔

''92'' سرکار دوعالم کے نام مبارک ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعداد ہوتے

ہیں اور ’’12‘‘ تو تاریخ میلا دحبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

ونیز یہ اسم مبارک علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کا ہی فیضان ہے کہ آپ کا اس دنیا میں جملہ قیام ’’92‘‘ برس رہا کیونکہ آپ کا وصال مقدس پنجشنبہ 8 بجے صبح ، 18، ربیع الثانی 1384ھ میں ہوا، اس سے بھی ذات اقدس سے کمال نسبت آشکار ہوتی ہے۔

امام طبرانی کی ’’معجم اوسط‘‘ اور ’’کنز العمال‘‘ میں روایت ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ: اَلَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَيَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ نے یہ دعاء فرمائی: ’’اے اللہ، میرے خلفاء پر رحم فرما! اے اللہ، میرے خلفاء پر رحم فرما! اے اللہ، میرے خلفاء پر رحم فرما! صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میرے خلفاء وجانشین وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث وسنت کو لوگوں تک پہنچائیں گے اور انہیں اس کی تعلیم دیں گے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی۔ کنز العمال، حدیث نمبر: 29488)

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ سادات گھرانے کے چشم وچراغ ہونے کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث قال بھی تھے اور وارث حال بھی۔

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ درس

وتدریس، وعظ وارشاد تصنیف وتالیف، علوم قرآن وحدیث شریف کی نشر واشاعت اور دین متین کی عظیم خدمات کے لئے وقف فرمادیا، شب وروز مریدین کا تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح فرماتے رہے۔ آپ نے امت کی ہدایت ورہنمائی کیلئے کئی ایک گرانقدر تالیفات اور تصنیفات تحریر فرمائیں جو عقیدہ وعمل کی تیرگی کا خاتمہ کرتی ہیں، گم گشتگانِ راہ کی رہنمائی کرتی ہیں، اور تشنگانِ علوم کو سیراب کرتی ہیں، آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے دل میں سکون واطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایک ایک فقرہ دل میں اثر انداز ہوکر روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔

آپ نے پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل حدیث شریف کا عظیم مجموعہ بنام ''زجاجۃ المصابیح'' کی تالیف فرمائی۔

زجاجۃ المصابیح فن حدیث کا ایسا کارنامہ ہے، جس کی اہمیت وضرورت روز افزوں مزید عیاں وآشکار ہورہی ہے۔ زجاجۃ المصابیح تصنیف فرماکر حضرت سیدی محدث دکن علیہ الرحمۃ نے نہ صرف احناف بلکہ کل امتِ مسلمہ پر بڑا احسان فرمایا، علماء دین ومشائخ طریقت کے ساتھ بالواسطہ عوام الناس بھی اس مقدس کتاب سے استفادہ کرتے ہیں اور مسائل شریعت کو بہتر طریقہ سے سمجھنے کیلئے اس کو مشعل راہ بناتے ہیں، جہاں آپ نے زجاجۃ المصابیح کے ذریعہ علم داں طبقہ کے لئے ذخیرۂ علمی فراہم کیا وہیں عوام وخواص کی ہدایت اور انہیں جادۂ ایمان پر استقامت کے ساتھ رہنے کیلئے بزبان اردو کئی ضخیم ومختصر تصانیف تحریر فرمائیں؛ جن کے ذریعہ اصلاح ظاہر، تصحیح عقائد اور ترقیٔ باطن کا عظیم کارنامہ انجام دیا، جس کی بدولت آج تک لاکھوں افراد کے قلوب اللہ اللہ کے ذکر سے سرشار اور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں مست ہیں۔

ایک محدث کے صبح وشام، کسی مفسر وفقیہ کے لیل ونہار اور کسی ولی کامل وشیخ واصل کا

تذکرہ کرنا مقصود ہو تو تذکرۂ محدث دکن کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابوالفداء پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد عبدالستار خان نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ کو جزائے خیر سے نوازے! جنہوں نے حضرت محدث دکن کی سیرت وسوانح حیات کو گرانقدر تحقیق کے ساتھ مفصل رقم فرمایا؛ جو حضرت محدث دکن علیہ الرحمۃ کی شخصیت وسیرت پر سب سے زیادہ ضخیم اور دستاویزی کتاب ہے، جس کی وجہ سے آنے والی نسلوں کو وہ فوائد وبرکات حاصل ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے جو صالحینِ امت کا تذکرہ پڑھنے اور سننے سے حاصل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت ابوالفداء علیہ الرحمۃ کو اس کا بہتر بدلہ اور افضل جزا عطا فرمائے۔

مولانا سید شاہ حسین شہید اللہ بشیر صاحب بانی ابوالفداء اسلامک ریسرچ سنٹر قابل مبارکباد اور لائق صد تحسین ہیں کہ آپ نے تذکرہ کی باردگر اشاعت کا اہتمام فرمایا اور اس سلسلہ میں غیر معمولی سعی مشکور فرمائی، یقیناً یہ اشاعت آپ کے میزان حسنات میں شامل ہوگی اور اس کے فوائد وثمرات آپ کو بروز قیامت حاصل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کی اس تصنیف کے ذریعہ تمام مسلمین بالخصوص وابستگان سلسلہ کو برکتیں عطا فرمائے اور سب کے لئے نفع بخش وذخیرہ آخرت بنائے! آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

شرحدستخط

حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی
شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ

۲۶/ذویقعدہ ۱۴۳۸ھ
م ۱۹/اگست ۲۰۱۷ء